مکتبہ بیت السلام
لاہور، الریاض

100
حرام کاروبار اور تجارتی مُعاملات

تالیف
فضیلۃ الشیخ ابراھیم بن عبد المقتدر حفظہ اللہ تعالیٰ

ترجمہ
فضیلۃ الشیخ حافظ محمد عمر حفظہ اللہ تعالیٰ
فاضل جامعہ سلفیہ فیصل آباد

نظر ثانی
حافظ شاہد محمود
فاضل مدینہ یونیورسٹی

100
حرام کاروبار اور تجارتی معاملات

فہرست

① غلہ منڈی کا دورہ

② صرافہ بازار کا دورہ

③ کرنسی مارکیٹ کا دورہ

① منڈی مویشیاں

② پھل اور سبزی منڈی کا دورہ

③ سپر سٹور اور دکانوں کا دورہ

① دفاتر کے ملازمین میں پائی جانے والی حرام چیزیں

① ہیر ڈریسنگ اور بیوٹی پارلر مارکیٹ میں دورہ

② الیکٹرونک مارکیٹ کا دورہ

③ کتاب مارکیٹ کا دورہ

① ٹیکسی سٹینڈ کا دورہ

② ہسپتالوں میں کیے جانے والے حرام کام

③ مسلمان گھرانوں میں ہونے والے حرام کام

④ ایسے حرام امور جن کا عموماً عورتیں گھروں میں ارتکاب کرتی ہیں

① فحش تصاویر والے ملبوسات اور اونچی ایڑھی والے جوتوں کی خرید وفروخت کا بیان

② چند متفرق حرام کام

عرضِ ناشر

ہر مسلمان کے لیے اپنے دنیوی و اخروی تمام معاملات میں شرعی احکام اور دینی تعلیمات کی پابندی از بس ضروری ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً وَ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴾ [البقرة: 208]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں کے پیچھے مت چلو، یقیناً وہ تمھارا کھلا دشمن ہے۔''

کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ عبادات میں تو کتاب و سنت پر عمل پیرا ہو اور معاملات اور معاشرتی مسائل میں اپنی مَن مانی کرے اور اپنے آپ کو شرعی پابندیوں سے آزاد تصور کرے۔ ہمارے دین کی وسعت و جامعیت ہے کہ اس میں ہر طرح کے تعبدی امور اور کاروباری معاملات و مسائل کا مکمل بیان موجود ہے اور ہر مسلمان بہ آسانی انھیں سمجھ کر ان کو بروئے کار لا سکتا ہے۔

زیرِ نظر کتاب میں تجارتی معاملات اور خرید و فروخت کے متعلق جدید مسائل کو بڑے احسن پیرائے میں درج کیا گیا ہے۔ اس کتاب کی امتیازی صفت یہ ہے کہ یہ تمام شرعی مسائل اور دینی تعلیمات ایک کہانی اور مکالمے کی

شکل میں لکھے گئے ہیں، جس سے پڑھنے والا متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا اور کتاب کو شروع کرنے کے بعد ختم کیے بغیر چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا۔

امید ہے کہ یہ دلکش اسلوب قارئین کو پسند آئے گا اور ہمارے تجارت پیشہ کاروباری حضرات دل چسپی کے ساتھ اس سے استفادہ کریں گے اور اپنے معاملات کی اصلاح کریں گے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو مولف، مترجم، ناشر اور جملہ معاونین کے لیے ذخیرۂ آخرت اور بلندیٔ درجات کا باعث بنائے۔ آمین یا رب العالمین۔

ابو میمون حافظ عابد الٰہی

مدیر

مکتبہ بیت السلام، ریاض۔ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

جس آدمی کے دل میں اللہ کا ڈر نہ ہو، اسے قطعاً پروا نہیں ہوتی کہ وہ مال کیسے کما رہا ہے اور کہاں خرچ کر رہا ہے۔ وہ مال جمع کرنے کی خاطر ناجائز ذرائع اختیار کرتا ہے، جیسے چوری، رشوت، لوٹ مار، سود، یتیم کے مال پر قبضہ یا حرام کام کو ذریعہ اجرت بنانا، نیز کہانت، گانا بجانا، بیت المال میں خیانت کرنا، کسی دوسرے کے مال پر ناجائز قبضہ کرنا اور بغیر ضرورت کے کسی سے سوال کرنا یا مندرجہ بالا تمام صورتیں حرام کے زمرے میں آتی ہیں۔ اس کے بعد وہ آدمی حرام ذرائع سے حاصل کیے گئے مال کو کھانے پینے، سواری اور گھر بنانے کے لیے استعمال میں لاتا ہے یا اس مال سے کاروبار کرتا ہے اور مسلسل اسے بڑھاتا رہتا ہے۔ حقیقت میں یہ شخص اپنے پیٹ میں حرام داخل کر رہا ہوتا ہے۔

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«كُلُّ لَحْمٍ نَبَتَ مِنْ سُحْتٍ فَالنَّارُ أَوْلٰى بِهِ»[1]

''گوشت جو حرام سے پرورش پائے، آگ اس کی زیادہ حق دار ہے۔''

قیامت کے دن بندے سے پوچھا جائے گا: اے بندے! تو نے مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا۔ حرام مال کمانے والے کو اس دن بڑی ندامت ہوگی اور یہ ہلاک ہوجائے گا۔ لہٰذا انسان کو جلد اس برے عمل سے

[1] صحیح الجامع، رقم الحدیث [4519]

چھٹکارا حاصل کرنا چاہیے۔ اگر کسی کا حق غصب کیا ہو تو جلد از جلد اسے لوٹا دینا چاہیے اور اس دن کے آنے سے پہلے کہ جب انسان کے پاس نیکیوں اور برائیوں کے علاوہ کچھ نہ ہوگا، اپنے دنیوی معاملات صاف کر لینے چاہییں۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« إِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّباً، وَإِنَّ اللّٰهَ أَمَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِمَا أَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ﴾ [المؤمنون:51] وقال: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ﴾ [البقرة: 172] ثُمَّ ذَكَرَ الْعَبْدَ يُطِيْلُ السَّفَرَ، أَشْعَثَ أَغْبَرَ، رَافِعاً يَدَيْهِ: يَا رَبِّ! يَارَبِّ! وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ، وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ، وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ، وَغُذِّيَ بِالْحَرَامِ، فَأَنّٰى يُسْتَجَابُ لِهٰذَا؟ »[1]

"اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاکیزگی ہی کو پسند کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو بھی وہی حکم دیا ہے، جو اپنے رسولوں کو دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اے رسولو! پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ اور نیک عمل کرو، یقیناً جو تم کرتے ہو، میں اسے خوب جاننے والا ہوں۔" نیز فرمایا: "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ، جو ہم نے تمھیں عطا فرمائی ہیں۔" پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کا تذکرہ کیا، جس نے لمبا سفر کیا، اس کے بال پراگندہ اور جسم غبار آلود ہے، وہ اپنے ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا ہے: اے میرے رب! اے میرے رب! حالانکہ اس کا کھانا حرام کا، اس کا پینا حرام کا، اس کا لباس حرام کا، اس

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث [1015] سنن الترمذي، رقم الحدیث [2989]

کی غذا حرام کی، پس اس کی دعا کیسے قبول کی جائے گی؟"

دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يُبَالِي الْمَرْءُ بِمَا أَخَذَ الْمَالُ، أَمِنْ حَلَالٍ، أَمْ مِنْ حَرَامٍ؟» [1]

"ایک ایسا وقت آئے گا، جب بندہ اس چیز کی پروا نہیں کرے گا کہ اس نے جو مال حاصل کیا ہے، وہ حلال کا ہے یا حرام کا؟"

اللہ تعالیٰ نے کچھ چیزیں فرض کی ہیں، ان کو ضائع کرنا جائز نہیں اور کچھ چیزوں کی حد بندی کی ہے، ان میں حد سے تجاوز کرنا جائز نہیں اور کچھ چیزوں کو حرام ٹھہرایا ہے، ان کی خلاف ورزی کرنا جائز نہیں۔

نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں جسے حلال قرار دیا، وہ حلال ہے اور جسے حرام قرار دیا، وہ حرام ہے اور اللہ عزوجل جن چیزوں سے خاموش رہے، ان میں عافیت ہے، لہٰذا تم اللہ تعالیٰ کی طرف سے عافیت کو قبول کرو، کیونکہ اللہ بھولنے والا نہیں، پھر نبی اکرم ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا﴾ [مريم: 64] [2]

حرام کردہ چیزیں ہی دراصل اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں:

﴿تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا﴾ [البقرة: 187]

"یہ اللہ کی حدیں ہیں، سو ان کے قریب نہ جاؤ۔"

جو شخص اللہ تعالیٰ کی حدود کو توڑے گا اور محرمات کی خلاف ورزی کرے گا، اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے شدید وعید بیان کی ہے۔ اللہ فرماتے ہیں:

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [2059]

[2] المستدرك للحاكم [2/375]

﴿ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾ [النساء: 14]

''اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی حدوں سے تجاوز کرے، وہ اسے آگ میں داخل کرے گا، ہمیشہ اس میں رہنے والا ہے اور اس کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔''

اور حرام کردہ چیزوں سے بچنا واجب ہے۔ نبیِ اقدس ﷺ نے فرمایا:

((مَا نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ فَاجْتَنِبُوْهُ، وَمَا أَمَرْتُكُمْ بِهِ فَافْعَلُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ)) [1]

''میں تمھیں جس چیز سے منع کر دوں، اس چیز سے بچو اور جس چیز کا حکم دوں، اپنی استطاعت کے مطابق اسے کرو۔''

عام طور پر بعض کم علم، نادان اور کمزور ایمان والے لوگوں کے سامنے جب محرمات کا ذکر کیا جاتا ہے تو وہ بڑی تنگی اور پریشانی میں مبتلا ہو جاتے اور کہتے ہیں:

تم ہر چیز کو حرام ٹھہراتے جا رہے ہو! تم لوگوں نے ہمیں زندگی سے مایوس کر دیا ہے، زندگی ہم پر مشکل بنا دی ہے، حالانکہ دین تو آسان ہے اور شریعت میں بڑی وسعت ہے اور اللہ تعالیٰ تو بڑے بخشنے والے رحم کرنے والے ہیں!

ہم ایسے لوگوں کے اشکال کا جواب ان الفاظ میں دیں گے کہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ حکم دیتا ہے، اسے کوئی پوچھنے والا نہیں۔ وہ حکمت والا باخبر ہے۔ وہ جس چیز کو چاہتا ہے، حلال کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے، حرام کرتا ہے۔ ہمارا یہ فرض

---

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث [130]

ہے کہ ہم اس کے حکم کو خوشی سے تسلیم کریں اور اس کے فیصلے پر راضی ہو جائیں، اس کا علم اور حکمت کوئی فضول چیز نہیں ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَ تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴾ [الأنعام: 115]

''اور تیرے رب کی بات سچ اور انصاف کے اعتبار سے پوری ہوگئی، اس کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں اور وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے حلال اور حرام کو پرکھنے کا ایک ضابطہ بنایا ہے۔ اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

﴿ وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ ﴾ [الأعراف: 157]

''اور ان کے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کرتا اور ان پر ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے۔''

یعنی پاکیزہ چیز حلال ہے اور خبیث چیز حرام ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ کسی چیز کو حلال یا حرام قرار دینا بھی صرف اکیلے اللہ کا حق ہے۔ جو شخص اس حق کو اپنے لیے یا کسی اور کے لیے ثابت کرے وہ کافر اور دینِ اسلام سے خارج ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ﴾ [الشوریٰ: 21]

''یا ان کے لیے کچھ ایسے شریک ہیں، جنھوں نے ان کے لیے دین

کا وہ طریقہ مقرر کیا ہے، جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی۔"

کتاب و سنت کا علم رکھنے والے لوگوں کے علاوہ کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ حلال و حرام کے بارے میں گفتگو کریں، کیونکہ جو شخص بغیر علم کے کسی چیز کو حلال یا حرام قرار دے، اس کے لیے شدید وعید بیان ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّ هٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ﴾ [النحل: 116]

"اور اس کی وجہ سے جو تمھاری زبانیں جھوٹ کہتی ہیں، مت کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے، تاکہ اللہ پر جھوٹ باندھو۔ بے شک جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں، وہ فلاح نہیں پاتے۔"

حرام چیزوں کو قرآن مجید میں کئی مقامات پر بیان کیا گیا ہے، مثلاً:

﴿ قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَ لَا تَقْتُلُوْۤا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ﴾ [الأنعام: 151]

"کہہ دے! آؤ میں پڑھوں جو تمھارے رب نے تم پر حرام کیا ہے، (اس نے تاکیدی حکم دیا ہے) کہ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ خوب احسان کرو اور اپنی اولاد کو مفلسی کی وجہ سے قتل نہ کرو۔"

اسی طرح احادیث میں بھی اکثر حرام کردہ چیزوں کا ذکر ہے، مثلاً رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ وَالْمَيْتَةِ وَالْخِنْزِيرِ وَالْأَصْنَامِ» [1]

''اللہ تعالیٰ نے شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی خرید و فروخت کو حرام قرار دیا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ اللّٰهَ إِذَا حَرَّمَ شَيْئًا حَرَّمَ ثَمَنَهُ» [2]

''اللہ تعالیٰ جب کسی چیز کو حرام کرتے ہیں تو اس کی قیمت کو بھی حرام کر دیتے ہیں۔''

قرآن مجید میں کئی جگہوں پر حرام چیزوں کی کچھ مخصوص قسموں کا ذکر آتا ہے، مثلاً کھانے کی اشیا میں حرام کردہ چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان کیا ہے:

﴿ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَ الدَّمُ وَ لَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَ مَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَ الْمُنْخَنِقَةُ وَ الْمَوْقُوْذَةُ وَ الْمُتَرَدِّيَةُ وَ النَّطِيْحَةُ وَ مَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَ مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَ اَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ ﴾ [المائدة: 3]

''تم پر مردار حرام کیا گیا ہے اور خون اور خنزیر کا گوشت اور وہ جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے اور گلا گھٹنے والا جانور اور جسے چوٹ لگی ہو اور گرنے والا اور جسے سینگ لگا ہو اور جسے درندے نے کھایا ہو، مگر

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [2236] صحيح مسلم، رقم الحديث [1581]

[2] سنن الدارقطني [7/3]

جو تم ذبح کر لو اور جو تھانوں پر ذبح کیا گیا ہو اور یہ کہ تم تیروں کے ساتھ قسمت معلوم کرو۔ یہ سراسر نافرمانی ہے۔''

نکاح کے بارے میں محرمات کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان فرمایا ہے:

﴿ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهٰتُكُمْ وَ بَنٰتُكُمْ وَ أَخَوٰتُكُمْ وَ عَمّٰتُكُمْ وَ خٰلٰتُكُمْ وَ بَنٰتُ الْأَخِ وَ بَنٰتُ الْأُخْتِ وَ أُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْ أَرْضَعْنَكُمْ وَ أَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَ أُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ ﴾

[النساء: 23]

''حرام کی گئیں تم پر تمھاری مائیں اور تمھاری بیٹیاں اور تمھاری بہنیں اور تمھاری پھوپھیاں اور تمھاری خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور تمھاری وہ مائیں جنھوں نے تمھیں دودھ پلایا ہو اور تمھاری دودھ شریک بہنیں اور تمھاری بیویوں کی مائیں۔''

مال کمانے کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے حرام کردہ چیزوں کو اس طرح بیان فرمایا:

﴿ وَ أَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا ﴾ [البقرة: 275]

''حالانکہ اللہ نے بیع کو حلال کیا اور سود کو حرام کیا۔''

حلال چیزوں کے بارے اللہ تعالیٰ نے ایک اصول بیان فرمایا کہ تمام پاکیزہ چیزیں حلال ہیں اور ان کی کثرت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو شمار نہیں کیا، جبکہ محرمات میں اس کے برعکس اللہ تعالیٰ نے ان کی تفصیل بیان کی اور ان کو شمار کر دیا، تاکہ ہم انھیں اچھی طرح جان لیں اور ان سے اجتناب کریں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَ قَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ ﴾

[الأنعام: 119]

”حالانکہ اس نے تمھارے لیے وہ چیزیں کھول کر بیان کر دی ہیں، جو اس نے تم پر حرام کی ہیں، مگر جس کی طرف تم مجبور کر دیے جاؤ۔“

حلال چیزوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اجمالی طور پر یہ فرما دیا:

﴿يَاۤاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا﴾ [البقرة: 168]

”اے لوگو! ان چیزوں میں سے جو زمین میں ہیں، حلال، پاکیزہ کھاؤ۔“

یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام اور اس کی رحمت ہے کہ اس نے اصلاً ہر چیز کو حلال رکھا ہے، حتیٰ کہ جب تک صراحت کے ساتھ کسی چیز کی حرمت بیان نہیں کر دی جاتی، اس وقت تک وہ حلال ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر خاص کرم اور احسان ہے۔ ہمیں اس پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت، حمد و ثنا اور شکر ادا کرنا چاہیے۔

بعض کمزور ایمان والے لوگوں کے سامنے جب حرام چیزیں بیان کی جاتی ہیں تو وہ اپنے سینے میں گھٹن محسوس کرتے اور شرعی احکام سے نالاں نظر آتے ہیں، پھر وہ اسلام میں سختی اور تشدد کا واویلا کرتے نظر آتے ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ ان کی کم عقلی، تنگ نظری اور ناسمجھی کی علامت ہے۔

کیا وہ یہ چاہتے ہیں کہ ان کے سامنے حلال چیزوں کو بھی اسی طرح بیان کیا جائے، جس طرح حرام چیزیں بیان کی جاتی ہیں؟

اس ضمن میں اگر صرف کھانے والی پاکیزہ چیزوں کو شمار کیا جائے تو وہ اَن گنت ہیں۔ مثال کے طور پر گوشت کھانے کے لیے مندرجہ ذیل حلال جانور میسر ہیں: اونٹ، گائے، بکری، خرگوش، ہرنی، بکرا، مرغی، بطخ، کبوتر، شترمرغ اور مچھلی وغیرہ۔

اسی طرح کھانے پینے کی دیگر اشیا میں سبزیاں، دالیں، پھل، چاول، گندم، جَو، پانی، دودھ، شہد، زیتون، سرکہ، نمک، زیرہ اور دیگر مسالا جات کی ایک لمبی فہرست موجود ہے۔

کھانے پینے سے ہٹ کر دیگر ضروریاتِ زندگی کی اشیا میں لکڑی، لوہا، ریت، سیمنٹ، پتھر، ربڑ، پلاسٹک، شیشہ، ہوائی جہاز، ہیلی کاپٹر، کاریں، بسیں، کشتیاں، بحری جہاز، فریج، فریزر، ائیر کنڈیشنڈ، واشنگ مشین، ڈرائر مشین، ہیٹر، بے شمار قسم کے آئل، معدنیات، کوئلہ، طب کے آلات، حساب و کتاب کے آلات، چمڑا، بال، اون اور الیکٹرونک اشیا شامل ہیں۔

الغرض حلال اشیا کی اتنی لمبی فہرست ہے کہ اسے شمار کرنا ناممکن ہے۔ نکاح، خرید و فروخت، ضمانت، قرض، ادھار، ہنر سیکھنا، بکریاں چرانا وغیرہ سبھی حلال کام ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حلال چیزوں کو احاطہ تحریر میں لانا ناممکن ہے۔

﴿ فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا ﴾

[النسآء: 78]

''پھر ان لوگوں کو کیا ہے کہ قریب نہیں ہیں کہ کوئی بات سمجھیں۔''

اعتراض:

دین میں تو بڑی آسانی ہے؟

جواب:

یہ بات درست ہے کہ دین میں آسانی ہے، لیکن لوگ اس کا غلط مفہوم مراد لیتے ہیں۔ دین میں آسانی کا مطلب یہ نہیں کہ لوگ جہاں چاہیں اپنی مرضی کر لیں۔ دین وہاں آسان ہوگا، جہاں اسے شریعت نے آسان رکھا ہے۔

یہ اصول اپناتے ہوئے ہمیں فرق کرنا چاہیے کہ دین صرف شرعی رخصتوں میں آسان ہے۔ مثلاً حالتِ سفر میں نماز جمع کرنا یا قصر کر کے پڑھنا، سفر میں روزہ افطار کر لینا، مقیم کا موزوں اور جرابوں پر ایک دن اور رات مسح کرنا اور مسافر کا تین دن اور تین راتیں مسح کرنا، پانی کے استعمال سے نقصان کا خطرہ ہو تو تیمّم کرنا، بارش کے وقت مریض کا نمازیں جمع کرنا، شادی کی غرض سے اجنبی عورت کو دیکھنا، قسم کے کفارے میں اختیار ہے، یعنی غلام آزاد کر لیں، کھانا کھلا دیں یا کپڑے پہنا دیں، مجبوری کے وقت مردار کھانا وغیرہ یہ سب شرعی رخصتیں ہیں۔

مسلمان کو یہ بھی علم ہونا چاہیے کہ حرام کردہ چیزوں میں بے شمار حکمتیں ہیں۔ مثلاً:

① اللہ تعالیٰ حرام کردہ چیزوں کے ساتھ بندوں کو آزماتے ہیں کہ وہ کیسے اعمال کرتے ہیں۔

② حرام کردہ چیزیں جنتیوں اور جہنمیوں میں فرق کرنے کا سبب ہیں۔ جہنمی خواہشات میں ڈوب جاتے ہیں، جس کی وجہ سے آگ ان پر غالب آجاتی ہے اور جنتی ناپسندیدہ چیزوں پر صبر کرتے ہیں، جس کی وجہ سے جنت ان کو اپنی آغوش میں لے لیتی ہے۔ اگر یہ آزمائش نہ ہوں تو نافرمان اور فرماں بردار کا فرق واضح نہ ہو سکے گا۔

③ اہلِ ایمان مشکل و مشقت کو اجر کے حصول اور اللہ کی رضا کی نظر سے دیکھتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ مشکل ان پر آسان ہو جاتی ہے اور اہلِ نفاق مشقت کو تکلیف، بیماری اور انتہائی پریشانی کی نظر سے دیکھتے ہیں، لہٰذا یہ مشقت ان پر مزید سخت ہو جاتی ہے اور اطاعت ان کے لیے مشکل ہو جاتی ہے۔

④ محرمات کو چھوڑ کر فرماں بردار لوگ ایمان کی اصل مٹھاس سے لطف اندوز

ہوتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ تَرَكَ شَيْئًا لِلّٰهِ عَوَّضَهُ اللّٰهُ خَيْرًا مِنْهُ))

''جو اللہ کے لیے کسی چیز کو چھوڑتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے اس کے عوض اس سے بہتر عطا فرماتے ہیں۔''

⑤ مطیع وفرماں بردار لوگ ایمان کے ذائقے کو اپنے دل میں پاتے ہیں۔

اس کتاب کا مطالعہ کرنے والا اس کتاب میں متعدد ایسی حرام کردہ چیزوں سے آگاہی حاصل کرے گا، جن کو شریعت نے حرام ٹھہرایا ہے اور آج اکثر مسلمانوں کے ہاں ان کا ارتکاب عام ہو چکا ہے۔

میں نے اس کتاب میں صرف ان حرام چیزوں کا تذکرہ کیا ہے، جن سے لوگ مال و دولت اکٹھی کرتے ہیں، مطلق طور پر ہر حرام کردہ چیز کو بیان نہیں کیا، اگر سب کو ذکر کرتا تو بات بہت لمبی ہو جاتی۔

میں نے اس کتاب کو چھے بڑے بڑے دورہ جات اور راؤنڈز میں تقسیم کیا ہے، پھر ہر بڑا دورہ چند چھوٹے چھوٹے دورہ جات اور راؤنڈز پر مشتمل ہے اور ہر چھوٹے دورے میں حرام کردہ اشیا کو مختلف ابواب میں تقسیم کیا ہے۔

و کتبه

أبو إسماعيل الحمراوي

إبراهيم بن فتحي عبد المقتدر

پہلا دورہ

① غلہ منڈی کا دورہ۔

② صرافہ بازار کا دورہ۔

③ کرنسی ایکسچینج کا دورہ۔

پختہ عزم کیجیے

أَيُّهَا الطَّالِبُ عِلْمًا إِيتِ حَمَّادَ بْنَ زَيْدٍ
تَسْتَفِدُ حِلْمًا وَعِلْمًا ثُمَّ قَيِّدْهُ بِقَيْدٍ
لَا كَثَوْرٍ وَكَجَهْمٍ وَكَعَمْرِو بْنِ عُبَيْدٍ

"اے طالبِ علم! حماد بن زید کے پاس جاؤ۔ اس سے حلم اور علم سیکھو، پھر اس کو اچھی طرح نوٹ کرلو۔ ثور، جہم اور عمرو بن عبید کی طرح نہ بن جانا۔"

اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ نئے دن کی ابتدا ہوتی ہے، طلوعِ فجر سے ہمارے اعمال کا سلسلہ شروع ہوتا ہے اور حق کی صدا اذان بلند ہوتی ہے۔

"اللہ أکبر، اللہ أکبر" "اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے۔"

ہمیشہ یہ فکر مند کر دینے والی ندا عمار کے کانوں میں پڑتی ہے، اس آواز کے وقت عمار کے پاس ایک فرشتہ اور ایک شیطان ہوتا ہے۔

فرشتہ کہتا ہے: نماز فجر کے لیے اٹھو اور اپنے دن کی ابتدا خیر کے ساتھ کرو۔

شیطان ملعون کہتا ہے: سوئے رہو اور اپنے دن کی ابتدا شر کے ساتھ کرو۔

اے انسان! ذرا سوچ اس وقت تجھ پر کس چیز کا غلبہ ہوتا ہے: خیر کا یا شر کا؟

اے انسان! کہیں تجھ پر نرم گرم بستر اور خوبصورت بیوی کا غلبہ تو نہیں؟ یا گرمی کی ٹھنڈی راتیں تجھ پر غالب تو نہیں؟ یا اس وقت حق کا غلبہ ہوتا ہے، نفس اللہ تعالیٰ کی طرف راغب ہوتا ہے اور موذن کے "اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ"

(نماز نیند سے بہتر ہے) تک پہنچتے پہنچتے شیطان کے سارے جال ٹوٹ جاتے ہیں۔

عمار جلدی جلدی نیند سے اٹھتا ہے، کیونکہ وہ اس حقیقت کو جانتا ہے کہ نماز نیند سے بہتر ہے۔ جس شخص کی دنیا میں نیند لمبی ہوگئی، قیامت کے دن اس پر فقر طاری ہوگا۔ عمار نے وضو کیا اور بڑی سکینت اور بڑے وقار کے ساتھ مسجد کی طرف روانہ ہوا۔ صفِ اول میں تکبیرِ تحریمہ کے ساتھ باجماعت فجر کی نماز ادا کی، پھر نماز کے بعد بیٹھ کر اذکار کیے۔

عمار نے اپنے استاد الشیخ صالح حفظہ اللہ کے ساتھ وقت مقرر کیا ہوا تھا، لہٰذا وہ مقرر وقت پر ان کے پاس گیا، لیکن الشیخ صالح نمازِ فجر کے بعد اذکار سے فارغ ہوکر نمازِ اشراق پڑھ کر گھر چلے گئے، کیوں کہ وہ مقرر وقت بھول گئے تھے۔

عمار اپنے استاد کے گھر گیا اور تین دفعہ دستک دی، لیکن کوئی جواب نہ آیا۔ عمار واپس آجاتا ہے، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ تین دفعہ سے زیادہ اجازت مانگنا جائز نہیں ہے۔

عمار پھر صبح آٹھ بجے الشیخ کے پاس گیا۔ دستک دی۔ شیخ ہنستے ہوئے خوش باش دروازے پر آئے، عمار کو خوش آمدید کہا اور اپنے دفتر میں لے گئے، پھر ناشتا لانے کے لیے اٹھے۔

عمار: شیخ صاحب! اللہ آپ کو برکت دے اور آپ کو اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ میں کھانے کے لیے یا کسی چیز کے سوال کے لیے نہیں آیا، بلکہ میں تو آپ سے کچھ سیکھنے کے لیے آیا ہوں۔

استاد: اللہ تجھے رشد و ہدایت عطا فرمائے۔ ہمیں تو مہمان نوازی کا حکم دیا گیا ہے۔ آؤ ناشتا کریں۔ دونوں نے اکٹھے ناشتا کیا، شیخ اپنے شاگرد سے بڑے بے تکلف ہوکر گفتگو کر رہے تھے۔

عمار: شیخ! اللہ آپ سے راضی ہو، اب سبق کا وقت ہے۔

استاد: ہاں، لیکن آج مجھے ایک ضروری کام تھا۔ کافی مدت سے مجھے اس کی فکر لاحق تھی، مگر دیگر مشغولیات کی وجہ میں وہ کام کر نہ پا رہا تھا۔

عمار: شیخ! اللہ تعالیٰ آپ کو برکت دے، وہ کون سا کام ہے؟

استاد: آج مسلمانوں کے بازار کا دورہ کرنے کا ارادہ تھا، تاکہ ہم ان کے کتاب و سنت سے مخالف اور متصادم معاملات کو دیکھیں، پھر انھیں وعظ و نصیحت کریں اور ان کو ان کے معاملات کا شرعی حل بتائیں۔

عمار: شیخ! اللہ آپ پر راضی ہو، آپ اس دور میں اس معاملے میں سبقت لے گئے ہیں۔ شیخ صاحب! سب سے پہلے کس بازار کا گشت کرنا چاہیے؟

استاد: آج غلہ منڈی کا گشت کریں گے۔

عمار: انجام اللہ کے پاس ہے، اجر بھی اسی پر ہے۔ آیئے چلتے ہیں۔

١

غلہ منڈی کا دورہ

پہلا باب

ناپ تول میں کمی کرنا

استاد اپنے شاگرد (عمار) کے ساتھ غلہ منڈی کی طرف جا رہے تھے کہ بازار میں داخل ہوتے وقت اچانک استاد صاحب رک گئے۔

عمار: استاد صاحب! خیر تو ہے، آپ رک کیوں گئے ہیں؟

استاد: عمار! بازار میں داخل ہونے کی دعا نہ بھولنا۔

عمار: شیخ! مجھے وہ دعا یاد نہیں، وہ کونسی دعا ہے؟

استاد: وہ دعا یہ ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ دَخَلَ السُّوقَ فَقَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، يُحْيِي وَيُمِيتُ، وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوتُ، بِيَدِهِ الْخَيْرُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ أَلْفَ أَلْفَ حَسَنَةٍ، وَمَحَا عَنْهُ أَلْفَ أَلْفَ سَيِّئَةٍ، وَرَفَعَ لَهُ أَلْفَ أَلْفَ دَرَجَةٍ، وَبَنٰى لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ» [1]

”جو شخص بازار میں داخل ہو کر (مذکورہ دعا) پڑھے: اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لیے بادشاہت ہے اور اسی کے لیے حمد ہے، وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے، وہ زندہ

[1] سنن الترمذي [5/491] المستدرك للحاكم [1/538]

ہے اور اسے کبھی موت نہ آئے گی، اس کے ہاتھ میں خیر ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، (جو شخص یہ دعا پڑھتا ہے) اللہ تعالیٰ اس کے لیے دس لاکھ نیکیاں لکھتا ہے اور دس لاکھ برائیاں مٹا دیتا ہے اور دس لاکھ درجات بلند کر دیتا ہے اور اس کے لیے جنت میں گھر تیار کر دیتا ہے۔''

عمار نے یہ دعا پڑھی، پھر دونوں بازار میں داخل ہوئے۔ بازار سے گزرتے ہوئے عمار کی نظر ایک آدمی پر پڑی، جو چاول ماپ رہا تھا۔ عمار نے اس کی طرف غور کیا، اس نے پیمانے کو بھرا، پھر اوپر اور چاول ڈالے اور دونوں ہاتھوں سے ان کو روک کر رکھا، تاکہ چاول نیچے نہ گریں۔ جتنے چاول پیمانے کے اندر تھے، تقریباً اتنے ہی پیمانے کے اوپر تھے۔ عمار کھڑا ہو کر اسے دیکھنے لگا، پھر وہی آدمی گندم ماپنے لگا، لیکن اس دفعہ وہ چاولوں کی طرح نہیں ماپ رہا تھا، پیمانے کو کم رکھتا تھا، بلکہ اس نے پیمانہ ہی بدل لیا تھا۔

عمار: شیخ! اس آدمی کے فعل کے بارے آپ کی کیا رائے ہے اور شریعت میں اس کا کیا حکم ہے؟

استاد: یہ تو بالکل حرام ہے۔

عمار: شیخ! اگر آپ اجازت دیں تو میں اس سے اس بارے میں بات کروں؟

استاد: ٹھیک ہے، جاؤ۔

عمار مسکراتے ہوئے اس آدمی کے پاس گیا اور السلام علیکم و رحمۃ اللہ کہا۔ وہ آدمی بغیر کسی کی پروا کیے اپنے کام میں مشغول تھا۔

اس دکاندار نے جواب دیا: وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ۔

عمار: بھائی جان! اللہ آپ کو حفاظت میں رکھے اور برکت دے۔ آپ کا نام کیا ہے؟

دکاندار آدمی: کیا؟

عمار: میں نے عرض کی ہے کہ آپ کا نام کیا ہے؟

دکاندار آدمی: آپ میرا نام کیوں پوچھ رہے ہو؟

عمار: میں آپ سے تھوڑی سی بات کرنا چاہتا ہوں اور مخاطب کرنے کے لیے آپ کا نام جاننا چاہتا ہوں۔

وہ آدمی: میرا نام رجب خلیفہ ابوشوقی ہے۔

عمار: ابوشوقی! میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ آپ کے کاروبار میں برکت پیدا فرمائے اور اللہ آپ کو وسیع اور حلال رزق عطا فرمائے۔ میں آپ کا دینی بھائی عمار محمد عبدالرحمٰن ہوں۔

ابوشوقی: آمین، خوش آمدید۔

عمار: بھائی! یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟

ابوشوقی: میں اپنے خریدنے کے لیے چاول ماپ رہا ہوں اور گندم دوسروں کو بیچنے کے لیے ماپ رہا ہوں۔

عمار: اللہ آپ کو برکت دے! میں نے آپ کو چاول ماپتے ہوئے دیکھا کہ آپ پیمانے سے کافی زائد ماپ رہے تھے، جب کہ گندم میں آپ ایسا نہیں کر رہے، ابوشوقی! دونوں میں یہ فرق کیوں ہے؟

ابوشوقی: عمار صاحب! یہ ایک راز ہے۔ کاروباری ذہانت اور مہارت ہے اور رزق کا معاملہ خفیہ ہی ہوتا ہے۔

عمار: ابوشوقی! یہ تو زیادتی ہے کہ جب دوسروں کے لیے ماپو تو کم اور اپنے لیے ماپو تو پورا پورا۔

ابوشوقی: میں نے آپ سے عرض کی ہے کہ یہ کاروباری ہوشیاری اور چالاکی ہے۔

عمار: اگر آپ کی اجازت ہو تو کیا میں تمھارے ساتھ اسی معاملے میں اختلاف کر سکتا ہوں؟ میں آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جو آپ کر رہے ہیں یہ تو ناجائز، بلکہ حرام ہے۔

ابوشوقی: (پھولتی ہوئی رگوں سے غصے اور جوش کے ساتھ کہنے لگا) تم تو ہم پر ہر چیز کو حرام کرتے جا رہے ہو۔ لیکن عمار مسکراتے ہوئے اس کی بات سن رہا ہے۔

عمار: اللہ آپ کو جزا دے! ہمیں آپس میں اختلاف کرنے کے بجائے اپنے شیخ سے اس بارے میں پوچھنا چاہیے۔

ابوشوقی: یہ مسئلہ تو بڑا پیچیدہ سا لگ رہا ہے۔ شیخ کہاں ہیں؟ ان سے دریافت کرتے ہیں۔

عمار: اللہ تمھاری حفاظت کرے، شیخ وہ کھڑے ہیں۔

دونوں شیخ کی طرف گئے اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا۔

استاد: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

عمار: شیخ! اللہ آپ کو برکت دے۔ ابھی ابوشوقی جس طرح ناپ تول کر رہا تھا، آپ نے اسے دیکھا ہے۔ اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

استاد: ابوشوقی اللہ تمھاری حفاظت کرے! یہ نہ سمجھنا کہ ہم اپنی طرف سے کسی چیز کو حرام یا حلال قرار دیتے ہیں، بلکہ یہ تو اللہ کی ذات ہے جو کسی چیز کو حلال یا حرام کرتی ہے۔ ہمارا دین ہمارے لیے جس چیز کو حلال کرے، وہ حلال ہے اور جس چیز کو حرام کرے، وہ حرام ہے۔ ہمارے لیے کسی طرح بھی یہ جائز نہیں کہ ہم اپنی طرف سے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت

میں کوئی بات کریں۔ ہم اسی چیز کو حلال یا حرام ٹھہراتے ہیں، جس کے لیے کتاب اللہ یا سنتِ رسول ﷺ سے صحیح دلیل ملتی ہو۔

ابوشوقی: ہاں، میں اس چیز کو جانتا ہوں۔

استاد: اب ہم آپ کے معاملے کی طرف آتے ہیں۔ شریعت میں اس فعل کو مندرجہ ذیل نام دیا جاتا ہے: ناپ تول میں کمی کرنا۔ یعنی انسان جب اپنے لیے ناپ تول کرے تو پورا پورا کرے اور جب دوسروں کے لیے ناپے تولے تو کمی کرے اور لوگوں کا حق تلف کرے۔ یہ بڑی مذموم حرکت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے حرام ٹھہرایا ہے اور اس بارے میں قیامت تک تلاوت کی جانے والی آیات نازل فرمائی ہیں:

﴿ وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ ۝ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَوْ وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ ۝ أَلَا يَظُنُّ أُولَٰئِكَ أَنَّهُمْ مَّبْعُوثُونَ ۝ لِيَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَٰلَمِينَ ﴾ [المطففين: 6,1]

”بڑی ہلاکت ہے ماپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے۔ وہ لوگ کہ جب لوگوں سے ماپ کر لیتے ہیں تو پورا لیتے ہیں۔ اور جب انھیں ماپ کر، یا انھیں تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں۔ کیا یہ لوگ یقین نہیں رکھتے کہ بے شک وہ اٹھائے جانے والے ہیں۔ ایک بہت بڑے دن کے لیے۔ جس دن لوگ رب العالمین کے لیے کھڑے ہوں گے۔“

اللہ تعالیٰ نے شدید وعید بیان کی ہے کہ ایسے لوگ جو ناپ تول کے ذریعے لوگوں کا حق تلف کرتے ہیں، ان کے لیے جہنم کی ایک ایسی وادی ہے،

جس میں ان کو خون اور پیپ پلائی جائے گی۔

﴿ اَلَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ﴾ یعنی جب وہ لوگوں سے کچھ خریدتے ہیں تو پورا پورا ماپ کر اور وزن کر کے لیتے ہیں۔

﴿ وَاِذَا كَالُوْهُمْ﴾ یعنی جب وہ دوسروں کو وزن کر کے دیتے ہیں: ﴿يُخْسِرُوْنَ﴾ تو کم ناپتے اور تولتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ڈانٹ پلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ﴾ یعنی ماپ تول میں کمی کرنے والے اس بات کو بھول چکے ہیں کہ مرنے کے بعد دوبارہ ان کو زندہ کیا جائے گا اور حساب کتاب کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیا جائے گا۔

﴿ يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ یعنی لوگ ڈرے ہوئے، جھکے ہوئے اللہ تعالیٰ کے فیصلے کا انتظار کر رہے ہوں گے اور دیر تک کھڑے رہیں گے۔ اس شدت کی گرمی میں کھڑے کھڑے کوئی اپنے پسینے میں ڈبکیاں کھا رہا ہوگا اور کوئی اپنے کانوں کی لو تک پسینے میں ڈوبا ہوا ہوگا۔[1]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« ﴿يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ حَتّٰى يَغِيْبَ أَحَدُهُمْ فِيْ رَشْحِهِ إِلَى أَنْصَافِ أُذُنَيْهِ »[2]

''جس دن لوگ دونوں جہان کے پالنے والے کے سامنے حساب دینے کے لیے کھڑے ہوں گے، تو کانوں کی لو تک پسینے میں

---

[1] أيسر التفاسير [534/5]

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث [4938]

ڈوب جائیں گے۔‘‘

ان آیات مبارکہ کی رو سے ناپ تول میں کمی کرنا یا زائد وصول کرنا حرام ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« خَمسٌ بِخَمسٍ، مَا نَقَضَ قَومٌ العَهدَ إِلَّا سُلِّطَ عَلَيهِم عَدُوُّهُم، وَمَا حَكَمُوا بِغَيرِ مَا أَنزَلَ اللّٰهُ إِلَّا فَشَا فِيهِمُ الفَقرُ، وَلَا ظَهَرَت فِيهِمُ الفَاحِشَةُ إِلَّا فَشَا فِيهِمُ المَوتُ، وَلَا طَفَّفُوا المِكيَالَ إِلَّا مُنِعُوا النَّبَاتَ، وَأُخِذُوا بِالسِّنِينَ، وَلَا مَنَعُوا الزَّكَاةَ إِلَّا حُبِسَ عَنهُمُ القَطرُ »[1]

’’پانچ کاموں کے بدلے پانچ چیزیں آئیں گی:

① جو قوم عہد کو توڑ دے گی، ان پر ان کے دشمنوں کو مسلط کر دیا جائے گا۔

② جو لوگ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ حکموں کے علاوہ کسی اور چیز سے فیصلہ کریں گے، ان پر فقر و تنگ دستی چھا جائے گی۔

③ جس قوم میں فحاشی عام ہوگی، اس میں موتیں کثرت سے ہوں گی۔

④ جو قوم ناپ تول میں کمی کرے گی، ان پر ہریالی (سبزہ) نہیں آئے گی اور وہ قحط سالی کا شکار ہوگی۔

⑤ جو قوم زکات دینا چھوڑ دے گی، ان پر بارش نہیں برسائی جائے گی۔

ابو شوقی! ناپ تول میں کمی کرنے والوں کا ایک واقعہ سنو، جو ان کی زندگی میں پیش آیا۔ یہ واقعہ بہت غم ناک اور نصیحت آموز ہے۔

ابو شوقی: شیخ صاحب! وہ کیا واقعہ ہے؟

---

[1] صحیح الجامع، رقم الحدیث [3240]

استاد: امام مالک بن دینار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے ہمسائے کے پاس گیا اور اس وقت اس پر موت طاری ہو رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا: آگ کے دو پہاڑ... ہائے! آگ کے دو پہاڑ! میں نے کہا: تم یہ کیا بہکی بہکی باتیں کر رہے ہو؟ اس نے کہا: ابو یحییٰ! میرے پاس دو پیمانے تھے۔ ایک کے ساتھ میں ماپ کر لیتا تھا اور دوسرے سے میں دوسروں کو ماپ کر دیتا تھا۔ مالک کہتے ہیں: میں نے ایک پیمانے کو دوسرے پر مارا اور دونوں کو توڑ ڈالا۔ اس نے کہا: ابو یحییٰ! جب تو نے ان کو توڑا، میری ہڈیوں کی تکلیف میں اور اضافہ ہو گیا ہے، پھر وہ آدمی اسی بیماری میں فوت ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ اَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ ۝ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ﴾ [الشعراء:182,181]

”ماپ پورا دو اور کم دینے والوں میں سے نہ بنو۔ اور سیدھی ترازو کے ساتھ وزن کرو۔“

یعنی بغیر کمی کے پورا پورا ماپو اور ان لوگوں میں سے نہ ہونا جو ناپ تول میں کمی کرتے ہیں اور صحیح میزان سے تولو۔

یہ تمام نصوص ناپ تول میں کمی کرنے کی حرمت پر دلالت کرتی اور بتاتی ہیں کہ یہ بہت برا عمل ہے۔

ابوشوقی: اللہ آپ کو برکت دے۔ اللہ کی قسم! مجھے اس کی حرمت کے بارے میں کچھ بھی علم نہ تھا اور میں تمھیں گواہ بناتا ہوں کہ جو میں نے ابھی غلط ماپا تھا، اس کو صحیح ماپتا ہوں اور آئندہ میں کسی بھی مسلمان کو ایسا کرتا دیکھوں گا

تو اسے بھی نصیحت کروں گا اور اسے اس قبیح حرکت سے منع کروں گا۔

عمار: شیخ! اب ہم اپنی مجلس برخواست کرتے ہیں اور ابوشوقی! اللہ تمھاری غلطی معاف کرے اور تمھیں برکت عطا فرمائے۔

استاد: عمار! میں نے ارادہ کیا ہے کہ اس گشت کے ذریعے سے تجھے مسلمانوں کے کچھ عملی کاموں سے آگاہی دوں، کیونکہ بسا اوقات دورانِ پڑھائی طالب علم کے ذہن میں ایسے سوالات جنم لیتے ہیں یا کبھی عملی زندگی میں ایسا واقعہ پیش آ جاتا ہے، تو میں نے تیری مشق کے لیے یہ سب کچھ کیا ہے، اسے اچھی طرح یاد کر لینا۔

عمار: جزاك الله! اللہ آپ کو عزت دے۔

اسی دوران میں شیخ، عمار اور ابوشوقی اٹھ کھڑے ہوئے۔ شیخ نے واپسی کے ارادے سے ابوشوقی سے اجازت مانگی، لیکن اچانک ابوشوقی نے مشروب بیچنے والے کو آواز دے کر مشروب منگوایا اور کہا: آپ یہ مشروب ضرور پییں گے۔

استاد: اللہ آپ کو برکت دے! اس تکلف کی کیا ضرورت تھی؟

ابوشوقی: کوئی بات نہیں۔

استاد: اللہ آپ کو بہتر جزا دے۔

ابوشوقی نے مشروب منگوایا، انھوں نے پیا۔ ابوشوقی شیخ سے گلے ملا اور اپنی طرف سے بڑی محبت کا اظہار کیا۔ شیخ نے اس کے لیے خیر کی دعا فرمائی اور کہا کہ ہم شکر کرتے ہیں کہ تجھے بہت جلد حق بات سمجھ آئی اور میں اللہ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ تیرے کام میں برکت پیدا فرمائے۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔

ابوشوقی: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔

دوسرا باب

پکنے سے پہلے پھلوں کی خرید و فروخت

شیخ نے ابوشوق کو الوداع کہا، پھر اپنے شاگرد کے ساتھ بازار میں چلنے لگے، تا کہ بازار میں مسلمانوں کا قرآن و سنت سے متصادم کوئی اور معاملہ دیکھیں۔ اسی دوران میں انھوں نے بازار میں دو آدمیوں کو آپس میں اختلاف کرتے دیکھا۔ وہ بلند آواز سے باتیں کر رہے تھے۔ ایک دوسرے سے کہہ رہا تھا: تو اللہ سے ڈر جا، یہ تجھ پر حرام ہے۔ چار مہینے سے تیرا اور میرا گندم کا معاہدہ ہو چکا ہے اور میں تجھے اس کی مکمل قیمت بھی دے چکا ہوں۔ دوسرا کہہ رہا تھا: تو قیمت کے معاملے میں مجھ پر ظلم کر رہا ہے۔ اگر مجھے ضرورت اور مجبوری نہ ہوتی تو میں کبھی تیرے ساتھ سودا نہ کرتا۔ یہ تو سراسر ظلم ہے۔

شیخ صالح ان دونوں کے پاس گئے۔

استاد: السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

تاجر: وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

استاد: آپ دونوں ذرا آرام سے بات کریں۔ اللہ کے حکم سے تم دونوں کا معاملہ حل ہو جائے گا۔ تمھارا نام کیا ہے؟

پہلا آدمی: ابوفہد۔

دوسرا آدمی: ابوعلی۔

استاد: آپ دونوں کا کیا معاملہ ہے؟

ابو فہد: شیخ! میں نے اپنی گندم کاشت کرے، ایک مہینہ بعد جب کہ گندم ابھی بالکل بھی ہری بھری تھی، میں شدید مالی بحران کا شکار ہوگیا۔ میرا بیٹا بیمار ہوگیا اور اس وقت میرے پاس اس کے علاج کے لیے بالکل پیسے نہ تھے۔ میں ابو علی کے پاس آیا تو میں نے اسے کہا: میری گندم کی اس سال کی ساری پیداوار تم ایک ہزار پاؤنڈ کے بدلے خرید لو۔ ہمارا سودا طے پا گیا اور اس نے مجھے ایک ہزار پاؤنڈ دے دیے۔ اس وقت ابھی گندم نے کونپلیں بھی نہ نکالی تھیں اور ابھی اس کا پھل بالکل ظاہر نہ ہوا تھا۔

اب جب کہ گندم تیار ہوئی اور میں نے اسے کاٹا تو پیداوار بہت زیادہ ہوئی ہے، جس کی قیمت دو ہزار پاؤنڈ بنتی ہے۔ میں نے اسے کہا ہے کہ تو اپنی رقم کے عوض مجھ سے گندم لے لے اور باقی پیداوار چھوڑ دے، لیکن یہ اس بات پر ضد کر رہا ہے کہ وہ ساری پیداوار لے گا۔

ابو علی: اس نے اپنی مرضی سے میرے ساتھ سودا طے کیا تھا۔ اب یہ کس لیے مطالبہ کر رہا ہے اور سودا طے کرتے وقت میں نے اسے علاحدہ ہونے سے پہلے ردّ و بدل کا اختیار دیا تھا، لیکن اس نے کوئی بات نہ کی۔ اب تو چار مہینوں سے ہمارا سودا طے ہو چکا ہے۔

استاد: اللہ تم دونوں کی حفاظت فرمائے۔ قیمت وغیرہ میں اختلاف سے پہلے یہ غور کریں کہ تمھارا یہ سودا صحیح بھی ہے یا نہیں؟

اس سوال پر ابو فہد اور ابو علی حیرت بھری نگاہوں سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے اور دونوں نے ایک ساتھ کہا: صحیح یا غیر صحیح؟ شیخ اس کا کیا مطلب ہے؟

استاد: تمھارا یہ سودا غلط اور ناجائز ہے۔ بیچنے والے کو قیمت لینے کا حق ہے اور نہ

خریدنے والے کو سودا لینے کا حق ہے، کیوں کہ یہ سودے بازی باطل ہے۔

ابو علی: باطل!! شیخ ہم نے سودے کی جو صورت آپ کے سامنے رکھی ہے، کیا یہ صحیح نہیں؟

استاد: کیا سب سے پہلے ہم یہ نہ جان لیں کہ بیع کی اس صورت کا نام کیا ہے؟

ابو فہد: شیخ! بتائیں، اس کا کیا نام ہے؟

استاد: اس قسم کا نام "بَیْعُ الثِّمَارِ قَبْلَ بُدُوِّ صَلَاحِهَا" (پکنے سے پہلے پھلوں کی سودے بازی ہے) خواہ پھل ہو یا دانہ پکنے سے پہلے اس کی خرید وفروخت ناجائز ہے۔

ابو علی: شیخ صاحب! سارے کاشت کار اسی طرح کرتے ہیں؟

ابو فہد: شیخ! پھل پکنے کی نشان دہی کیسے ہوگی؟

استاد: جب پھل رنگت بدل کر اس حالت میں پہنچ جائے، جس میں عام طور پر قابلِ استعمال ہو سکے، یعنی جب اسے کھایا جا سکے اور اگر دانہ وغیرہ ہو تو وہ پختہ ہو جائے، ایسی حالت کے علاوہ پھل وغیرہ کی خرید وفروخت باطل اور ناجائز ہے۔

ابو علی: غصے میں اور بلند آواز سے بولا: باطل ہے، صحیح نہیں!! یہ کیوں حرام ہے؟ کس نے اسے حرام کیا ہے؟ ہمیں اس کی دلیل دو! ہمیں لوگوں کی آرا سے نہیں، بلکہ شریعت سے اس کا حکم بتاؤ۔

ابو فہد: بھائی جان صبر سے کام لیں۔ پہلے تو ہمیں اس کا علم نہ تھا، اب ہم اسے اچھی طرح سمجھ لیتے ہیں۔ ہاں شیخ اس کی وضاحت کریں۔

استاد: پھل پکنے سے پہلے اس کی خرید وفروخت حرام ہے، کیونکہ ایسی صورت میں یہ نامعلوم چیز کی بیع ہے، جو دھوکے میں شامل ہوتی ہے اور یہ لوگوں کا مال باطل طریقے سے کھانے کا ایک ذریعہ ہے، اس بات کی دلیل مندرجہ

ذیل حدیثِ نبوی ہے۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

① « إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتّٰى تُزْهِيَ، قِيلَ: وَمَا تُزْهِي؟ قَالَ: حَتّٰى تَحْمَرَّ، قَالَ: أَرَأَيْتَ إِنْ مَنَعَ اللّٰهُ الثَّمَرَةَ بِمَ يَسْتَحِلُّ أَحَدُكُمْ مَالَ أَخِيهِ »[1]

"رسول اللہ ﷺ نے پھلوں کی بیع کرنے سے منع فرمایا، حتی کہ وہ نکھر جائیں۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا: نکھر جانے کا کیا مطلب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ سرخ ہو جائیں۔ پھر فرمایا: تمھارا کیا خیال ہے اگر (آفت آ جائے) اور اللہ تعالیٰ پھل کو روک لیں تو اپنے بھائی کا مال کس چیز کے بدلے لو گے؟"

② « وَنَهٰى ﷺ عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا، نَهٰى الْبَائِعَ وَالْمُبْتَاعَ »[2]

"آپ ﷺ نے پھلوں کو بیچنے سے منع فرمایا، حتی کہ ان کی درستی واضح ہو جائے۔ آپ ﷺ نے اسے بیچنے اور خریدنے والے کو منع فرمایا۔"

③ « نَهٰى عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتّٰى يَزْهُوَ، وَعَنْ بَيْعِ السُّنْبُلِ حَتّٰى يَبْيَضَّ وَيَأْمَنَ الْعَاهَةَ »[3]

"آپ ﷺ نے کھجور کی خرید و فروخت سے منع فرمایا، حتی کہ وہ نکھر آئے اور خوشے کے سفید ہونے اور آفت سے محفوظ ہونے تک اس کی بیع سے منع فرمایا۔"

---

① صحيح البخاري، رقم الحديث [2198] صحيح مسلم، رقم الحديث [1555]

② **صحيح**. مسند أحمد [7/2]

③ صحيح مسلم، رقم الحديث [1535]

ان احادیث کی بنیاد پر اس طرح کرنا جائز نہیں، جس طرح آج کل کے کاشتکار کرتے ہیں کہ ایک آدمی کسی دوسرے کے پاس جا کر کہتا ہے: تو مجھ سے گندم یا چاولوں کی اس سال کی پیداوار ایک ہزار پاؤنڈ کے بدلے خرید لے، جب کہ گندم یا چاول ابھی اُگ رہے ہوتے ہیں اور آفتوں سے محفوظ بھی نہیں ہوتے۔ خدانخواستہ ایسی صورت میں اگر آفت وغیرہ آجائے اور فصل تباہ ہو جائے تو کیا نتیجہ نکلے گا؟ اس لیے یہ حرام ہے۔

ابوعلی: شیخ! جب خریدنے یا فروخت کرنے کا ارادہ کریں تو ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

استاد: انتظار کرو، حتی کہ فصل کی ڈالیاں سفید اور مضبوط ہو جائیں، وہ کسی ناگہانی مصیبت سے محفوظ ہو جائے اور اس کا پھل واضح ہو جائے۔

ابوفہد: شیخ! جس طرح ہم نے سودا کیا ہے، کیا یہ بالکل ناجائز ہے؟

استاد: ہاں، یہ بالکل ناجائز ہے۔

ابوعلی: شیخ! اللہ آپ کو جزا دے، آپ نے ہمارے مسئلے کے بارے میں ہمیں اچھی طرح آگاہ کر دیا ہے۔

ابوفہد: شیخ! جو ایک ہزار پاؤنڈ میں نے ابوعلی سے لیا تھا اور ہمیشہ میرے پاس ہی رہا، اب اس کا کیا حکم ہے؟

استاد: اگر تیرے پاس ہے تو ابھی اسے واپس کر دے۔ اگر نہیں تو یہ تجھے مہلت دے دیتا ہے، پھر واپس کر دینا۔

ابوعلی: شیخ! اللہ کی قسم یہ میرا دینی بھائی ہے اور میں اسے مہلت دیتا ہوں۔ ابوفہد! جب بھی تیرے پاس پیسے ہوئے تو واپس کر دینا، کوئی حرج نہیں۔

ابوفہد: ابوعلی! اللہ تجھے جزا دے۔ شیخ! اللہ آپ کو بھی جزا عطا فرمائے۔ ہم

آپ سے وعدہ کرتے ہیں کہ آیندہ کبھی ہم اس طرح کا سودا نہیں کریں گے اور اگر کسی اور آدمی کو ایسا کرتے دیکھا تو اسے بھی سمجھائیں گے۔

استاد: اللہ تمھاری خرید و فروخت اور کاروبار میں برکت پیدا فرمائے۔ ہم اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے تمہیں بہت جلد حق بات کی سمجھ عطا فرمائی۔ شیخ نے ابو فہد اور ابوعلی کو السلام علیکم و رحمۃ اللہ کہتے ہوئے الوداع کیا۔

ابوعلی: وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

ابوفہد: اللہ آپ کو اپنے حفظ و امان میں رکھے۔

شیخ نے لوگوں کے بہت جلد حق بات قبول کرنے پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان فرمائی اور عمار سے کہا: عمار جان لو کہ لوگوں میں بہت زیادہ خیر ہے، لیکن وہ چاہتے ہیں کہ کوئی انہیں حق بات بتانے اور اللہ کے قریب کرنے والا ہو۔

عمار: شیخ! اللہ آپ کو جزا دے اور برکت عطا فرمائے۔

پھر شیخ صالح اور عمار دونوں بازار میں کوئی اور نیا معاملہ تلاش کرنے لگے۔

تیسرا باب

قبضے میں لینے سے پہلے چیز آگے فروخت کرنا

شیخ صالح اور ان کا شاگرد عمار بازار میں دو آدمیوں کے پاس سے گزرے۔ ایک دوسرے سے کہہ رہا تھا۔ ابوراشد! جو تو کر رہا ہے، یہ تجھ پر حرام ہے۔ میرے گھر میں ہر طرف چاول پڑے ہوئے ہیں۔ میرا مکان تنگ ہے۔ میں نے اپنا گھوڑا بچوں کے سونے والے کمرے میں باندھا ہوا ہے۔

ابوراشد: ابوخالد! میں نے تھوک کے تاجر سے بات کی ہوئی ہے، ہمارا سودا بھی طے پا گیا ہے، عن قریب وہ تمھاری بستی میں آئے گا اور جس جس سے میں نے چاول خریدے ہیں، وہ لے جائے گا، تم آیندہ ہفتے تک انتظار کرو۔

ابوخالد: ہفتے کا دن!! ابھی ایک ہفتہ اور انتظار کروں! پہلے ہی دو ہفتے گزر گئے ہیں، یہ تو صحیح نہیں، پھر ابو خالد نے دیکھا کہ لوگوں کی ایک جماعت جن سے ابوراشد نے چاول خریدے تھے، وہ دور سے آتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے، ابوراشد نے ان کو دیکھا کہ وہ بھی غصے میں ہیں۔

ابوخالد: آؤ جناب! سعد، حمودہ، مخیمر، غریب اور عیاد بایہ سب وہ لوگ ہیں جن سے تو نے چاول خریدے ہیں۔

یہ سب آتے ہی ابوراشد پر بھڑک اٹھے اور ان کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔

سعد: یہ تو اچھی بات نہیں۔

حمودہ: یہ تو بالکل نازیبا حرکت ہے۔

خمیر: اگر تو اپنے چاول لینے نہ آیا تو ہم انہیں سڑک پر پھینک دیں گے اور پھر ہم سے کسی چیز کا مطالبہ نہ کرنا۔

غریب: ہمارے گھر میں تو بیٹھنے کے لیے بھی جگہ نہیں، ہم نے اپنے سونے والے کمرے میں تیرے چاول رکھے ہوئے ہیں۔ ابوراشد صاحب کوئی حد بھی ہوتی ہے۔

اسی طرح سب اونچی اونچی باتیں کرنے لگے۔ شیخ اور عمار نے وہاں سے گزرتے ہوئے اس سارے معاملے کا مشاہدہ کیا۔

عیاد: ٹھہر جاؤ! میرے ذہن میں ایک تجویز ہے۔

سب لوگ: عیاد صاحب! آپ کے پاس کیا تجویز ہے؟

عیاد: (عیاد نے شیخ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا) وہ آدمی بڑا اچھا اور سمجھ دار معلوم ہوتا ہے۔ کیا خیال ہے کہ اگر اس سے فیصلہ کروالیں اور اس کے فیصلے پر راضی ہو جائیں؟

سب لوگ: عیاد! آپ نے بالکل ٹھیک کہا ہے۔ سعد نے شیخ کو آواز دی۔

سعد: شیخ صاحب! اگر وقت ہو تو تھوڑی دیر ہماری بات سن لیں۔

استاد: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

سب لوگ: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

استاد: تم آپس میں کس چیز میں اختلاف کر رہے ہو؟

سعد: شیخ صاحب! یہ ابوراشد ایک تاجر ہے۔ فصل کی کٹائی کے دنوں میں یہ کاشت کاروں سے چاول یا گندم خریدتا ہے۔ کسی سے ایک ٹن، کسی سے دو

ٹن اور کسی سے آدھا ٹن، قیمت سب کو ادا کر دیتا ہے، لیکن چاول نہیں اٹھاتا، دو یا تین ہفتوں کے بعد یہ کسی تھوک کے تاجر کے پاس جاتا ہے اور اسے کہتا ہے: میرے پاس ایک سوٹن چاول ہیں۔ میں بیچنا چاہتا ہوں، وہ تاجر اس سے پوچھتا ہے کہ چاول کہاں پڑے ہیں؟ یہ بتاتا ہے کہ فلاں فلاں کے پاس ہیں، پھر یہ اس تاجر کو چاول بیچ دیتا ہے، یہاں تک ابوراشد کا کردار اور دخل اندازی ہے، اس کے بعد وہ تھوک والا تاجر متعلقہ لوگوں سے ایک ایک یا دو دوٹن جمع کرتا ہے اور چاول اٹھا لیتا ہے۔

شیخ آپ جانتے ہیں کہ ہم کاشتکار لوگ ہیں۔ دو تین ہفتے یا جتنی دیر تک یہ چاول نہیں اٹھاتا، ہم اتنی دیر تک پریشانی میں رہتے ہیں۔ آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے؟

استاد: یعنی ابوراشد تم سے چاول خرید لیتا ہے، لیکن یہ اپنے گودام میں منتقل نہیں کرتا اور جب تک دوسرا تاجر نہیں آ جاتا، اس وقت تک چاول تمھارے پاس ہی پڑے رہتے ہیں؟

سب لوگ: ہاں۔

استاد: یعنی ابوراشد کا کردار فقط اتنا ہے کہ یہ سودا طے کرتا ہے، قیمت دیتا ہے اور دوسرے تاجر کو بھیج دیتا ہے۔

غریب: ہاں شیخ! اس بارے میں کیا حکم ہے؟

استاد: قبل اس کے کہ ہم تمھارے معاملے کا کوئی حل نکالیں، ہمیں سب سے پہلے اس صورت کی اصل حقیقت معلوم کرنی چاہیے؟

سب لوگ: کیا مطلب؟

استاد: سب سے پہلے تو یہ غور کریں کہ جس طرح سودا تم کرتے ہو، یہ صحیح بھی ہے یا نہیں؟

مخیمر: ارے تم تو ہمارے پاس ایسے سنی شخص کو لائے ہو جو عن قریب ہم پر ہر چیز حرام کر دے گے۔

مخیمر کی بات پر سب ہنس پڑے۔

غریب: لگتا ہے ہماری تو زندگی حرام میں ڈوبی ہوئی ہے۔

استاد: بڑی حکمت و دانائی اور شرح صدر کے ساتھ، بڑے نرم لہجے میں مخیمر سے مخاطب ہوئے: اللہ تم پر رحم کرے! ہم کسی چیز کو اپنی طرف سے حرام نہیں ٹھہراتے، بلکہ حرام یا حلال کرنے والی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ حلال اور حرام کے لیے ہمیں شریعت کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّ هٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ﴾ [النحل: 116]

''اور اس کی وجہ سے جو تمھاری زبانیں جھوٹ کہتی ہیں، مت کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے، تاکہ اللہ پر جھوٹ باندھو۔ بے شک جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پاتے۔''

جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کو حرام ٹھہرا دیں تو پھر ہنسنا کس بات کا؟ یہ تو کم علمی کی بات ہے، ہنسی تو اس بات پہ آتی ہے جو کوئی عجیب لگے۔

سب لوگ: معذرت، شیخ صاحب!

استاد: اللہ تمھیں معاف فرمائے۔ بیع کی جو صورت تم نے ذکر کی ہے، یہ قطعی طور پر حرام ہے اور جب کسی بیع میں کوئی باطل چیز واقع ہو جائے تو بیچنے والے

کو یہ حق نہیں کہ اس کی قیمت لے اور نہ خریدنے والے کو حق ہے کہ سودا لے۔

احادیثِ نبویہ اس کے باطل اور ناجائز ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ کسی بھی سودے کو اس وقت تک آگے بیچنا جائز نہیں، جب تک اسے اپنے قبضے میں نہ لے لیا جائے یا جب تک اسے اپنے گودام اور سٹور میں منتقل نہ کر لیا جائے۔ یہ اصول عام ہے، خواہ وہ چیز غلہ، گندم، چاول ہوں یا کوئی اور چیز، اسے ”بَیعُ الطَّعَامِ قَبْلَ قَبْضِهِ“ (اپنے قبضے میں لینے سے پہلے غلے کی بیع کرنا) کہتے ہیں، اس کی حرمت پر بہت سے دلائل موجود ہیں۔

سعد: شیخ اگر ممکن ہو تو کچھ دلائل کا تذکرہ کریں۔

استاد: ہاں، ضرور کرتے ہیں۔

پہلی دلیل: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتّٰى يَكْتَالَهُ»

”جو کوئی غلہ خریدے، اسے اس وقت تک آگے نہ بیچے، جب تک ماپ کر پورا پورا نہ لے لے۔“

طاوس بن کیسان نے کہا: ایسا کیوں ہے؟ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا:

”کیا تم دیکھتے نہیں کہ وہ سونے کے بدلے خرید لیتے ہیں، لیکن غلہ تو وعدہ آنے پر ہی دیا جائے گا۔“[1]

یعنی وہ قیمت ادا کر دیتے ہیں اور سودا ابھی اسی بیچنے والے کے پاس ہوتا ہے۔

دوسری دلیل: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتَّى يَقْبِضَهُ»[2]

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [2132] صحيح مسلم، رقم الحديث [1525]

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث [2132] صحيح مسلم، رقم الحديث [1525]

''جو کوئی غلہ خریدے، اسے اس وقت تک آگے نہ بیچے جب تک اپنے قبضے میں نہ لے لے۔''

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میرا خیال ہے کہ ہر چیز کا حکم غلے والا ہے۔

تیسری دلیل: سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں سودے کی خرید و فروخت کرتا ہوں، میرے لیے اس سے کیا حلال ہے اور کیا حرام ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« إِذَا اشْتَرَيْتَ شَيْئًا فَلَا تَبِعْهُ حَتّٰى تَقْبِضَهُ »[1]

''جب تو کوئی چیز خریدے تو اسے اس وقت تک آگے نہ بیچنا، جب تک تو اسے اپنے قبضے میں نہ لے لے۔''

جمہور اہلِ علم فرماتے ہیں: قبضے میں لینے سے پہلے مطلق طور پر سودا آگے فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتّٰى يَسْتَوْفِيَهُ »[2]

''جو کوئی غلہ خریدے، اسے آگے فروخت نہ کرے جب تک پورا پورا حاصل نہ کر لے۔''

یعنی جب تک خرید والی جگہ سے اپنے گودام میں منتقل نہ کر لے۔

عیاد: یہ تو ساری احادیث اس صورت کو حرام ٹھہرا رہی ہیں۔

استاد: ہاں، اللہ آپ کو برکت دے۔ ابو راشد! یہ شرعی نصوص فیصلہ کر رہی ہیں کہ جس طرح تو چاول خرید کر اپنے گودام میں لے جانے سے پہلے ہی

---

[1] صحيح الجامع، رقم الحديث [342]

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث [2135] صحيح مسلم، رقم الحديث [1525]

دوسرے تاجر کو فروخت کر دیتا ہے، یہ جائز نہیں ہے، اور کاشتکارو! اگر آیندہ ابوراشد ایسا کرنے لگے تو تم اسے چاول چھوڑنے کی اجازت نہ دینا۔ ابوراشد! پہلے تم ان لوگوں کے گھروں سے چاول اٹھا کر اپنے گودام میں منتقل کرو، اس کے بعد آگے فروخت کرنا۔

ابوراشد: آؤ لوگو!

سب لوگ: بالکل، جیسے اللہ کا دین کہتا ہے، ہم ویسا ہی کریں گے۔ شیخ! اللہ آپ کو جزا دے اور ہم معذرت کرتے ہیں کہ ہم آپ سے ادب سے پیش نہیں آئے۔

استاد: ﴿لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ﴾ [يوسف: 92]

"آج تم پر کوئی ملامت نہیں، اللہ تمھیں بخشے اور وہ رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔"

لیکن ایک چیز ابھی رہ گئی ہے۔

سب لوگ: شیخ! وہ کیا ہے؟

استاد: آیندہ اگر کسی کو ایسا کرتے دیکھو تو اسے نصیحت کرنا۔

سب لوگ: ان شاء اللہ، ہم وعدہ کرتے ہیں۔

سب نے شیخ اور ان کے شاگرد کو السلام علیکم و رحمۃ اللہ کہتے ہوئے الوداع کہا۔

غریب آؤ، مخیمر جلدی کرو، حمودہ اور سعد کہاں ہیں؟ سعد جلدی کرو عیاد! جلدی کرو، تاکہ ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت والے اس فعل سے جلد چھٹکارا حاصل کریں۔

استاد: وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

سب لوگ جلدی جلدی اپنے گھروں کو گئے تا کہ گناہ سے بچیں۔

سچ ہے:

«اَلدَّالُ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهِ» [1]

''بھلائی کی طرف راہنمائی کرنے والا اسے کرنے والے کی طرح ہے۔''

شیخ نے مسکراتے ہوئے عمار سے کہا: عمار! تم نے دیکھا، لوگوں سے ملنے کی کتنی برکت ہے؟ اوران کی طرف سے پہنچنے والی اذیت پر صبر بھی کرنا پڑتا ہے۔

عمار: شیخ! اللہ آپ کو نفع دے۔

شیخ اور عمار اب بازار میں کسی اور معاملے کو دیکھنے کی غرض سے چلنے پھرنے لگے، اچانک شیخ نے کہا۔

عمار! تیری کیا رائے ہے، اگر بازار کے شروع میں ریسٹورنٹ پر جائیں، تھوڑی دیر آرام کریں، پانی وغیرہ پییں اور پھر دوبارہ گشت شروع کریں۔

عمار: شیخ! جیسے آپ کی مرضی ہے۔

استاد: آؤ چلیں! اللہ تعالیٰ ہمیں برکت عطا کرے۔

---

[1] صحيح الجامع، رقم الحديث [3399]

چوتھا باب

قیمت کا تعین کیے اور مجلسِ بیع میں قبضے میں لیے بغیر ادھار سودا فروخت کرنا

شیخ صالح اور عمار ایک ریسٹورنٹ پر گئے۔ انھوں نے دو کرسیاں پکڑیں اور ایک جانب آرام کی غرض سے بیٹھ گئے۔ عمار نے آگے بڑھ کر شیخ کو ٹھنڈا پانی پیش کیا اور کھانے کا آرڈر دیا۔

استاد: ہنستے ہوئے عمار سے مخاطب ہوئے: آج ہم نے ابھی تک کون سا اتنا بڑا کام کیا ہے، جو اتنی جلدی کھانا کھانے بیٹھ گئے ہیں؟

عمار: شیخ! اللہ آپ کی حفاظت کرے اور آپ کو برکت دے۔

دونوں نے ٹھنڈا پانی پیا، اسی دوران میں کھانا بھی ان کے پاس آ گیا، ان کے قریب ہی دو آدمی بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ ایک نے دوسرے سے کہا: اے محمود! جلد ہی تقریباً چالیس دنوں تک ہم مکئی کی فصل کاٹنے والے ہیں، لیکن!

محمود: کمال صاحب! لیکن کا کیا مطلب ہے؟ کیا کوئی پریشانی ہے؟

کمال: میں اس وقت مالی بحران میں ہوں۔ بچوں کے سکول کھلنے والے ہیں، ان کی فیسیں وغیرہ ادا کرنی ہیں۔

محمود: میں بہ خوشی آپ کی مدد کرنے پر تیار ہوں، بتائیں آپ کو کتنے پیسوں

کی ضرورت ہے؟

کمال: میں قرض تو نہیں لینا چاہتا۔

محمود: تو پھر آپ کیا چاہتے ہیں؟

کمال: میں چاہتا ہوں کہ ایک ٹن مکئی بیچ دوں اور خریدنے والا کٹائی کے وقت مجھ سے وصول کر لے۔

محمود: میں خریدنے پر رضا مند ہوں، لیکن ایک ٹن کی قیمت کیا ہوگی؟

کمال: فصل کی کٹائی کے وقت ایک ٹن کی قیمت تقریباً پانچ سو پاؤنڈ ہوگی۔

محمود: کمال صاحب! یہ تو بہت زیادہ قیمت ہے۔ یہ تو آج کا ریٹ ہے۔ جب فصل کی کٹائی ہوگی، اس وقت تو ریٹ اس سے بہت کم ہوگا۔

کمال: تم کتنی قیمت ادا کرو گے؟

محمود: میرا خیال ہے کہ ہم قیمت طے نہیں کرتے، کٹائی کے وقت جو ریٹ ہوگا، اس کے حساب سے ہم قیمت مقرر کر لیں گے۔ میں کل اِن شاء اللہ پانچ سو پاؤنڈ آپ کو بھیج دوں گا۔

کمال: اللہ آپ کو جزا دے۔ اب چائے جلدی نوش فرمائیں، تا کہ ہجوم سے پہلے پہلے بازار سے چلے جائیں۔

محمود: ہاں، بالکل ٹھیک ہے۔

اس وقت شیخ مسکراتے ہوئے ان کی طرف متوجہ ہوئے اور بڑے مؤدب انداز سے بولے: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

میں نے تم دونوں کی گفتگو سنی ہے، اگر تم اجازت دو تو میں تم سے اس پر کچھ تبادلہ خیال کروں؟ صرف پانچ منٹ درکار ہیں۔

محمود: وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

کمال: جی شیخ! خوش آمدید، آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟

استاد: اللہ تمہاری حفاظت فرمائے۔ خرید و فروخت کی جس صورت کے بارے میں تم بات کر رہے تھے، اسے شریعت میں ''ادھار بیع'' کہتے ہیں۔ خرید و فروخت کی کئی قسمیں ہیں۔ یہ بھی ایک قسم ہے، یعنی قیمت پہلے ادا کر دینا اور سودا بعد میں دینا، برخلاف اس بیع کے جس میں سودا پہلے ادا کیا جاتا ہے اور قیمت بعد میں دی جاتی ہے۔ فقہا اس بیع کے بارے میں فرماتے ہیں:

''یہ ایسی بیع ہے جس میں ایک مسلمان سامان خریدتا ہے، جس کی صفت معلوم ہے، بیچنے والے سے سامان وصول کرنے کا وقت بھی معلوم ہے اور وہ سودا طے ہوتے ہی بائع کو مکمل رقم پیشگی دے دیتا ہے اور مقرر وقت آنے پر اس سے سامان وصول کر لیتا ہے۔ فقہا نے اس کا نام ''ضرورت مندوں کی بیع'' بھی رکھا ہے، کیونکہ اس سے دونوں (بائع، مشتری) کی ضرورت پوری ہوتی ہے۔ سرمایہ دار کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنے مال سے کوئی سامان خرید لے اور سامان والے کی کوشش ہوتی ہے کہ اسے پیسے مل جائیں، تاکہ اپنی ضرورتوں پر خرچ کر سکے۔''

اس قسم کی تجارت چند شرائط کے ساتھ جائز ہے۔ جب وہ شرائط مکمل طور پر پائی جائیں تو تجارت درست ہوگی، ورنہ وہ تجارت باطل ہو جائے گی۔

محمود: شیخ! وہ کون کون سی شرائط ہیں؟

استاد: وہ شرائط مندرجہ ذیل ہیں:

1 سامان کی جنس اور مقدار وغیرہ متعین ہو، تاکہ بعد میں اختلاف کا باعث نہ بنے۔

۲ جنس یعنی چاول، گندم یا سنگترہ کی وضاحت کے ساتھ ساتھ یہ بھی واضح ہو کہ وہ ان کی کونسی قسم ہوگی، مثلاً چاول ہیں تو ان کی قسم سپر، کرنل وغیرہ۔ اسی طرح ایسی صفات کا تعین ہو جن کی وجہ سے قیمت کی کمی پیشی ہو سکتی ہے۔

۳ مقدار کا تعین: اگر چیز ماپی جانے والی ہے تو اس کی پیمایش کی جائے اور زن کی جانے والی ہو تو اس کا وزن کیا جائے۔ اگر دونوں کی گنجایش ہو تو سی طرح بھی درست ہے۔

۴ سامان قبضے میں دینے کی مدت کا تعین: یعنی سامان کب دیا جائے گا؟ ایک یا دو مہینے بعد وغیرہ۔

۵ جس موسم میں سامان دینے کا وعدہ کیا جائے وہ اس میں پایا جاتا ہو، جیسے انگور کی بیع سردی کے موسم میں طے کرنا درست نہیں، کیونکہ وہ عام طور پر سردی میں میسر نہیں ہوتا۔

۶ قیمت کا تعین کیا جائے۔

۷ جس مجلس میں سودا طے ہو، قیمت بھی اسی مجلس میں دی جائے۔

جب ان شرائط میں سے کوئی ایک شرط بھی کم ہو تو وہ بیع فاسد ہو جاتی ہے۔

کمال: شیخ صاحب! ہمارے سودے میں کون کون سی شرط نہیں پائی جاتی؟

استاد: تمھارے سودے میں دو شرطوں کی کمی ہے۔

1 قیمت کا تعین: تم دونوں نے آپس میں یہ بات طے کی ہے کہ ہم قیمت کا معاملہ فصل کی کٹائی تک موخر کرتے ہیں۔

2 جس مجلس میں سودا طے پائے، قیمت بھی وہیں دی جائے، جب کہ تمھارے سودے میں ایک نے دوسرے سے کہا ہے کہ میں کل پانچ سو پاؤنڈ بھیج دوں گا۔

کمال: ہاں، ہم نے اسی طرح کیا ہے۔

استاد: ان دونوں شرائط کی عدم موجودگی کی وجہ سے یہ سودا صحیح نہیں ہے، بلکہ باطل ہے۔

محمود: شیخ صاحب! یہ سودا باطل کیوں ہے؟

استاد: اس لیے کہ حدیث سے ثابت ہے کہ مدینے کے لوگ ایک، دو اور تین سال کے لیے پھلوں میں بیع سلم کیا کرتے تھے۔ نبی ﷺ کو اس کا پتا چلا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

« مَنْ أَسْلَفَ فِي شَيْءٍ فَلْيُسْلِفْ فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ، وَ وَزْنٍ مَعْلُومٍ، إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ »[1]

''جو بیع سلف کرے تو وہ معلوم شدہ ماپ، وزن اور مقررہ مدت تک سودا کرے۔''

اس حدیث کی وجہ سے ضروری ہے کہ پیمائش، وزن، مدت اور قیمت کا تعین کیا جائے۔

کمال: ہمیں اب کیا کرنا چاہیے؟

استاد: تم دونوں قیمت پر اتفاق کرو اور خریدنے والا فوراً رقم ادا کر دے۔

محمود: شیخ صاحب! اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور برکت عطا فرمائے۔

استاد: اللہ تمھاری حفاظت کرے اور ہم تمھیں مبارکباد پیش کرتے ہیں کہ تم نے بہت جلدی دلیل کی پیروی کی ہے۔

کمال: جو اللہ اور اس کے رسول کا فرمان ہے، ہمیشہ اسے سن کر اطاعت کرنی چاہیے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [2239] صحيح مسلم، رقم الحديث [1604]

﴿ وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ﴾ [الأحزاب: 36]

''اور کبھی نہ کسی مومن مرد کا حق ہے اور نہ کسی مومن عورت کا کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں کہ ان کے لیے ان کے معاملے میں اختیار ہو اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے سو یقیناً وہ گمراہ ہو گیا، واضح گمراہ ہونا۔''

پانچواں باب

اصل وزن سے کم سودا پیک کرنا

استاد اور شاگرد دونوں کھانا کھا رہے ہیں اور گفتگو کر رہے ہیں۔

عمار: شیخ! اللہ آپ کے علم میں اضافہ کرے اور آپ کو برکت عطا فرمائے۔

استاد: اللہ تمھاری حفاظت کرے۔

کھانا کھانے کے بعد دونوں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور دوبارہ گشت کا آغاز کیا۔ اسی دوران میں انھوں نے ایک آدمی کی آواز سنی، جو سواری پر کھڑا آواز لگا رہا تھا: 49 پاؤنڈ میں پچاس کلو حاصل کریں۔ یہ دونوں اس کی طرف متوجہ ہوئے، دیکھا کہ وہ چاول بیچ رہا ہے۔ شیخ نے خوشی کے ساتھ عمار سے کہا: یہ بہتر سودا ہے۔ ہم تو ایک پاؤنڈ کے بدلے ایک کلو اور پچاس پاؤنڈ کے بدلے پچاس کلو خریدتے ہیں، لیکن یہاں انچاس کے بدلے پچاس کلو مل رہا ہے۔ آؤ خرید لیتے ہیں۔ ایک کلو کا فائدہ ہوگا۔

شیخ نے تاجر کو انچاس پاؤنڈ دیے اور ایک تھیلا خرید لیا۔

عمار: شیخ! آپ کا کیا خیال ہے، اگر ہم اس تھیلے کا وزن کر لیں، اسی تاجر کے پاس ترازو بھی موجود ہے، کیونکہ یہ تھوک اور پرچون دونوں کا کام کرتا ہے؟

استاد: تم اس کا وزن کیوں کرنا چاہتے ہو؟

عمار: تاکہ یہ یقین ہو جائے کہ یہ پورے پچاس کلو ہی ہیں، کم تو نہیں۔

استاد: ٹھیک ہے، لو پکڑو اور وزن کرو!

عمار نے تھیلا پکڑا اور ترازو پر رکھا تو وہ پچاس کے بجائے انچاس کلو کا تھا۔ عمار نے ہنستے ہوئے کہا: شیخ یہ بھی ویسا ہی ہے، جیسے چینی کے پیکٹ پر لکھا ہوتا ہے ''ایک کلو'' لیکن حقیقت میں وہ 950 گرام ہوتا ہے۔

ایک دفعہ میں دکان پر گیا اور ایک کلو چینی مانگی، اس نے مجھے ایک پیکٹ بغیر وزن کیے دے دیا، اس پر 950 گرام لکھا ہوا تھا، جب کہ دکان دار اسے ایک کلو کے حساب سے بیچ رہا تھا۔

استاد: بڑی حیران کن بات ہے کہ تھیلے پر تو ''پچاس کلو'' لکھا ہوا ہے۔

عمار: ہاں، شیخ یہ لوگ اسی طرح کرتے ہیں۔

شیخ نے چاول بیچنے والے سے کہا: یہ تو فراڈ اور دھوکا ہے۔ تم پچاس کلو کہہ رہے ہو، حقیقت میں یہ انچاس کلو ہے، سراسر جھوٹ بول رہے ہو، یہ تو شرعی لحاظ سے ناجائز ہے، نبی اقدس ﷺ نے فرمایا ہے:

((مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا)) [1]

''جس نے ہمیں دھوکا دیا تو وہ ہمارے طریقے پر نہیں ہے۔''

تاجر: شیخ! اس میں میرا کیا قصور ہے؟ یہ تھیلے تو فیکٹری سے اسی طرح آتے ہیں۔ ہم دکاندار فیکٹری کے مالک کے پاس جاکر اس کے بارے میں سوال کرتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہوتا ہے کہ فیکٹری کے اردگرد موجود ایجنٹ ہم سے اسی طرح مانگتے ہیں، یعنی پچاس کے بجائے انچاس کلو اور اسی طرح چینی وغیرہ کا معاملہ ہے۔

میں اکیلا ہی اس طرح نہیں بیچ رہا، بلکہ آپ کسی بھی دکاندار کے پاس

---

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث [102] سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث [2224]

چلے جائیں، ہر کوئی اسی طرح کرتا ہے۔ ایجنٹ لوگ فیکٹری سے کم مال خرید کر اسی طرح ہمیں دے دیتے ہیں اور ہر ایک کو پتا ہوتا ہے کہ یہ اصل وزن سے کم ہے، حتی کہ خریدنے والے کو پتا ہوتا ہے کہ یہ ایک کلو کے بجائے 950 گرام ہے۔

استاد: اللہ تجھے برکت دے! یہ تو ناجائز ہے کہ وہ وزن کے معاملے میں غلط بیانی سے کام لیں اور مسلمانوں کو دھوکا دیں۔ یہ تو ظلم ہے۔ نبی مکرم ﷺ نے اس چیز سے منع فرمایا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

«اَلْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ بَاعَ مِنْ أَخِيهِ بَيْعًا فِيهِ عَيْبٌ إِلَّا بَيَّنَهُ لَهُ»[1]

''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو عیب والی چیز فروخت کرے، الا یہ کہ وہ اس عیب کو واضح کر دے۔''

یہ بھی بہت بڑا عیب ہے، جو کسی طرح بھی جائز نہیں ہے۔

عمار: ایسی صورت میں شرعی طریقے کے مطابق ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

استاد: ایسی صورتِ حال میں تین صورتوں میں سے کسی ایک صورت کو اختیار کر لینا چاہیے۔

تاجر: وہ کون کون سی صورتیں ہیں؟

استاد: وہ تین صورتیں یہ ہیں:

① تھیلے پر صحیح وزن لکھ دینا چاہیے۔

② تھیلے پر کچھ بھی نہ لکھا جائے اور ہر گاہک کو وزن کر کے سودا دیا جائے۔

③ گاہک پر یہ بات واضح کی جائے کہ حقیقت میں یہ انچاس کلو ہے اور پچاس

---

[1] سنن ابن ماجه، رقم الحديث [2246]

کلو صرف کہنے کی حد تک ہے۔ یہی حکم ہر اس چیز کا ہے، جو اس طریقے سے بیچی جاتی ہے۔

تاجر: اگر ہم اس طرح کرنے لگیں تو کچھ بھی نہیں بیچ پائیں گے۔

استاد: حلال رزق حرام کے مقابلے میں اگرچہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو وہ بابرکت اور افضل ہوتا ہے۔ مندرجہ بالا طریقے سے کمایا گیا مال حرام ہوتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

«كُلُّ جَسَدٍ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ فَالنَّارُ أَوْلَى بِهِ»[1]

''ہر وہ جسم جو حرام کمائی سے پرورش پائے، وہ آگ کا زیادہ حق دار ہے۔''

میرے پیارے بھائی! اپنے ایمان کو مضبوط کرو، اللہ پر توکل کرو، اپنے آپ کو اس حرام کاروبار سے بچاؤ اور یہ جان لو کہ ایسا نفع زیادہ دیر تک پاس نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا ۝ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾ [الطلاق: 3,2]

''اور جو اللہ سے ڈرے گا، وہ اس کے لیے نکلنے کا کوئی راستہ بنا دے گا۔ اور اسے رزق دے گا جہاں سے وہ گمان نہیں کرتا۔''

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ تَرَكَ شَيْئًا لِلَّهِ عَوَّضَهُ اللَّهُ خَيْرًا مِنْهُ»

''جو شخص اللہ کے لیے کسی چیز کو چھوڑتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے اس کو اس سے بہتر عوض اور بدلہ عطا فرماتے ہیں۔''

---

[1] صحیح الجامع، رقم الحدیث [4519]

انسان کو یقین کر لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتے۔ انسان کو صبر کرنا چاہیے، جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہیے اور اس بات پر یقین رکھنا چاہیے کہ حلال مال اگرچہ تھوڑا ہی ہو، وہ بہت زیادہ حرام سے بہتر، بابرکت اور زیادہ نفع مند ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قُلْ لَّا یَسْتَوِی الْخَبِیْثُ وَ الطَّیِّبُ وَ لَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِیْثِ﴾

[المائدة: 100]

''کہہ دے ناپاک اور پاک برابر نہیں، خواہ ناپاک کی کثرت تجھے تعجب میں ڈالے۔''

بالفرض اگر نفع تھوڑا حاصل ہوتا ہو تو یہ کوئی ایسا عذر نہیں کہ مسلمان محض اس کی خاطر حرام کام کا ارتکاب کرے، بلکہ اسے تھوڑے پر صبر کرنا، قناعت اختیار کرنا اور اللہ کے دیے پر راضی ہو جانا چاہیے۔ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ایمان اور توکل کا امتحان لے رہے ہوں۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ اس تھوڑے میں اس کے لیے برکت ڈال دیں اور اس کے لیے رزق کے ایسے ذرائع پیدا فرما دیں، جو اس کے وہم و گمان میں بھی نہ ہوں۔

بھائی جان! خیال سے رہنا، کہیں مال کی محبت تجھے اپنے رب، دین اور موت سے غافل نہ کر دے۔ یہ حرام مال تو بہت جلد ختم ہو جائے گا، لیکن اس کی وجہ سے ہونے والا عذاب بہت طویل ہوگا۔

تاجر: شیخ! اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ لوگو! ان تھیلوں پر 50 کلو لکھا ہوا ہے اور یہ اسی حساب سے بیچے جا رہے ہیں، لیکن حقیقت میں یہ 49 کلو ہیں، اب سے ہم بھی یہ انچاس کلو کے حساب سے فروخت کریں گے۔ شیخ صاحب! اس سے قبل جو میں پچاس کے حساب سے فروخت کر چکا

ہوں، اس کا کیا بنے گا؟

استاد: اگر تم ان خریداروں کو جانتے ہو تو ان کو ان کا حق واپس کر دو اور اگر نہیں جانتے تو ان کے حصے کے پیسے صدقہ کر دو۔

تاجر: مجھے تو ان لوگوں کی تعداد بھی معلوم نہیں۔

استاد: تم غالب گمان کے مطابق صدقہ کر دو۔

تاجر: شیخ! ہم سب سے پہلے آپ سے ابتدا کرتے ہیں، یہ لیجیے اپنا ایک پاؤنڈ۔

استاد: آپ نے اللہ کے حکم کی پیروی کی ہے، لہٰذا میں بہ خوشی یہ ایک پاؤنڈ تمھیں واپس کرتا ہوں اور ہم ایک اور تھیلہ تم سے خریدتے ہیں۔

تاجر: اللہ آپ کو برکت دے۔ اللہ کا حکم سن کر اس کی اطاعت کرنی چاہیے۔

پاس سے ایک شربت بیچنے والا گزرا، عمار اس کی طرف لپکا۔

عمار: دو گلاس شربت دینا۔

شیخ ایک طرف بیٹھ کر شربت نوش فرمانے لگے۔ اتنے میں تاجر بھی اپنے چاولوں سے فارغ ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے اسے بہت زیادہ نفع دیا۔ لوگ چاول خریدنے کے لیے اس کی طرف اٹڈ آئے۔

شیخ یہ کہتے ہوئے اس کی طرف دوبارہ آئے:

اُستاد: کیا میں نے تمھیں کہا نہیں تھا:

﴿ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا ۝ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾ [الطلاق: 2.3]

"اور جو اللہ سے ڈرے گا وہ اس کے لیے نکلنے کا کوئی راستہ بنا دے گا۔ اور اسے رزق دے گا جہاں سے وہ گمان نہیں کرتا۔"

اللہ تمھیں برکت دے، والسلام علیکم۔

تاجر: اللہ تمھیں بھی برکتیں عطا فرمائے، وعلیکم السلام۔

پھر ایک تھیلہ عمار نے اٹھایا اور ایک شیخ نے اٹھایا اور اس بابرکت گشت کے بعد گھر کو چل دیے۔

چھٹا باب

فروخت کردہ سامان میں فریب سے کام لینا

شیخ صالح جا رہے تھے کہ اچانک انھوں نے دائیں جانب دیکھا کہ ایک آدمی دوڑتا ہوا شیخ کی طرف آ رہا ہے۔ شیخ نے غور کیا تو وہ ان کا پرانا جاننے والا حاجی فوزی تھا۔ شیخ نے کافی عرصے سے اسے نہ دیکھا تھا، پھر وہ اس کے قریب ہوئے۔

استاد: خوش آمدید! اللہ آپ کو زندہ و سلامت رکھے۔ آج تو اللہ کا بہت بڑا احسان ہوا کہ اس نے آپ سے ملاقات کروا دی۔

فوزی: خوش آمدید، شیخ صاحب! ہم تو آپ کو بہت زیادہ یاد کرتے ہیں۔ اللہ آپ کو اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ دونوں نے گرم جوشی سے معانقہ کیا، پھر عمار کو سلام کیا، اس کے بعد مزید گفتگو کا سلسلہ شروع ہوا۔

استاد: ابوعبدالرحمٰن! کہاں جا رہے ہو؟

فوزی: افسوس کے ساتھ سر ہلاتے ہوئے، لمبا سانس لے کر بولا: شیخ! اللہ کی قسم آج کل تو ایمانداری ختم ہوتی جا رہی ہے۔

استاد: کیا ہوا؟

فوزی: میں گزشتہ ہفتے اچھے چاول خریدنے کی غرض سے اس بازار میں آیا۔ میں نے ماہرین سے پوچھا کہ کون سے چاول بہترین ہیں؟ انھوں نے بتایا کہ 102 نمبر قسم کے چاول اچھے ہیں۔

میں چاولوں کی پہچان نہیں رکھتا تھا۔ میں نے ایک دکاندار سے کہا کہ مجھے 102 نمبر چاول دے دو، اس نے ریٹ تو اسی قسم کے چاولوں کا لگایا، لیکن اس سے ہلکی قسم 400 نمبر کے چاول مجھے دے دیے۔ میری لاعلمی کی وجہ سے اس نے مجھے دھوکا دیا۔

استاد: تم اس آدمی کو جانتے ہو؟

فوزی: ہاں، اس بازار کے آخر پر اس کی دکان ہے۔

استاد: آؤ! ہم اسے نصیحت کرتے ہیں۔

اس کے پاس پہنچتے ہی فوزی بلند آواز سے کہنے لگا: او دھوکے باز! تو نے مجھے دھوکا دیا۔ میں نے 102 نمبر کے چاول مانگے تھے، لیکن تم نے 400 نمبر کے چاول دے دیے؟

دکاندار: اب تیرا کوئی اعتراض نہیں بنتا، خریدنے سے پہلے دیکھ لیتا۔

فوزی: میں نے تجھے کہا تھا کہ مجھے اس کی کوئی پہچان نہیں۔ شیخ آپ کا کیا خیال ہے؟

دکاندار: مجھے تیرے شیخ سے کوئی لینا دینا نہیں ہے۔ تو نے دیکھ کر خریدنے تھے۔

استاد: کیا حقیقتاً ایسے ہی ہے، جیسے فوزی کہہ رہا ہے؟

دکاندار: بڑے غصے سے بولا: ہاں!

استاد: کیا یہ جائز ہے؟

دکاندار: ہاں جائز ہے۔ میں نے پہلے اسے دکھائے تھے۔

استاد: نہیں، بلکہ یہ تو حرام ہے، دھوکا اور ناجائز ہے۔

دکاندار: تمھارے پاس اسے حرام کہنے کی کوئی دلیل بھی ہے؟

استاد: ہاں، بہت زیادہ دلائل ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا »[1]

''جس نے ہمیں دھوکا دیا تو وہ ہمارے طریقے پر نہیں ہے۔''

یہ تو سراسر دھوکا ہے۔ فوزی نے تیرے اوپر اعتماد کیا، لیکن تو نے اسے دھوکا دیا اور اس کی لاعلمی سے فائدہ اٹھایا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يُقَالُ: هٰذِهِ غَدْرَةُ فُلَانٍ »[2]

''قیامت کے دن ہر دھوکے باز کے لیے ایک جھنڈا ہوگا، کہا جائے گا کہ یہ فلاں کی دھوکے بازی ہے۔''

تو اس معاملے میں دھوکے باز ثابت ہوا ہے، اس سے بڑی دھوکا بازی اور کیا ہو سکتی ہے کہ ایک بندے نے تجھے امانت دار سمجھا اور تو اس سے خیانت سے پیش آیا؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَالَمْ يَتَفَرَّقَا، فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُورِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا، وَإِنْ كَتَمَا وَكَذَبَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا »[3]

''دو خرید و فروخت کرنے والے جب تک علاحدہ نہ ہو جائیں، ان کو (ردّ و بدل) کا اختیار ہوتا ہے۔ اگر وہ دونوں سچ بولیں اور (عیوب وغیرہ) واضح کریں تو ان کی اس چیز میں برکت ڈال دی جاتی ہے اور اگر وہ (عیوب وغیرہ) چھپائیں اور جھوٹ بولیں تو ان

---

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث [102] سنن ابن ماجه، رقم الحدیث [2224]

[2] صحیح البخاري، رقم الحدیث [3186] صحیح مسلم، رقم الحدیث [1735]

[3] صحیح البخاري، رقم الحدیث [2082] صحیح مسلم، رقم الحدیث [1532]

کی اس چیز سے برکت نکال لی جاتی ہے۔"

اس سے بڑا گھاٹا اور کیا ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تیری تجارت سے برکت نکال لیں اور تیرا مال تجھے کوئی نفع نہ دے؟

تقوی اختیار کرو، اللہ سے ڈرو، دھوکے بازی اللہ تعالیٰ کے ہاں کچھ فائدہ نہیں دے سکے گی۔

دکاندار: ندامت اور شرمندگی سے بولا: شیخ میں نے واقعتاً جان بوجھ کر ایسا کیا تھا۔ میں اس پر معذرت خواہ ہوں۔

استاد: مظلوم کو اس کا حق واپس کرنا ضروری ہے، تاکہ تم گناہ سے بچ سکو۔

دکاندار: اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟

استاد: فوزی سے پہلے والے چاول واپس لو اور اسے وہ چاول دو جو اس نے مانگے تھے۔

دکاندار: فوزی صاحب! کل اللہ کی توفیق سے میں آپ کے گھر وہ چاول پہنچا دوں گا۔

فوزی: میں کل آپ کا انتظار کروں گا۔ میرا گھر مسجد کے پڑوس میں ہے۔

استاد: اللہ آپ کو جزا عطا فرمائے، آپ کے کاروبار میں برکت عطا فرمائے کہ آپ نے حق بات کو قبول کیا، والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

دکاندار: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

شیخ نے فوزی کو رخصت کیا اور بازار سے واپس جاتے ہوئے اپنے شاگرد عمار سے مخاطب ہوئے۔

خلاصہ

عمار: شیخ! اللہ آپ کو نفع دے اور برکت عطا فرمائے۔

استاد: آج ہم نے کتنی برائیوں کو روکا ہے؟

عمار: آج ہم نے مندرجہ ذیل برائیوں سے لوگوں کو منع کیا ہے:

١ ناپ تول میں کمی کرنا، یعنی لیتے ہوئے زیادہ لینا اور دیتے ہوئے کم دینا، یہ حرام ہے۔

٢ پھل تیار ہونے سے پہلے ان کی خرید وفروخت ناجائز ہے۔

٣ غلہ اپنے قبضہ میں لینے سے پہلے آگے فروخت کر دینا، اس کا حکم بھی پہلی قسم والا ہے۔

٤ قیمت کا تعین کیے بغیر اور قیمت اسی مجلس میں لیے بغیر ادھار خرید وفروخت کرنا، یہ منع ہے۔

٥ اصل وزن سے کم فروخت کرنا، یہ بھی حرام ہے، کیوں کہ یہ دھوکا ہے۔

٦ فروخت کردہ سامان میں فریب سے کام لینا۔

استاد: شاباش! ہم اپنے قول وعمل میں اللہ سے اخلاص مانگتے ہیں، آؤ گھر چلیں۔

عمار: میرے خیال میں صرف غلہ منڈی کا گشت ہی کافی نہیں۔

استاد: کیا مطلب؟

عمار: اگر ہم صرافہ بازار کا بھی جائزہ لے لیں تو!؟

استاد: یہ تو بڑی اچھی سوچ ہے۔ مجھے یاد آ گیا کہ میں نے اپنی بیٹی کو گفٹ دینے کے لیے سونے کی انگوٹھی خریدنی ہے، کیونکہ اس کا حفظِ قرآن مکمل ہوا ہے۔

عمار: آیئے! چلیں۔

۲

صرافہ بازار کا دورہ

ساتواں باب

نئے سونے اور زائد رقم کے بدلے پرانے سونے کی خرید و فروخت کرنا

شیخ صالح اور عمار نے سونے کی مارکیٹ کا دورہ شروع کیا۔ اچانک عمار ایک آدمی کو دیکھ کر رک گیا۔ وہ آدمی بازار میں پرانا سونا بیچ کر اس کے بدلے نیا سونا خریدنے کی غرض سے آیا تھا۔ عمار غور کرنے لگا کہ یہ آدمی کیا کرنے لگا ہے۔ وہ آدمی ایک دکاندار کے پاس گیا اور گفتگو کا آغاز کیا۔

خریدار: میرے پاس یہ پرانا سونا ہے اور میں اس کے بدلے نیا سونا خریدنا چاہتا ہوں۔

دکاندار: آیئے جناب!

دکاندار نے سونے کا وزن کیا۔ وہ سو گرام ہوا۔ ایک گرام کی قیمت پچیس پاؤنڈ بنتی تھی۔ دکاندار نے اس آدمی سے کہا: تیرے سونے کی قیمت دو ہزار پانچ سو پاؤنڈ ہے۔ بتائیں کیا کرنا ہے؟ وہ آدمی سوچنے لگا۔ بالآخر اس نے اس کے بدلے نیا سونا ایک سو گرام لے لیا، نئے سونے کی ایک گرام کی قیمت تیس پاؤنڈ بنتی تھی۔ دکاندار نے کہا: نئے سونے کی قیمت تین ہزار پاؤنڈ ہے، لہٰذا اب تم مجھے پانچ سو پاؤنڈ اور دے دو، تاکہ ہمارا حساب برابر ہو جائے۔

عمار: شیخ! اس مسئلے کا شرعی حکم کیا ہے؟

استاد: یہ تو سراسر حرام ہے۔

عمار: اگر آپ کی اجازت ہو تو میں ان سے بات کروں؟

استاد: ہاں، کرو۔ (عمار ان دونوں کے پاس گیا)

عمار: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

دکاندار: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

عمار: مسکراتے ہوئے بولا: اللہ تم پر رحم کرے۔
ماشاء اللہ آپ دونوں بڑے باکمال لگ رہے ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسا ہی بنائے، آپ دونوں نے جس طرح ابھی ابھی سودا کیا ہے، یہ تو درست نہیں ہے، تمھارا کیا خیال ہے؟

دکاندار: کیسے؟

عمار: پہلے ہمیں ایک دوسرے کا تعارف کر لینا چاہیے۔

دکاندار: تمھارا بھائی ابو فارس۔

خریدار: ابو جہاد۔

عمار: تمھارا دینی بھائی عمار۔

ابوفارس: یہ صورت کیسے حرام ہے اور کس نے اسے حرام قرار دیا ہے؟

عمار: میں اور آپ علم میں ایک جیسے ہی ہیں، لیکن میرے ساتھ ایک بڑے عالم فاضل شیخ موجود ہیں۔ وہ فلاں جگہ پر کھڑے ہیں، آؤ ان سے سوال کرتے ہیں۔

ابوفارس: چلو، ان سے پوچھ لیتے ہیں۔

عمار: شیخ! اللہ آپ کو برکت دے، ہم آپ سے ایک مسئلہ دریافت کرنا

چاہتے ہیں۔ ابوفارس نے شیخ کے لیے کرسی رکھی۔

استاد: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

سب لوگ: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

ابوفارس: شیخ! اللہ آپ کو برکت دے۔ شیخ! جس طرح میں نے یہ سودا طے کیا ہے، اس کی صورت مندرجہ ذیل ہے۔

ایک آدمی پرانا سونا تاجر کے پاس بیچنے آتا ہے اور اس کے بدلے نیا سونا خریدتا ہے۔ وہ پرانا سونا ایک ہزار پاؤنڈ میں بیچتا ہے اور نیا پندرہ سو پاؤنڈ میں خریدتا ہے، لیکن ہم اسے پرانے سونے کی قیمت نہیں دیتے، بلکہ اسے کہتے ہیں کہ ہمارے پاس تیرا ایک ہزار پاؤنڈ ہے، اب تو نیا سونا خریدنا چاہتا ہے؟ اگر وہ پندرہ سو پاؤنڈ میں نیا سونا خریدتا ہے تو ہم اسے کہتے ہیں: اب تم پانچ سو پاؤنڈ مزید ہمیں دے دو، اس طرح وہ بقایا رقم دے دیتا ہے اور سونا لے کر چلا جاتا ہے۔ اس صورت کا شرعی حکم کیا ہے؟

استاد: خرید و فروخت کی یہ صورت ناجائز ہے اور ایسی سودے بازی باطل ہوتی ہے، کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«لَا تَبِيعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَلَا تُشِفُّوا بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ، وَلَا تَبِيعُوا الْوَرِقَ بِالْوَرِقِ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَلَا تُشِفُّوا بَعْضَهَا عَلَى بَعْضٍ»[1]

”سونا سونے کے بدلے نہ بیچو، مگر جب کہ وہ برابر برابر ہو اور دونوں طرف سے کوئی کمی بیشی نہ کرو اور چاندی چاندی کے بدلے نہ بیچو، مگر جب کہ وہ برابر ہو اور دونوں طرف سے کوئی کمی بیشی نہ کرو۔“

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [2177] صحيح مسلم، رقم الحديث [1584]

﴿ وَلَا تُشِفُّوا بَعْضَهَا عَلَى بَعْضٍ ﴾ (دونوں طرف سے کمی بیشی نہ کرو) یعنی اس بنیاد پر کہ ایک چیز نئی ہے اور دوسری پرانی ہے اور نئی چیز مہنگی ہے، یہ سود اور حرام ہے، کیونکہ ایسی صورت میں ایک چیز دوسری چیز سے بڑھ جاتی ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿ لَا تَبِيعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ إِلَّا وَزْنًا بِوَزْنٍ مِثْلًا بِمِثْلٍ سَوَاءً بِسَوَاءٍ ﴾ [1]

''سونے کے ساتھ سونے کی بیع ہم وزن، ایک جیسی اور برابر کرو۔''

نیز نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿ اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَزْنًا بِوَزْنٍ مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ وَزْنًا بِوَزْنٍ مِثْلًا بِمِثْلٍ، فَمَنْ زَادَ أَوِ اسْتَزَادَ فَهُوَ رِبًا ﴾ [2]

''سونا سونے کے بدلے، چاندی چاندی کے بدلے برابر برابر بیچو، جس نے زیادہ دیا یا لیا تو یہ زیادتی سود ہے۔''

﴿ زَادَ أَوِ اسْتَزَادَ ﴾ یعنی جس نے زیادہ دیا یا زیادہ طلب کیا۔

ابن شداد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس حدیث میں دلیل ہے کہ زیور کے بدلے زیور وزن میں برابر نہ ہو تو ناجائز ہے، اسی طرح زرگری اور بناوٹ کے لیے زیادہ لینا بھی ناجائز ہے۔'' [3]

---

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث [1584]

[2] صحیح مسلم، رقم الحدیث [1588]

[3] دلائل الأحکام [3/289]

جس طرح تم نے کیا ہے، یہ ایک بیع میں دو سودے ہیں اور نبی ﷺ نے اس طرح کرنے سے منع فرمایا ہے۔[1]

یعنی سونے کے بدلے سونے کی بیع برابر نہ ہو تو جائز نہیں ہے، اس آدمی نے تجھے سو گرام پرانا سونا دیا تھا، تجھے چاہیے تھا کہ تو سو گرام نیا سونا اس کے بدلے اسے دے دیتا۔

ابوفارس: اللہ آپ کی حفاظت کرے، میرے لیے تو یہ نقصان اور گھاٹے کا سودا ہے؟ بناوٹ اور زرگری کی قیمت کون ادا کرے گا......؟ اس طرح تو میں بہت جلد کنگال ہو جاؤں گا۔

عمار: شیخ! کیا اس کا کوئی شرعی طریقہ نہیں ہے؟

استاد: شرعی طریقہ یہ تھا کہ یہ دکاندار اس سے پرانا سونا خریدتا اور اسے قیمت ادا کر دیتا، وہ یہ رقم اپنی جیب میں ڈال لیتا۔ یہ سودا ختم ہو جاتا، اس کے بعد نیا سودا شروع کرتا کہ دکاندار اسے وزن کر کے نیا سونا دیتا اور اس سے اس کی قیمت لے لیتا، اس طرح یہ دونوں علاحدہ علاحدہ سودے ہو جاتے۔

ابوفارس: مزاحیہ انداز سے بولا: شیخ بات تو ایک ہی ہے، اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ وہ رقم میں اپنے پاس ہی رکھوں یا اسے دے دوں، آخر آنی تو وہ میرے پاس ہی ہے؟

استاد: بہت زیادہ فرق ہے۔

1. شرعی نصوص کو عقل کی کسوٹی پر نہیں پرکھنا چاہیے، کیونکہ یہ کمزور ایمان کی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی چیز کو حلال کریں یا حرام، ہمیں اس پر ایمان رکھنا چاہیے۔ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

---

[1] صحیح الجامع، رقم الحدیث [6943]

''اگر دین عقل کی بنیاد پر ہوتا تو موزے کے نیچے مسح کرنا اوپر مسح کرنے سے بہتر ہوتا۔''

اگر ہمیں کسی شرعی نص میں کوئی حکمت معلوم ہو جائے تو ٹھیک ہے، ورنہ ہمیں عقل کو معیار بنا کر حکمتیں تلاش نہیں کرنی چاہییں۔ اہلِ سنت اور معتزلہ کے درمیان یہی فرق ہے۔

۲ بسا اوقات مسائل کی نوعیت ایک جیسی ہوتی ہے، لیکن دونوں کا شرعی حکم مختلف ہوتا ہے، میں تمھیں ایک مثال سے یہ بات سمجھاتا ہوں۔

ابوفارس: کیا مثال ہے؟

استاد: ایک آدمی دوسرے آدمی کے پاس جاتا ہے اور اسے کہتا ہے: اپنی بیٹی مجھے دے دو، تاکہ میں اس کے ساتھ (بغیر شادی کے) زندگی گزاروں اور مجھ سے یہ ایک ہزار پاؤنڈ لے لو اور میں اس پر گواہ رہتا ہوں، وہ آدمی اس آفر کو قبول کر لیتا ہے۔ اس بارے تیری کیا رائے ہے؟

ابوفارس: یہ تو زنا ہے، کسی کی رضا حرام کو حلال تو نہیں کر سکتی۔

استاد: تو نے ٹھیک کہا۔

اسی طرح ایک آدمی دوسرے آدمی کے پاس جاتا ہے اور اسے کہتا ہے: اپنی بیٹی کی شادی مجھ سے کر دو اور مجھ سے یہ ایک ہزار پاؤنڈ لے لو اور میں اس پر گواہ ہوں۔ وہ آدمی (باپ) اس آفر کو قبول کر لیتا ہے۔ اس بارے میں تیری کیا رائے ہے؟

ابوفارس: یہ تو صحیح شادی ہے، اس میں کوئی حرج نہیں۔

استاد: اب ذرا غور کرو کہ صرف ایک لفظ ''زَوِّجْنِيْ'' (مجھ سے شادی کر دو) کی وجہ سے حکم بدل گیا۔ کیا ہم محض عقل کی بنا پر کہہ سکتے ہیں کہ یہ دونوں

صورتیں ایک جیسی ہیں؟

ابو فارس: بالکل نہیں۔

استاد: جس طرح سابقہ احادیث سے ثابت ہوا کہ مندرجہ بالا نوعیت میں دو علاحدعلاحدہ سودے ہونے چاہییں، ایک اور حدیث اس پر دلالت کرتی ہے۔

سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عمدہ قسم کی کھجوریں لے کر آئے۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: یہ کہاں سے آئی ہیں؟ بلال رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے پاس ہلکی کھجوریں تھیں، میں نے ان میں سے دو صاع بیچ کر ان کے بدلے یہ ایک صاع عمدہ کھجوریں خریدی ہیں، تاکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کھلا سکوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«أَوَّهْ! أَوَّهْ! عَيْنُ الرِّبَا، لَاتَفْعَلْ، وَلٰكِنْ إِذَا أَرَدْتَ أَنْ تَشْتَرِيَ فَبِعِ التَّمْرَ بِبَيْعٍ آخَرَ ثُمَّ اشْتَرِ بِهِ» [1]

''افسوس! افسوس! یہ تو بالکل سود ہے، ایسا نہ کیا کرو، ہاں البتہ جب (عمدہ کھجور) خریدنے کا ارادہ ہو تو خراب کو بیچ لو اور (اس کی قیمت سے) عمدہ کھجور خرید لو۔''

بلال رضی اللہ عنہ نے خراب کھجوریں زیادہ دے کر ان کے بدلے تھوڑی عمدہ کھجوریں خریدی تھیں، یعنی ایک جنس کی چیز میں کمی بیشی واقع ہوگئی، جس طرح تو نے کیا ہے کہ پرانا سونا سو گرام لیا اور نیا سونا بھی سو گرام دیا، لیکن اس کے ساتھ تو نے قیمت بھی لی، اس صورت میں بھی ایک جنس کی چیز (سونے) میں کمی بیشی واقع ہوگئی۔ شرعی اعتبار سے یہ صورت حرام کے زمرے میں آتی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بچنے کی ایک بہترین صورت بیان کی ہے، یعنی پہلے خراب کھجور کو بیچ لو، اس کی قیمت لے لو اور پھر عمدہ کھجور خرید لو۔ دونوں سودے علاحدہ علاحدہ ہو

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [2312] صحيح مسلم، رقم الحديث [1594]

جائیں گے، امید ہے اب تمھیں سمجھ آ گئی ہوگی۔

ابوفارس: ہاں۔

استاد: تم جس طریقے سے سودا کرتے ہو، یہ ناجائز اور سراسر سود ہے۔ سونا اور کھجور وغیرہ کسی بھی قسم کی جنس میں جب کمی بیشی واقع ہو جائے تو یہ سود بن جاتا ہے۔ اس بارے میں علامہ ابن باز رحمہ اللہ کا فتویٰ سنیں۔

سوال ایک عورت پرانا سونا لے کر بازار جاتی ہے اور دکاندار سے کہتی ہے کہ اس کی کتنی قیمت ہے۔ وہ قیمت بتاتا ہے تو عورت کہتی ہے: تم اس قیمت کے بدلے نیا سونا مجھے دے دو، شریعت میں اس مسئلے کا کیا حل ہے؟

جواب یہ ناجائز ہے، کیونکہ سونے کے بدلے سونے کی خرید وفروخت میں برابری اور یکسانی ہونی ضروری ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ مِثْلًا بِمِثْلٍ، سَوَاءً بِسَوَاءٍ، وَزْنًا بِوَزْنٍ، يَدًا بِيَدٍ، فَمَنْ زَادَ أَوِ اسْتَزَادَ فَقَدْ أَرْبَىٰ »[1]

''سونے کے بدلے سونے کی بیع برابر برابر نقد بہ نقد ہونی چاہیے، جس نے زیادہ دیا یا زیادہ لیا گویا اس نے سود لیا۔''

یہ ناجائز ہے کہ آپ ایک سونا دوسرے سونے کے عوض زیادتی کے ساتھ بیچیں، کیونکہ اس میں یکسانی والی شرط نہیں رہتی، ایسی صورت میں شرعی طریقہ کار یہ ہے کہ تم اپنا سونا فروخت کرو، اس کی قیمت لے لو، پھر اس کے بعد چاہے اسی آدمی سے اپنی ضرورت کے مطابق نیا سونا خرید لو یا کسی اور سے، اس میں سود نہیں ہے۔

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث [1584]

عمار: شیخ! اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور برکت دے۔

ابوفارس: اللہ آپ کو اجر سے نوازے۔ اللہ کی قسم مجھے اس بارے میں کوئی علم نہ تھا۔

استاد: بھائی جان! اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات جان لینے کے بعد انسان کو زیب نہیں دیتا کہ ان کی مخالفت کرے۔

ابوفارس: شیخ! میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ آیندہ میں ہر معاملے میں شرعی راہنمائی لے کر چلوں گا اور میں ابھی اس خریدار کے ساتھ شرعی احکامات کے مطابق سودا کرتا ہوں۔

استاد: اللہ تمھیں اپنی اطاعت کی توفیق دے، والسلام علیکم۔

ابوفارس: نہیں شیخ جانے سے پہلے ٹھنڈا پانی تو پی لیں۔

استاد: اللہ آپ کی حفاظت کرے۔ ہمیں ذرا جلدی ہے۔

ابوفارس: نہیں اس کے بغیر آپ نہیں جا سکتے۔

استاد: جزاك الله خيرا.

ابوفارس نے جلدی سے پانی منگوایا، شیخ بیٹھ گئے اور پانی پینے لگے۔

آٹھواں باب

سونا تولنے والے ترازو میں کمی بیشی کرنا

دو آدمی باتیں کرتے ہوئے ان کے پاس آئے۔ ایک آدمی دوسرے سے کہہ رہا تھا: خالد! مجھے اس آدمی کے ترازو میں شک لگتا ہے۔

خالد: حسن! گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ ہم کسی اور دکاندار کے پاس جا کر اس کا وزن کر لیتے ہیں۔

حسن: السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔

سب آدمی: وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

خالد: آپ کے ترازو پر ہم اپنے سونے کا وزن کرنا چاہتے ہیں۔

ابوفارس: کوئی بات نہیں، آئیں کریں۔

ابوفارس نے ان کے سونے کا وزن کیا، وہ 96 گرام تھا۔ حسن نے خالد کی طرف دیکھا۔

حسن: میں نے تمھیں کہا تھا کہ یہ تاجر دھوکے باز لگتا ہے۔

استاد: اللہ تمھیں برکت دے، اطمینان اور تسلی کے ساتھ بات کریں، بتائیں کیا معاملہ ہے۔ ہم آپ کی مدد کے لیے تیار ہیں۔

حسن: ہم نے اس ساتھ والی دکان سے 99 گرام سونا خریدا ہے، آپ کے پاس وزن کیا ہے تو یہ 96 گرام ہوا ہے۔

استاد: اگر واقعی ایسا ہے تو یہ اس کی دانستہ غلطی ہے۔ عمار آؤ! اسے نصیحت کرتے ہیں۔

عمار: آؤ چلیں۔ دونوں نے ابوفارس سے رخصت لی۔

استاد: ابو فارس! اللہ آپ کو جزا دے۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔

ابو فارس: وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ استاد اور شاگرد ساتھ والی دکان میں چلے گئے۔

استاد: السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔

دکاندار: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

استاد: اللہ تمھیں برکت دے۔ آپ کے گاہکوں کو آپ سے کچھ شکایت ہے۔

دکاندار: حکم کریں، کیا بات ہے؟

استاد: وہ کہہ رہے ہیں کہ یہ سونا تین گرام کم ہے۔

دکاندار: اس نے دوبارہ وزن کیا اور سمجھ گیا کہ میں نے جان بوجھ کر ان سے تین گرام کا فراڈ کیا تھا۔ بڑی معذرت، میں بھول گیا تھا، آپ کا تابع فرمان ہوں، اب کیا حکم ہے؟

استاد: ہم تمھیں متنبہ کرنے آئے ہیں کہ آیندہ کسی کے ساتھ ایسا نہ کرنا۔ آپ دکانداروں کے پاس آنے والے اکثر لوگ ان پڑھ ہوتے ہیں، انھیں ترازو پر لکھا ہوا پڑھنا نہیں آتا۔ ترازو بھی ایسے ہوتے ہیں، جن پر انگلش لکھی ہوتی ہے اور انگلش تو دور کی بات ہے، ہمارے اکثر لوگوں کو تو اردو نہیں آتی، اس لیے وہ دکاندار پر اعتماد کر کے سودا خرید لیتے ہیں، لیکن آپ دکاندار لوگ ان کی لاعلمی سے ناجائز فائدہ اٹھا لیتے ہیں۔ دکاندار ظاہراً بڑی عزت کرتے نظر آتے ہیں، قیمت بھی کم لگاتے

ہیں، لیکن حقیقت میں ترازو کے ذریعے سے دھوکا کر جاتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا »[1]

”جس نے دھوکا دیا تو وہ ہمارے طریقے پر نہیں۔“

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

« مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا وَالْمَكْرُ وَالْخِدَاعُ فِي النَّارِ »[2]

”جس نے ملاوٹ کی وہ ہمارے طریقے پر نہیں اور دھوکا اور فریب دینے والا آگ میں ہوگا۔“

اللہ تعالیٰ ایسے خائن تاجر کو کچھ مدت کے لیے تو ڈھیل دے دیتے ہیں، لیکن اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی ایسی پکڑ آتی ہے، جس کے بارے میں اس نے کبھی سوچا بھی نہیں ہوتا۔ وہ اس حرام طریقے سے پچاس ہزار کما لیتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ اسے کسی ایسی بیماری میں مبتلا کر دیتے، جس میں اس کے پچاس سے کہیں زیادہ خرچ ہو جاتے ہیں اور آخرت کا عذاب ابھی باقی ہوتا ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کے سامنے اسے ذلیل و رسوا کریں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ ﴾ [الطارق: 9]

”جس دن چھپی ہوئی باتوں کی جانچ پڑتال کی جائے گی۔“

یعنی اللہ تعالیٰ اس کی ہر برائی کو لوگوں کے سامنے ظاہر کر دیں گے، جسے وہ چھپانا چاہتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

1. صحيح مسلم، رقم الحديث [102]
2. الطبراني في الكبير، رقم الحديث [10234]

«لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَّوْمَ الْقِيَامَةِ يُقَالُ: هٰذِهِ غَدْرَةُ فُلَانٍ» [1]

''قیامت کے دن ہر دھوکے باز کے لیے ایک جھنڈا ہو گا، کہا جائے گا یہ فلاں کی دھوکے بازی ہے۔''

اتنی شدید وعید کے بعد بھی اگر کوئی آدمی اس قبیح جرم کو نہ چھوڑے تو یہ اس کے کمزور ایمان کی دلیل ہے۔ انسان کو فکر ہونی چاہیے کہ آج دھوکا اور فراڈ کر کے کل اللہ کے دربار میں کس منہ سے جاؤں گا؟

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ ۝ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَوْ وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ ﴾

[المطففين: 1-3]

''بڑی ہلاکت ہے ماپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے۔ وہ لوگ کہ جب لوگوں سے ماپ کر لیتے ہیں تو پورا لیتے ہیں۔ اور جب انھیں ماپ کر، یا انھیں تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں۔''

ناپ تول میں کمی کرنے والے تاجر کے لیے جہنم کی ایک وادی ''ویل'' ہے، جس کی شدت سے جہنم خود ہر روز پناہ مانگتی ہے۔

اللہ سے ڈرو اور ناپ تول کے معاملے میں اس قدر محتاط ہو جاؤ کہ لوگوں کو تمھارے بارے میں کوئی غلط فہمی نہ رہے۔ ہم تمھیں ملامت نہیں کر رہے، لیکن تنبیہ ضرور کرتے ہیں کہ اپنے نفس کو اتنا پاکیزہ بنا لو، جو تمھیں اس برائی پر آمادہ نہ کر سکے۔ اللہ ہم سب کو ہدایت سے نوازے۔

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [3186] صحيح مسلم، رقم الحديث [1735]

دکاندار: اللہ آپ کو برکت دے۔ میں پختہ عزم کرتا ہوں کہ آیندہ کبھی ایسا نہیں کروں گا۔ یہ تین گرام سونا لے لو، جو کم تھا۔

استاد: اللہ آپ کو جزا دے، السلام علیکم۔

خالد اور حسن نے شیخ کا شکریہ ادا کیا اور چلے گئے۔ استاد شاگرد دونوں نئے دورہ کا آغاز کرتے ہیں۔

نواں باب

پرانا سونا پالش کر کے نئے سونے کی قیمت پر بیچنا

استاد: عمار! میرا خیال ہے کہ اس سامنے والے جیولر کی دکان پر جاتے ہیں۔ میری بیٹی کا قرآن مجید ختم ہوا ہے، اسے گفٹ دینے کے لیے ایک انگوٹھی خریدنی ہے۔

عمار: جیسے آپ کا حکم۔

استاد اور شاگرد دونوں جیولر کی دکان میں داخل ہوئے اور فریم میں لگے زیورات کے ڈیزائن دیکھنے لگے۔ اچانک شیخ نے دیکھا کہ دکاندار ایک کونے میں بیٹھا پرانے سونے کو پالش کر رہا ہے اور اس کا بیٹا پالش کیے جانے والے سونے کو پکڑ پکڑ کر الماری میں رکھ رہا ہے۔

استاد: اللہ تمھیں برکت دے! یہ کیا کر رہے ہو؟

لڑکا: ہم پرانے سونے کو پالش کر کے اس طرح بیچتے ہیں گویا یہ نیا ہے۔

استاد: تعجب کے ساتھ، نئے سونے کی قیمت پر؟

لڑکا: ہاں، پالش کے بعد یہ اس طرح چمکنے لگتا ہے گویا یہ بالکل نیا ہے اور نئے پرانے کا فرق بالکل ختم ہو جاتا ہے۔

استاد: دکاندار کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے! کیا یہ لڑکا درست کہہ رہا ہے؟

دکاندار: تو کیا ایسا کرنے میں کوئی حرج ہے؟

استاد: یہ تو سراسر دھوکا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا وَالْمَكْرُ وَالْخِدَاعُ فِي النَّارِ»[1]

''جس نے ملاوٹ کی وہ ہمارے طریقے پر نہیں اور دھوکا اور فریب دینے والا آگ میں ہوگا۔''

دکاندار: ٹھہریں جناب! بات سن لیں۔

استاد: جی سنائیں۔

دکاندار: میں اس کام میں بہت ماہر ہوں۔ پرانے سونے کو پالش کر کے اس طرح نیا بنا دیتا ہوں کہ بسا اوقات ذرا توجہ نہ کروں تو مجھے خود بھی اس میں سے نئے پرانے کا فرق کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ میں یہ کام تیس سال سے کر رہا ہوں۔ ہر طرح کے گاہک میرے پاس آتے ہیں۔

استاد: اپنی فضول باتیں ذرا چھوڑو اور میری بات سنو۔

دکاندار: جی سنائیں۔

استاد: مجھے یہ بتاؤ جو گاہک تمھارے پاس آتے ہیں، وہ نیا سونا خریدنے آتے ہیں یا پرانا پالش کیا ہوا؟

دکاندار: ظاہر بات ہے، وہ تو نیا ہی لینے آتے ہیں۔

استاد: تو کیا تم فرق کر کے بتاتے ہو کہ یہ نیا ہے اور یہ پالش کیا ہوا پرانا ہے؟

دکاندار: نہیں جناب! مجھے یہ بتانے کی کیا ضرورت ہے، جب نئے پرانے کا کوئی فرق ہی نہیں رہتا؟

استاد: ارے بھائی یہ تو دھوکا، ملاوٹ اور مسلمانوں کے ساتھ سراسر ظلم ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اَلْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ بَاعَ مِنْ أَخِيهِ بَيْعًا

[1] الطبراني في الكبير، رقم الحديث [10234]

فِيْهِ عَيْبٌ إِلَّا بَيَّنَهُ لَهُ »[1]

”مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو عیب والی چیز فروخت کرے الا یہ کہ وہ اس عیب کو واضح نہ کرے۔“

یہ بہت بڑا عیب ہے کہ آدمی نیا سونا خریدنے آئے اور تم دھوکے کے ساتھ پالش کی آڑ میں اسے پرانا سونا دے دو۔

دکاندار: میں نے عرض کی ہے کہ میں بڑی مہارت کے ساتھ یہ کام کرتا ہوں، کسی کو شک بھی نہیں گزرتا۔

استاد: ذرا یہ بتاؤ، ایک آدمی دلہن کے لیے نیا سونا خریدنے آئے تو تم اسے بتا دو کہ یہ نیا نہیں بلکہ پرانا ہے اور پالش کر کے اسے نیا بنایا گیا ہے تو کیا وہ نئے کی قیمت پر اسے خرید لے گا؟

دکاندار: نہیں! بالکل نہیں خریدے گا۔

استاد: تو پھر اللہ سے ڈرو۔ تم نے اپنی طرف ہی سے اس قبیح کام کو جائز کیا ہوا ہے، حالانکہ نبی ﷺ نے فرمایا:

« لِكُلِّ غَادِرٍ لَوَاءٌ عِنْدَ اسْتِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ »[2]

”ہر دھوکے باز کی سرین پر قیامت کے دن ایک جھنڈا ہوگا۔“

تم نے تیس سال سے کتنے لوگوں کو دھوکا دیا ہوگا؟ قیامت کے دن تیری کمر پر غداری کا جھنڈا گاڑا جائے گا اور اس پر ان لوگوں کے نام درج ہوں گے، جن کو تو نے دھوکا دیا ہے۔

---

(1) سنن ابن ماجه، رقم الحديث [2246]

(2) صحيح مسلم، رقم الحديث [1738]

دکاندار: یعنی یہ حرام ہے؟

استاد: ہاں، حرام ہے۔

دکاندار: شیخ بڑی معذرت کے ساتھ، مجھے معاف کر دیں، یہ جو انگوٹھی آپ نے پسند کی ہے، یہ نئی نہیں، بلکہ اسے پالش کیا گیا ہے۔

استاد: پرانی اور نئی دونوں کی کتنی کتنی قیمت ہے؟

دکاندار: نئی کی قیمت 35 پاؤنڈ ہے اور پرانی کی قیمت 30 پاؤنڈ ہے۔ شیخ میں تو بڑے عرصے سے یہ مکروہ کام کر رہا تھا، لیکن اب میں اس سے توبہ کرتا ہوں۔

استاد: تو نے اپنے اللہ سے معافی مانگ لی ہے اور اس انگوٹھی کے عیب کو واضح کر دیا ہے، اس لیے اب میں نئی انگوٹھی والی قیمت دیتا ہوں اور ایک بات یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ﴾ [الطلاق: 2]

”اور جو اللہ سے ڈرے گا وہ اس کے لیے نکلنے کا کوئی راستہ بنا دے گا۔“

دکاندار: روتے ہوئے بولا: شیخ ماضی میں جو میں کر چکا ہوں، اب اس کا کیا کروں؟

استاد: جن لوگوں کو تو نے دھوکا دیا ہے، اگر تجھے ان کا علم ہے تو ان کو ان کا حق واپس کر دے اور اگر نہیں علم تو ان کی طرف سے صدقہ کر دے۔

دکاندار: مجھے تو ان کی تعداد بھی یاد نہیں۔

استاد: غالب گمان کے مطابق عمل کر لو۔

عمار: اللہ تعالیٰ تمھارے کاروبار میں برکت پیدا فرمائے اور تمھیں حلال رزق عطا فرمائے۔ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

« اَلْبَیِّعَانِ بِالْخِیَارِ مَا لَمْ یَتَفَرَّقَا ، فَإِنْ صَدَقَا وَبَیَّنَا بُورِكَ لَهُمَا

فِي بَيْعِهِمَا، وَإِنْ كَتَمَا وَكَذَبَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا »[1]

''دو خرید وفروخت کرنے والے جب تک علاحدہ نہ ہو جائیں، ان کو اختیار ہوتا ہے۔ اگر وہ سچ بولیں اور (عیوب کی) وضاحت کر دیں تو ان کی چیز میں برکت ڈال دی جاتی ہے اور اگر وہ جھوٹ بولیں اور (عیوب کو) چھپائیں تو ان کی چیز سے برکت ختم کر دی جاتی ہے۔''

دکاندار: بیٹے جاؤ مشروب لے کر آؤ۔

استاد: اللہ تمھیں برکت دے۔ ہم نے ابھی یہ ساتھ والی دکان سے شربت پیا ہے۔

دکاندار: (اصرار کے ساتھ) کوئی بات نہیں، آپ پی کر جائیں۔

دکاندار کے اصرار کی وجہ سے استاد اور شاگرد نے مشروب پیا اور ایک دوسرے کا تعارف کرنے لگے۔

دکاندار: میرا نام سالم ہے۔

استاد: ما شاء اللہ، میرا نام صالح ہے اور میرے شاگرد کا نام عمار ہے۔

سالم: جزاکم اللہ، آپ نے ہمیں نصیحتیں فرمائیں۔

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [2082] صحيح مسلم، رقم الحديث [1532]

دسواں باب

قسطوں پر سونے کی خرید وفروخت

اسی دوران میں ایک فیملی اپنی دلہن کے لیے زیورات خریدنے آئی، اس نے زیورات پسند کیے اور تقریباً دس ہزار پاؤنڈ کا سامان خرید لیا، لیکن ان کے پاس صرف نو ہزار پانچ سو پاؤنڈ تھے۔ فیملی کے سربراہ نے سالم سے کہا:

خریدار: سالم صاحب! اس وقت میرے پاس نو ہزار پانچ سو پاؤنڈ ہیں۔ آپ کا کیا خیال ہے، اگر میں بقایا پانچ سو پاؤنڈ کل دے جاؤں؟

سالم: آپ دیانتدار آدمی ہیں۔ آپ یہ زیورات لے جائیں اور جب دوبارہ ادھر کا چکر لگے تو بقایا ادا کر جائیں۔

استاد: سالم! ذرا رُک جاؤ۔

سالم: جی شیخ۔

استاد: اس طریقے سے سونے کی خرید وفروخت ناجائز ہے۔

وہ آدمی شیخ کی طرف دیکھتے ہوئے تمسخرانہ انداز سے بولا۔

خریدار: اب سونے کے کاروبار میں بھی فتوے لگا دو۔ تم مولوی لوگوں کو اس بارے میں کیا پتا ہے؟ کیا قرآن مجید میں کوئی ایسی آیت ہے، جو قسطوں پر سونے کے کاروبار کو حرام قرار دیتی ہے؟

میں نے تو آج تک کسی عالم سے یہ نہیں سنا، (وہ بڑی بے شرمی سے

بولتا جا رہا تھا)

سالم: اوہ بھائی! ٹھہر جاؤ۔ تمھیں کیا پتا کہ یہ کتنے عظیم آدمی ہیں؟ ان کی بات کے سامنے تیری بات کی کوئی اہمیت نہیں ہے، فیصلہ بالآخر ان کی بات پر ہی ہوگا۔

استاد: (بڑے ادب کے ساتھ) میرے بھائی یہ کوئی مولویانہ بات نہیں اور نہ تیری جہالت شرعی حکم پر اثر انداز ہوسکتی ہے۔ یہ احکامات تو چودہ صدیوں سے ثابت اور مسلسل چلے آرہے ہیں۔

خریدار: ہم نے تو آج تک یہ نہیں سنا۔

استاد: یہی تو میں نے عرض کی ہے کہ اگر تمھیں علم نہیں تو اس سے شرعی احکام پر کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اگر تم اس سلسلے میں قرآن مجید کی آیات کا تقاضا کرتے ہو تو سنو، کسی چیز کو حرام ٹھہرانے میں سنت کا بھی وہی مقام ہے جو قرآن مجید کا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أَلَا وَإِنَّ مَا حَرَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ مِثْلَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ»[1]

''خبردار! اللہ کے رسول کا کسی چیز کو حرام ٹھہرانا، ایسے ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا کسی چیز کو حرام ٹھہرانا ہے۔''

اگر تم یہی چاہتے ہو کہ ہر چیز کا حکم قرآن مجید سے ملے تو تم مجھے یہ بتاؤ کہ ظہر کی کتنی رکعتیں ہیں؟

خریدار: کیا تم میرا مذاق اڑا رہے ہو؟

استاد: نہیں! ہرگز نہیں۔

---

[1] مسند أحمد [132/4] سنن أبي داود، رقم الحديث [4604] صحيح الجامع، رقم الحديث [8186]

خریدار: چار رکعتیں ہیں۔

استاد: یقیناً تم شروع دن سے چار ہی پڑھتے آ رہے ہو؟

خریدار: ہاں، سب لوگ چار ہی پڑھتے ہیں۔

استاد: ہاں، میں بھی چار ہی پڑھتا ہوں، لیکن یہ بتاؤ کہ قرآن مجید کی کس آیت میں ظہر، عصر اور عشا کی چار چار رکعتیں پڑھنے کا حکم ہے؟

خریدار: کیا مطلب؟

استاد: میرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ دین کے تمام احکامات صرف قرآن مجید میں ہی نہیں، بلکہ بے شمار احکامات ایسے ہیں، جو احادیث میں بیان ہوئے ہیں اور قرآن مجید میں ان کا نام ونشان بھی نہیں۔ میں نے یہ باتیں اس لیے کی ہیں کہ تم بڑے زور و شور سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف باتیں کر رہے تھے، حالانکہ قرآن مجید میں بھی ایسا حکم موجود ہے، جو قسطوں پر سونے کے کاروبار کو حرام قرار دیتا ہے۔

خریدار: وہ حکم کس آیت میں ہے؟

استاد: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ [الحشر: 7]

”اور رسول تمھیں جو کچھ دے تو وہ لے لو اور جس سے تمھیں روک دے تو رک جاؤ۔“

رسول اللہ ﷺ نے مندرجہ بالا صورت سے منع فرمایا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

«لَا تَبِيعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ وَلَا تُشِفُّوا بَعْضَهَا عَلَى بَعْضٍ، وَلَا تَبِيعُوا الْوَرَقَ بِالْوَرَقِ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ وَلَا

تُشِفُّوا بَعْضَهَا عَلَى بَعْضٍ، وَلَا تَبِيعُوا مِنْهَا غَائِبًا بِنَاجِزٍ))[1]

"سونا سونے کے بدلے نہ بیچو، مگر جب کہ وہ برابر برابر ہو اور دونوں طرف سے کوئی کمی بیشی نہ کرو اور چاندی چاندی کے بدلے نہ بیچو، مگر جب کہ وہ برابر ہو اور دونوں طرف سے کوئی کمی بیشی نہ کرو اور ان میں سے ادھار نقد کے بدلے نہ فروخت کرو۔"

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((وَلَا تَبِيعُوا مِنْهَا غَائِبًا بِنَاجِزٍ))

"ادھار نقد کے بدلے نہ فروخت کرو۔"

اس سے مراد یہ ہے کہ جو چیز مجلس میں موجود نہ ہو، اسے مجلس میں موجود چیز کے بدلے فروخت نہ کرو، بلکہ خریدار پوری رقم ادا کرے اور دکاندار اس کے بدلے پورا سودا اسے ادا کرے۔ یہ خرید و فروخت کی صحیح صورت ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ، وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ، وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ، وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ، وَالتَّمرُ بِالتَّمْرِ، وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مِثْلًا بِمِثْلٍ سَوَاءً بِسَوَاءٍ، يَدًا بِيَدٍ، فَإِذَا اخْتَلَفَتْ هَذِهِ الْأَصْنَافُ فَبِيعُوا كَيْفَ شِئْتُمْ، إِذَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ))[2]

"سونے کے بدلے سونا، چاندی کے بدلے چاندی، گندم کے بدلے گندم، جو کے بدلے جو، کھجور کے بدلے کھجور، نمک کے بدلے نمک کی خرید و فروخت برابر اور نقد ہونی چاہیے۔ جب ان چیزوں کی اصناف مختلف ہو جائیں تو جیسے چاہو بیچو، جب کہ وہ ہاتھوں ہاتھ (نقد) ہو۔"

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [177]

[2] صحيح مسلم، رقم الحديث [1587]

قاعدہ:

سود کے باب میں یہ معروف قاعدہ ہے کہ جب کسی چیز کی خرید و فروخت، جس میں سود آ سکتا ہو، اس جیسی کسی دوسری چیز سے کی جائے، جب کہ وہ اس کی جنس سے نہ ہو تو اسی مجلس میں قبضہ شرط ہے۔

رہی سونے کی خرید و فروخت پیسوں کے ساتھ تو اس کی بھی یہی صورت ہے کہ مکمل قیمت اسی مجلس میں ادا کی جائے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

«فَإِذَا اخْتَلَفَتْ هٰذِهِ الْأَصْنَافُ فَبِيعُوا كَيْفَ شِئْتُمْ، إِذَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ»

جب ان چیزوں کی اصناف مختلف ہو جائیں تو جیسے چاہو بیچو، جب کہ وہ نقد ہو۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جس چیز میں سود آ سکتا ہو، اس کی خرید و فروخت کسی اور چیز کے ساتھ اس وقت جائز ہے، جب کہ اس میں نقد کی شرط موجود ہو، اسی طرح نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

«وَلَا بَأْسَ بِبَيْعِ الذَّهَبِ بِالْفِضَّةِ وَالْفِضَّةُ أَكْثَرُهُمَا يَدًا بِيَدٍ، وَأَمَّا نَسِيئَةً فَلَا، وَلَا بَأْسَ بِبَيْعِ الْبُرِّ بِالشَّعِيرِ، وَالشَّعِيرُ أَكْثَرُهُمَا يَدًا بِيَدٍ، وَأَمَّا نَسِيئَةً فَلَا»[1]

''سونے کی خرید و فروخت چاندی کے بدلے نقد اگرچہ چاندی زائد ہی ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں اور گندم کی خرید و فروخت جو کے بدلے نقد اگرچہ جو زیادہ ہوں تو اس میں کوئی حرج نہیں، لیکن ادھار ایسا کرنا جائز نہیں۔''

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [3349]

ربوی چیز (جس میں سود آ سکتا ہو) کی بیع کسی دوسری ربوی چیز کے ساتھ مثلاً پیسوں کے ساتھ سونے کی بیع میں کچھ قیمت ادا کر دینا اور کچھ ادھار کر لینا درست نہیں ہے۔

سالم: لا الہ الا اللہ، اس مسئلے میں اتنی دلیلیں موجود ہیں؟

استاد: سب سے واضح ایک اور دلیل بھی ہے۔

آدمی: وہ کون سی ہے؟

استاد: حضرت مالک بن اَوس فرماتے ہیں کہ میں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہو کر عرض کی: کون دینار کے بدلے درہم دے گا؟ طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ اس وقت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس تھے، انھوں نے کہا: ہمیں اپنا سونا (دینار) دکھاؤ، جب ہمارا خادم آئے گا تو ہم تمھیں اس کے بدلے چاندی دے دیں گے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہرگز نہیں، اللہ کی قسم! تم اس کو چاندی فوراً دے دو یا اس کا سونا (دینار) واپس کر دو، اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اَلْوَرَقُ بِالذَّهَبِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَ هَاءَ، والشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالتَّمرُ بِالتَّمرِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَ هَاءَ»[1]

”چاندی کی بیع سونے کے بدلے سود ہے، مگر جب کہ وہ نقد ہو (تو جائز ہے) گندم کے بدلے گندم کی بیع سود ہے، مگر جب کہ وہ نقد ہو (تو جائز ہے) جَو کے بدلے جَو کی بیع سود ہے، مگر جب کہ وہ نقد ہو (تو جائز ہے) کھجور کے بدلے کھجور کی بیع سود ہے، مگر جب کہ وہ نقد ہو (تو جائز ہے)۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول: ”ہرگز نہیں، اللہ کی قسم! تم اس کو چاندی فوراً

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [2134] صحيح مسلم، رقم الحديث [1586]

دے دو یا اس کا سونا واپس کر دو۔''

اس سے واضح ہوتا ہے کہ سونے کی خرید و فروخت کسی اور چیز کے ساتھ اس صورت میں جائز ہے، جب اسی مجلس میں لین دین مکمل کیا جائے۔ یہی قول میرے علاوہ اور بہت سے لوگوں کا بھی ہے۔

سالم: علما میں سے اور کس کس کا یہ قول ہے؟

استاد: امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ایک ربوی چیز (جس میں سود آ سکتا ہو) کی کسی دوسری ربوی چیز کے ساتھ خرید و فروخت میں تقابض (اسی مجلس میں لین دین مکمل کرنا) شرط ہے، اس روایت کے مطابق طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے مالک بن اَوس رضی اللہ عنہ سے سونا لے لیا اور خادم کے آنے تک چاندی دینے کو موخر کر دیا اور ان کے نزدیک اس طرح کرنا جائز تھا، لیکن جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو آگاہ کیا تو انھوں نے اسے ترک کر دیا۔''

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے بھی ایک سوال کے جواب میں یہی فرمایا ہے۔

سوال ایک عورت نے اپنے سونے کے کنگن طے شدہ قیمت کے عوض ادھار فروخت کیے ہیں، کیا یہ شرعی اعتبار سے جائز ہے؟

جواب اس پر علما کا اتفاق ہے کہ سونے اور چاندی کی خرید و فروخت ادھار جائز نہیں ہے، لہٰذا کنگن واپس کر دیے جائیں۔

سالم: شیخ! اس طریقے سے کیا گیا سودا تو باطل ہوگا؟

استاد: میں نے تو ساری دلیلیں بیان کر دی ہیں۔

سالم: اللہ آپ کو جزا دے، اب اس کا حل کیا ہے؟

استاد: اس کا حل بڑا آسان ہے، جتنی رقم پاس ہو، اتنی کا سونا خرید لو اور باقی دوبارہ جب پیسے پاس ہوں خرید لینا۔

خریدار:: شیخ میں اپنے درشت رویے پر معذرت خواہ ہوں۔ مجھے اس مسئلے کا علم نہ تھا۔ سالم بھائی! مجھے ساڑھے نو ہزار پاؤنڈ کا سونا تول دو اور باقی میں دوبارہ قیمت ادا کر کے لے جاؤں گا۔

سودا ختم ہونے کے بعد اس آدمی نے سامان پکڑا اور چلا گیا۔ شیخ اور عمار دکان سے نکلنے لگے تو ایک اور آدمی سونے کا ہار فروخت کرنے آ گیا۔

گیارھواں باب

زیورات خریدتے وقت ان کے ساتھ لگے ہوئے موتیوں کو اتار دینا اور بیچتے وقت ان کو ساتھ شمار کر کے وزن کرنا

ایک آدمی دکان میں داخل ہوا، اس کے پاس سونے کا ایک ہار تھا، جس کو خوبصورت موتیوں اور جواہرات کے ساتھ مڑھا گیا تھا۔ وہ آدمی اسے فروخت کرنا چاہتا تھا، اس نے سب حاضرین کو سلام کہا اور سالم سے مخاطب ہوا۔

آدمی: کیا آپ سونا خرید لیں گے؟

سالم: ہاں، آپ کیا چیز بیچنا چاہتے ہیں؟

آدمی: میرے پاس سونے کا ایک ہار ہے۔

سالم: مجھے دکھاؤ۔

آدمی: یہ لو دیکھو۔

سالم نے ہار پکڑا اور اس سے موتی اور جواہرات اتارنا شروع کر دیے، تاکہ صرف سونے کا وزن کرے اور موتیوں کو کسی حساب کتاب میں نہ لائے۔

آدمی: گاہک سے زیورات خریدتے وقت تم لوگ موتیوں کو علاحدہ کر لیتے ہو، جب کہ بیچتے وقت تم انھیں بھی شمار کرتے ہو اور باقاعدہ ان کا وزن کرتے ہو، اس کی کیا وجہ ہے؟

سالم: سونے کے کام میں یہی طریقہ چلتا ہے۔

آدمی: تمھارا یہ دوہرا معیار کیوں ہے؟ ایک چیز تم سے ہی خریدیں اور دوبارہ تمھیں ہی فروخت کریں، اس کے باوجود اتنا زیادہ فرق کیوں ہے؟ پہلے تم ان موتیوں کو سونے کے وزن میں شامل کر کے ان کی بھی اسی طرح قیمت وصول کرتے ہو، جس طرح سونے کی قیمت ہوتی ہے اور دوسری دفعہ تم ان کو الگ کر کے وزن کرتے ہو، حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اَلَّذِیۡنَ اِذَا اکۡتَالُوۡا عَلَی النَّاسِ یَسۡتَوۡفُوۡنَ ۪ۖ وَ اِذَا کَالُوۡہُمۡ اَوۡ وَّزَنُوۡہُمۡ یُخۡسِرُوۡنَ﴾ [المطففین: 3,2]

”بڑی ہلاکت ہے ماپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے۔ وہ لوگ کہ جب لوگوں سے ماپ کر لیتے ہیں تو پورا لیتے ہیں۔ اور جب انھیں ماپ کر، یا انھیں تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں۔“

جب تم دوسروں کے لیے وزن کرتے ہو تو موتیوں کو سونے کے ساتھ شامل کرتے ہو اور جب اپنے لیے وزن کرتے ہو تو ان کو سونے سے علاحدہ کر لیتے ہو۔

سالم: میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ سونے کی خرید وفروخت کا یہی طریقہ ہے۔

استاد: اگرچہ وہ طریقہ حرام ہی کیوں نہ ہو؟

سالم: کیا یہ حرام ہے؟

استاد: اس کی حرمت کے لیے یہی ایک دلیل کافی ہے، جو ابھی اس بھائی نے پیش کی ہے، لیکن آپ کی تسلی کے لیے سنتِ مطہرہ سے بھی بے شمار دلیلیں دی جا سکتی ہیں، مثلاً فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے غزوہ خیبر کے موقع پر بارہ دینار میں ایک ہار خریدا، جس میں سونا اور منکے تھے، میں نے

اسے الگ الگ کیا تو اس میں بارہ دینار سے زیادہ (سونا) پایا۔ میں نے نبی مکرم ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«لَا یُبَاعُ حَتّٰی یُفْصَلَ»[1]

''ہار تب تک نہ بیچا جائے جب تک کہ (سونے اور موتیوں کو) الگ الگ نہ کرلیا جائے۔''

حنش الصنعانی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہم فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک غزوے میں تھے۔ میرے اور میرے ساتھیوں کے حصے میں ایک ہار آیا، جس میں سونا چاندی اور جواہرات تھے۔ میں نے اسے خریدنا چاہا۔ میں نے فضالہ بن عبید سے پوچھا تو انھوں نے کہا کہ اس کا سونا الگ کرلو اور ایک پلڑے میں رکھو اور اپنا سونا دوسرے پلڑے میں رکھو اور ایک جیسے کے سوا ہرگز نہ لو، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے:

«مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْآخِرِ فَلَا یَأْخُذَنَّ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ»[2]

''جو شخص اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان لاتا ہے وہ سوائے ایک جیسے کے کچھ نہ لے۔''

امام نووی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

''اس حدیث میں دلیل ہے کہ سونے کے زیورات کے ساتھ لگے ہوئے موتیوں کو سونے کے ریٹ پر فروخت کرنا ناجائز ہے، بلکہ ان کو جدا کر لینا چاہیے اور علاحدہ طور پر انھیں فروخت کرنا چاہیے، اسی طرح چاندی، گندم اور نمک اور تمام ربوی اشیا کا معاملہ ہے، یعنی

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث [1591,90]

[2] صحیح مسلم، رقم الحدیث [1591,92]

تمام ربوی اشیا کو ان کے ساتھ لگی ہوئی دیگر اشیا سے جدا کر کے فروخت کرنا چاہیے، خواہ وہ کثیر مقدار میں ہوں یا قلیل مقدار میں، نبی اکرم ﷺ کے فرمان: «لَا يُبَاعُ حَتَّى يُفَصَّلَ» (فروخت نہ کیا جائے، جب تک الگ الگ نہ کر لیا جائے) میں صراحت کے ساتھ اس بات کا حکم دیا گیا ہے۔"[1]

سالم صاحب! یہ احادیث سن کر آپ کیا محسوس کر رہے ہیں؟

سالم: استاد صاحب! شریعت کے احکام کچھ اور ہیں اور ہم کسی اور راستے پر چل رہے ہیں۔

استاد: تم ہیرے، موتی اور جواہرات والے زیورات کی خرید و فروخت کے وقت سونے کو الگ کر لیا کرو اور گاہک کے ساتھ دونوں چیزوں کا الگ الگ ریٹ طے کیا کرو، کیونکہ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تم مندرجہ ذیل پانچ گناہوں کے مرتکب ٹھہرو گے:

① تمھارا شمار ناپ تول میں کمی بیشی کرنے والوں میں ہوگا، جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ ۝ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَوْ وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ ﴾

[المطففين: 1-3]

"بڑی ہلاکت ہے ماپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے۔ وہ لوگ کہ جب لوگوں سے ماپ کر لیتے ہیں تو پورا لیتے ہیں۔ اور جب انھیں ماپ کر، یا انھیں تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں۔"

---

[1] شرح مسلم [11/19 ، 17]

② زیورات سے موتیوں کو الگ نہ کر کے رسول اللہ ﷺ کے واضح حکم کی مخالفت ہوتی ہے۔

③ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ وَ لَا تَبۡخَسُوا النَّاسَ اَشۡيَآءَهُمۡ ﴾ [هود: 85]

''اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو۔''

کسی کی حق تلفی کرنا بہت بڑا ظلم ہے۔ یہ لوگوں کی حق تلفی ہے کہ ایک چیز خریدتے وقت تم علاحدہ کر لیتے ہو اور فروخت کرتے وقت اسے ساتھ ہی رکھتے ہو۔

④ اللہ تعالیٰ کے واضح فرمان:

﴿ وَزِنُوۡا بِالۡقِسۡطَاسِ الۡمُسۡتَقِيۡمِ ﴾ [الإسرآء: 35]

''اور سیدھی ترازو کے ساتھ وزن کرو۔''

کی مخالفت، کیونکہ اس طریقے سے ترازو درست نہیں رہتا، بلکہ اس میں کجی آ جاتی ہے۔

⑤ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

« كُلُّ جَسَدٍ نُبِتَ مِنَ سُحُتٍ فَالنَّارُ أَوۡلٰى بِهِ »[1]

''ہر وہ جسم جس نے حرام سے پرورش پائی، آگ اس کی زیادہ حق دار ہے۔''

غور کرو! تم اس طریقے سے حرام روزی خود بھی کھا رہے ہو اور اپنے بیوی بچوں کو بھی کھلا رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ وَ لۡيَخۡشَ الَّذِيۡنَ لَوۡ تَرَكُوۡا مِنۡ خَلۡفِهِمۡ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوۡا

[1] الطبراني في الكبير [135/19] صحيح الجامع، رقم الحديث [4519]

عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَ لْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا﴾ [النساء: 9]

''اور لازم ہے کہ وہ لوگ ڈریں جو اپنے پیچھے اگر کمزور اولاد چھوڑتے تو ان کے متعلق ڈرتے، پس لازم ہے کہ وہ اللہ سے ڈریں اور سیدھی بات کہیں۔''

جو چیزیں مرنے کے بعد انسان کی اولاد پر اثر انداز ہوتی ہیں، وہ یہ ہیں:

① تم اپنے معاملات، عبادات، عقائد، تجارتی، کاروباری معاملات، عہد و پیمان وغیرہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔

② سچی اور کھری بات کہو، بغیر دلیل کے ہرگز بات نہ کرو۔

سالم: استاد میں تو اللہ تعالیٰ سے توبہ کرلوں گا، لیکن مارکیٹ کی حالت یہ ہے کہ تمام تاجر یہ کام کر رہے ہیں، لہٰذا میرے اکیلے کے یہ کام نہ کرنے سے کیا اثر پڑے گا؟

استاد: اگر دوسرے لوگ ظلم کر رہے ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم بھی ظلم شروع کر دو۔

سالم: اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟

استاد: تمھیں اختیار ہے، تم دو چیزوں میں سے ایک کا انتخاب کرلو:

① تم فیکٹری میں اسی طرح فروخت کرو، جس طرح خریدتے ہو، یعنی موتیوں کو علاحدہ کر کے خریدو اور اسی طرح فیکٹری میں فروخت کر دو۔

② اس قسم کا کاروبار نہ کرو، جو تمھارے لیے خسارے کا باعث بنے۔

سالم: میں ان شاء اللہ آیندہ منگل فیکٹری میں جاؤں گا اور ان سے اس بارے میں بات کروں گا، اگر وہ میرے ساتھ متفق ہو گئے تو ٹھیک ہے، ورنہ میں

اس طرح کا سودا نہ کیا کروں گا۔

استاد: تم فیکٹری والوں کو وعظ و نصیحت کرنا، انہیں احادیث سنانا اور نرمی سے بات کرنا۔ امید ہے اللہ تعالیٰ تمھارے لیے کوئی راستہ نکال دیں گے، کیونکہ لوگوں کو وعظ و نصیحت کی اشد ضرورت ہے اور جب کوئی شخص وعظ و نصیحت کرتا ہے تو لوگ بہ خوشی اسے سنتے اور اس پر عمل بھی کرتے ہیں۔

سالم: میں ان شاء اللہ منگل کو ضرور جاؤں گا، لیکن اب اس ہار والے بھائی کے ساتھ کیا کروں؟

استاد: اس ہار سے سونے اور موتیوں کو الگ الگ کرو۔ دونوں کا علاحدہ علاحدہ وزن کرو اور علاحدہ علاحدہ جو ریٹ ہے اس کے مطابق اس آدمی کو پیسے دے دو۔

سالم: ٹھیک ہے! میں ایسا ہی کرتا ہوں۔

سالم نے بالکل اسی طرح کیا، جس طرح استاد صاحب نے بتایا تھا۔ وہ آدمی استاد صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوا واپس ہوا چلا گیا۔

استاد: سالم صاحب! ما شاء اللہ آپ نے بہت جلد اپنی اصلاح کی ہے اور ہماری باتوں کو اپنے دل میں جگہ دی ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمھارے کاروبار میں برکت پیدا فرمائے اور تمھیں وسیع رزق عطا فرمائے۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

سالم: استاد صاحب! اللہ تعالیٰ آپ کو بھی جزائے خیر عطا فرمائے، آج کھانا ہمارے ساتھ کھائیں۔

استاد: نہیں، جزاک اللہ، بارک اللہ۔ آج ہمیں اور بہت سے کام ہیں، موقع ملا تو دوبارہ حاضر ہوں گے۔

سالم: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ۔

عمار: استاد صاحب! اب کہاں کا ارادہ ہے؟

استاد: اب گھر چلتے ہیں۔ (دونوں گھر کو روانہ ہوئے)

استاد: عمار: کیا تم مجھے بتا سکتے ہو کہ آج ہم نے کتنے لوگوں کو دعوت دی ہے اور کس کس برائی سے لوگوں کو منع کیا ہے؟

عمار: جی استاد صاحب! میں بتاتا ہوں۔

صرافہ بازار میں دورے کا خلاصہ

عمار: الحمد للہ، آج ہم نے مندرجہ ذیل پانچ برائیوں سے لوگوں کو روکا ہے:

۱ پرانا سونا نئے سونے کے عوض کمی بیشی کے ساتھ یا زائد رقم ادا کر کے خرید وفروخت کرنا حرام ہے۔ سونے کی خرید وفروخت سونے کے ساتھ برابر برابر ہونی چاہیے، خواہ سونا پرانا ہو یا نیا۔

۲ ترازو کے ذریعے تولتے ہوئے سونے کے وزن میں گڑھ بڑھ کرنا، اس کا حکم واضح ہے کہ یہ حرام ہے۔۔

۳ پرانا سونا پالش کر کے نئے سونے کے ریٹ پر فروخت کرنا اور گاہک کو اس کی خبر نہ ہونے دینا، اس کی حرمت بھی واضح ہے۔

۴ قسطوں پر سونے کی خرید وفروخت حرام ہے، جائز نہیں ہے، کیوں کہ اس کی حرمت پر کئی ایک واضح نصوص اور دلائل موجود ہیں۔

۵ خریدتے اور وزن کرتے وقت سونے کے زیورات سے موتی اور خوبصورت جواہرات اتار لینا۔

استاد: بارک اللہ۔

عمار: استاد صاحب! کیا آپ کے پاس پانچ منٹ ٹائم ہے؟

استاد: ہاں، کیا کام ہے؟

۳

کرنسی مارکیٹ کا دورہ

عمار: استاد صاحب! میرے بھائی محمد نے مجھے ایک سو ڈالر بھیجے ہیں۔ میں انھیں پاکستانی کرنسی میں تبدیل کروانا چاہتا ہوں، کیونکہ میں نے کچھ حدیث اور فقہ کی کتب خریدنی ہیں۔

استاد: قریب ہی کرنسی تبدیل کروانے کی مارکیٹ ہے، آؤ وہاں چلتے ہیں۔

عمار: اللہ آپ کو جزا دے، معاف کرنا اگر آپ کا وقت ضائع ہو رہا ہے تو؟

استاد: کوئی بات نہیں۔

استاد اور شاگرد کرنسی کی دکان میں جاتے ہیں۔ استاد عمار کے انتظار میں کرسی پر بیٹھ گئے۔ عمار اس کاؤنٹر پر گیا، جہاں سے ڈالر تبدیل ہونے تھے، وہاں پہلے سے پانچ آدمی کھڑے تھے۔

عمار: استاد صاحب! آیئے چلیں۔

استاد: کہاں؟

عمار: واپس چلتے ہیں، کیونکہ ہمارے پاس اتنا وقت نہیں، یہاں تو ابھی پانچ آدمی کھڑے ہیں۔

استاد: تھوڑی دیر انتظار کر لیتے ہیں، اتنی دور سے دوبارہ کیسے آئیں گے؟

عمار: ٹھیک ہے۔

عمار استاد کے پاس بیٹھ کر اپنی باری کا انتظار کرنے لگا۔

بارھواں باب

کرنسی کو فوری ادا کرنے کا بیان

استاد اور شاگرد کافی دیر انتظار کرتے رہے۔ کوئی آدمی بھی کاؤنٹر سے پیچھے نہیں آ رہا تھا۔ عمار نے دیکھا کہ ایک آدمی کے پاس کافی زیادہ ڈالر ہیں، جب کہ کمپنی کے پاس اس کے عوض اتنی پاکستانی کرنسی نہ تھی۔ اس آدمی اور کمپنی کے کلرک کے درمیان یہ بات طے ہو رہی تھی کہ وہ بقایا ایک لاکھ روپے کل لے جائے گا، ان کی بات ختم ہونے سے پہلے عمار جلدی سے ان کے پاس پہنچ گیا۔

عمار: مسکراتے ہوئے: السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔

آدمی: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔

عمار: اللہ تمھاری حفاظت کرے، کیا تمھیں معلوم ہے کہ شریعت میں اس بیع کا کیا حکم ہے؟

(آدمی اور کلرک نے عمار کی طرف بڑی حقارت سے دیکھا)

آدمی: کیا حکم ہے شریعت میں، مولوی صاحب؟

عمار: میں مولوی نہیں ہوں، بلکہ میرے ساتھ بڑے جلیل القدر عالم موجود ہیں، آؤ اُن سے پوچھ لیتے ہیں۔

کلرک: آپ اپنے کام سے کام رکھو۔ ہمارا وقت ضائع نہ کرو، ہمیں اتنے فلسفے کی ضرورت نہیں ہے۔

آدمی: مذاق کرتے ہوئے بولا: ٹھہر جاؤ یار، ان کے عالم کی بات بھی سن لیتے ہیں۔

عمار: یہ ہیں ہمارے استاد۔ وہ آدمی استاد صاحب کے پاس بیٹھ گیا اور تمسخرانہ انداز سے بولا: السلام علیکم۔

استاد: وعلیکم السلام۔

آدمی: شیخ صاحب! آپ کا اس سودے کے بارے میں کیا خیال ہے؟

استاد: پہلے یہ بتائیں! آپ کیسے ہیں؟ سب خیریت ہے نا؟

آدمی: الحمد للہ! سب خیریت ہے۔

استاد: اللہ تعالیٰ تمھیں اپنے حفظ و امان میں رکھے اور تمھارے مال اور اولاد میں برکت پیدا فرمائے اور تمھیں ہر قسم کی مصیبت سے بچائے۔

وہ آدمی شیخ کے حسنِ اخلاق سے بڑا متاثر ہوا اور اپنے رویے پر شرمندہ ہوتے ہوئے بولا: آمین، اللہ تمھیں بھی برکت دے۔ ہمیں اس معاملے کا شرعی حکم بتا دیں۔

استاد: جس طریقے سے تم نے ابھی یہ کرنسی والا معاملہ طے کیا ہے، یہ ناجائز ہے۔ قرآن و سنت کے اعتبار سے ایسی بیع فاسد ہوتی ہے۔ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

« اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ، وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ، وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ، وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ، وَالتَّمرُ بِالتَّمْرِ، وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مِثْلًا بِمِثْلٍ سَوَاءً بِسَوَاءٍ، يَدًا بِيَدٍ، فَإِذَا اخْتَلَفَتْ هَذِهِ الْأَصْنَافُ فَبِيعُوا كَيْفَ شِئْتُمْ، إِذَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ »[1]

''سونے کے بدلے سونا، چاندی کے بدلے چاندی، گندم کے بدلے

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث [1587]

گندم، جو کے بدلے جو، کھجور کے بدلے کھجور، نمک کے بدلے نمک کی خرید و فروخت برابر برابر اور نقد ہونی چاہیے، البتہ جب ان چیزوں کی اصناف مختلف ہو جائیں تو جیسے چاہو بیچو، جب کہ وہ ہاتھوں ہاتھ (نقد) ہو۔''

رسول اللہ ﷺ کا قول: «یَداً بِیَدٍ» ''ہاتھوں ہاتھ (نقد)۔'' یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ خرید و فروخت والی مجلس ہی میں تقابض (مکمل لین دین) ضروری ہے اور یہی اصول سود کے معاملے میں بھی مسلمہ ہے کہ جب ربوی چیز کی خرید و فروخت کسی دوسری ربوی چیز سے، جو اس کی جنس سے نہ ہو، کی جائے تو اسی مجلس میں تقابض شرط ہے۔

تم نے ابھی جو کرنسی کے لین دین کا تبادلہ کیا ہے، اس میں بھی لازمی ہے کہ تم اسی مجلس میں سودا ختم کرو۔

سیدنا مالک بن اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے صحابہ کرام کی طرف متوجہ ہو کر عرض کی: کون دینار کے بدلے درہم دے گا؟ طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ اس وقت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس تھے۔ انھوں نے کہا: ہمیں اپنا سونا (دینار) دکھاؤ، جب ہمارا خادم آئے گا تو ہم تمھیں اس کے بدلے چاندی دے دیں گے، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہرگز نہیں، اللہ کی قسم! تم اس کو چاندی فوراً دے دو یا اس کا سونا (دینار) واپس کر دو، اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اَلْوَرِقُ بِالذَّهَبِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَ هَاءَ، والشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالتَّمرُ بِالتَّمرِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَ هَاءَ» [1]

''چاندی کی بیع سونے کے بدلے سود ہے، مگر جب کہ وہ نقد ہو

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [2134] صحيح مسلم، رقم الحديث [1586]

(تو جائز ہے) گندم کے بدلے گندم کی بیع سود ہے، مگر جب کہ وہ نقد ہو (تو جائز ہے) جَو کے بدلے جَو کی بیع سود ہے، مگر جب کہ وہ نقد ہو (تو جائز ہے) کھجور کے بدلے کھجور کی بیع سود ہے، مگر جب کہ وہ نقد ہو (تو جائز ہے)۔"

غور کریں! عمر رضی اللہ عنہ نے کس قدر سختی کے ساتھ یہ حکم ارشاد فرمایا؟ اس سے واضح ایک اور روایت بھی ہے، جس میں اس مسئلے کو مزید وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

آدمی: وہ کونسی ہے؟

استاد: ابو المنہال فرماتے ہیں کہ شریک نے مجھے حج کے موسم تک ادھار چاندی فروخت کی، اس کے بعد دوبارہ شریک میرے پاس آئے اور کہا کہ یہ سودا درست نہیں ہے۔ میں نے بازار میں بھی اسی طرح سودا کیا، لیکن کسی نے اعتراض نہیں کیا تھا، اس لیے میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان سے اس کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینے میں تشریف لائے تھے، اس وقت ہم اس طرح خرید وفروخت کرتے تھے تو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَا كَانَ يَداً بِيَدٍ فَلَا بَأْسَ بِهِ، وَمَا كَانَ نَسِيئَةً فَهُوَ رِباً))[1]

"اگر نقد ہو تو درست ہے اور اگر ادھار ہو تو یہ سود ہے۔"

براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے شریک رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور ان سے سوال کرو، کیونکہ وہ مجھ سے بڑے تاجر ہیں۔ چنانچہ

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث [1589]

میں زید بن ارقم کے پاس گیا اور ان سے پوچھا تو انھوں نے بھی وہی بات کہی، جو براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے کہی تھی۔"[1]

ذرا غور کریں کہ صحابہ کرام نے اس طرح سودا کرنے سے منع کیا اور ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بھی سنائی:

«نَهٰى ﷺ عَنْ بَيْعِ الْوَرَقِ بِالذَّهَبِ دَيْنًا»[2]

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ادھار چاندی کی خرید وفروخت سونے کے ساتھ کرنے سے منع فرمایا ہے۔"

ان دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح تم نے معاملہ کیا ہے، اس میں مکمل قیمت ادا کرنا لازمی ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اس بات پر علما کا اتفاق ہے کہ کسی وقت مقرر تک سونے کی خرید وفروخت سونے کے ساتھ یا چاندی کے ساتھ کرنا حرام ہے۔"

آدمی: یعنی قیمت میں سے کچھ باقی رکھنا جائز نہیں ہے؟

استاد: اللہ آپ کو برکت دے، بالکل جائز نہیں۔

عمار: استاد صاحب! اس کا حل کیا ہوگا؟

استاد: اس کا حل بہت آسان ہے اور وہ یہ کہ ڈالروں کے عوض اتنی کرنسی لے لی جائے، جتنی ان کے پاس ہو اور بقایا ڈالر کسی اور جگہ سے تبدیل کروا لیے جائیں یا ڈالر اپنے پاس ہی رکھیں اور دوبارہ جب ان کے پاس متبادل

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [2497] صحيح مسلم، رقم الحديث [1589]

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث [2175] صحيح مسلم، رقم الحديث [1589]

پاکستانی کرنسی آ جائے تو تبدیل کروالیں۔

آدمی: اللہ آپ کو جزا دے! ہم اس طرح ہی کریں گے۔

استاد: بارك الله فيك!

آدمی: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

استاد: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

تیرھواں باب

پھٹے پرانے نوٹوں کو کم قیمت کے عوض فروخت کرنا

استاد صاحب جب اپنی گفتگو سے فارغ ہوئے تو ایک اور آدمی جو قریب بیٹھا آپ کی باتیں سن رہا تھا، اس نے ایک سوال کیا۔

آدمی: حضرت صاحب! پھٹے پرانے نوٹوں کو کم قیمت پر بیچنا، مثلاً دس پونڈ پرانے، نو نئے پونڈ میں فروخت کرنے کا شرعی حکم کیا ہے؟

استاد: سابقہ حدیث کی وجہ سے یہ طریقہ درست نہیں ہے، کیونکہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

«اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ، وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ، وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ، وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ، وَالتَّمرُ بِالتَّمْرِ، وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ إِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ عَيْنًا بِعَيْنٍ، فَمَنْ زَادَ أَوِ ازْدَادَ فَقَدْ أَرْبَىٰ»[1]

”سونے کے بدلے سونا، چاندی کے بدلے چاندی، گندم کے بدلے گندم، جَو کے بدلے جَو، کھجور کے بدلے کھجور، نمک کے بدلے نمک برابر برابر اور نقد خرید و فروخت ہونی چاہیے اور جس نے زیادہ دیا یا زیادہ طلب کیا تو اس نے سودی کام کیا۔“

زیادہ دینے والا اور زیادہ لینے والا دونوں ہی گناہ گار ہیں۔ قاعدے کی

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث [1587]

رو سے ایک ہزار روپے کو ایک ہزار روپے کے عوض فروخت کرنا چاہیے۔

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عمدہ قسم کی کھجوریں لے کر آئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: یہ کہاں سے آئی ہیں؟ بلال رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے پاس ہلکی کھجوریں تھیں، میں نے ان میں سے دو صاع بیچ کر ان کے بدلے یہ ایک صاع عمدہ کھجوریں خریدی ہیں، تاکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کھلا سکوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَوَّه أَوَّه عَيْنَ الرِّبَا))[1] ''اوہ، اوہ، یہ تو بالکل سود ہے۔''

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے اس فعل پر نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقید اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اس طرح کی خرید وفروخت درست نہیں ہے، جس میں ربوی چیز کسی دوسری ربوی چیز کے بدلے برابر اور نقد نہ ہو۔

آدمی: شیخ! اللہ آپ کو جزا دے۔

استاد: آپ کو بھی (عمار کی باری آئی تو اس نے اپنی کرنسی تبدیل کروائی اور یہ کہتے ہوئے واپس ہوئے)۔

عمار: شیخ! اللہ آپ کو جزا دے، آپ کا کافی وقت لیا ہے۔

استاد: عمار تمھارا کام ہو گیا ہے؟

عمار: ہاں شیخ ہو گیا ہے۔

استاد: اللہ کا شکر ہے! آؤ چلیں۔

عمار: ٹھیک ہے۔

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [2312] صحيح مسلم، رقم الحديث [1594]

چودھواں باب

چیک پر لکھی ہوئی رقم سے کم قیمت پر اسے فروخت کرنا

شیخ اور عمار مارکیٹ سے باہر آرہے تھے کہ ایک آدمی نے مسئلہ پوچھنے کے لیے ان کو روک لیا۔

آدمی: استاد صاحب! میری ایک مشکل ہے، مہربانی فرما کر اس کا کوئی حل بتا دیں۔

استاد: جی بیان کریں، اگر ممکن ہوا تو ہم ضرور بتائیں گے۔

آدمی: میں نے ایک آدمی سے دس ہزار روپے لینے تھے، لہٰذا میں نے اس سے اتنی رقم کا چیک وصول کرلیا اور اس کو ادا کرنے کا وقت "14,1,2012" درج تھا، لیکن وہ مقرر وقت پر کیش نہ ہوا۔ میں بار بار اس سے مطالبہ کرتا رہا، لیکن وہ ہمیشہ مجھے ٹال دیتا تھا۔ مجھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ وہ کسی مالی مشکل کا شکار بھی نہیں، بلکہ وہ جان بوجھ کر ایسا کر رہا ہے۔ میں نے اپنے ایک دوست کے ذریعے بھی اسے سمجھانے کی کوشش کی ہے، لیکن وہ پیسے واپس کرنے پر آمادہ نہیں ہے۔ اب میں اس پر قانونی کارروائی کرنے پر غور کر رہا تھا اور اس سلسلے میں، میں نے اپنے ایک دوست سے مشورہ کیا تو اس نے کہا کہ آپ مجھے یہ چیک 9500 روپے میں فروخت کر دو۔ اگر میں نے رقم لے لی تو ٹھیک ہے اور اگر نہ لے سکا تو میں یہ نقصان برداشت کرلوں گا۔

استاد: پیارے بھائی جان! یہ سودا مندرجہ ذیل دو وجوہات کی بنا پر ناجائز ہے:

① یہ بات حتمی نہیں کہ اسے رقم ملے گی یا نہیں؟

② اگر اسے رقم مل جاتی ہے تو تیرے دل میں یہ وسوسہ جنم لے گا کہ اسے بغیر کسی مشقت کے پانچ سو روپے کا نفع مل گیا ہے اور اگر اسے رقم نہ ملی تو اس کے دل میں وسوسہ آئے گا کہ تو نے مفت میں اس سے 9500 روپے لے لیے ہیں۔

اسے شرعی اصطلاح میں ''دھوکے کی بیع'' کہتے ہیں، اس لیے کہ اس میں یہ وضاحت نہیں کہ دو خرید و فروخت کرنے والوں میں سے ایک کو کچھ ملے گا یا نہیں؟ اگر کسی ایک کو زیادہ نفع مل گیا تو دوسرے کے دل میں حسد پیدا ہو سکتا ہے اور جھگڑے کی نوبت آ سکتی ہے۔

آدمی: حضرت صاحب! اگر اسے پورے پیسے مل جاتے ہیں تو مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں۔

استاد: محض رضامندی کسی حرام کام کو حلال کر سکتی ہے اور نہ حلال کو حرام کر سکتی ہے۔

«نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ بَيْعِ الْغَرَرِ»[1]

''نبی ﷺ نے دھوکے کے ساتھ خرید و فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے۔''

مزید اس سودے میں بیع کی مندرجہ ذیل دو شرائط نہیں ہیں:

① چیز میں ابہام نہ پایا جائے، جب کہ یہاں چیک کے معاملے میں واضح ابہام ہے کہ اسے رقم ملے گی یا نہیں؟

② فروخت کرنے والا جو چیز فروخت کر رہا ہے، وہ اس کے قبضے میں ہو یا

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث [1513]

اس کے دائرہ اختیار میں ہو، جب کہ یہاں اس کے برعکس ہے، لہٰذا یہ سودا فاسد ہے۔

آدمی: یعنی کوئی حیلہ سازی کام نہیں آئے گی؟

استاد: نہیں، لیکن تیرے پاس ایک اور راستہ ہے۔

آدمی: وہ کون سا ہے؟

استاد: تم یہ معاملہ عدالت میں لے جاؤ۔

آدمی: کیا یہ شرعی اعتبار سے جائز ہے؟

استاد: ہاں، ایک وکیل کرو اور عدالت کے ذریعے رقم نکلوا لو اور وکیل کو اس کی فیس دے دینا۔

آدمی: اللہ آپ کو جزا دے۔

استاد: اور آپ کو بھی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آدمی: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

استاد: عمار! آؤ چلیں، بہت دیر ہو چکی ہے۔

عمار: ٹھیک ہے، اللہ تعالیٰ بندے کو نیکیاں کمانے کے مواقع ایسی جگہ سے فراہم کرتے ہیں، جہاں سے وہ سوچ بھی نہیں سکتا۔

استاد: مثلاً وہ کیسے؟

عمار: آپ دیکھیں! ہم یہاں اپنے ایک دنیاوی کام کی غرض سے آئے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے تبلیغ کا موقع دے دیا۔

کرنسی مارکیٹ میں دورے کا خلاصہ

① ایک کرنسی کی خرید وفروخت دوسری کرنسی کے بدلے برابر ہونی چاہیے۔
کچھ رقم دے دینا اور کچھ ادھار کر لینا جائز نہیں ہے۔

② پھٹے پرانے نوٹوں کو کم قیمت پر فروخت کرنا ناجائز ہے۔

③ چیک کی خرید وفروخت کم قیمت پر ناجائز ہے۔

استاد: الحمد للہ...... ﴿ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَ عَلَى النَّاسِ﴾ [یوسف: 38]

"یہ ہم پر اور لوگوں پر اللہ کے فضل سے ہے۔"

(استاد اور شاگرد دونوں گھر واپس آ گئے)

عمار: استاد صاحب! اب میرے لیے کیا حکم ہے؟

استاد: پہلے ہم کھانا کھائیں گے اور باقی کام بعد میں۔

عمار: اللہ آپ کو جزا دے۔

استاد: آمین۔

عمار: استاد صاحب! اب مجھے اجازت دیجیے، کیونکہ آج گھر کے کچھ اور کام بھی کرنے ہیں اور دوبارہ کب ملاقات ہوگی؟

استاد: میں کل لاہور جا رہا ہوں، بدھ کو واپس آ ؤں گا۔ جمعرات کو خطبہ جمعہ کی تیاری کرنی ہے اور جمعہ کا دن چونکہ عبادت کا دن ہے۔ سورۃ الکہف کی

تلاوت کرنا، کثرت کے ساتھ درود پڑھنا، زیادہ وقت مسجد میں گزارنا اور دعاؤں وغیرہ میں مشغولیت ہوتی ہے، اس لیے اب ہفتے کے دن ملاقات ہوگی۔

عمار: اللہ تعالیٰ آپ کو برکتیں عطا کرے اور دورانِ سفر حفظ و امان میں رکھے۔ ہمیں بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں، السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔

استاد: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔

عمار نے گھر پہنچ کر تمام دن ہونے والی گفتگو کو کاپی پر نوٹ کیا، تاکہ ضرورت پڑنے پر دوبارہ اس سے فائدہ اٹھا سکے۔

دوسرا دورہ

① منڈی مویشیاں۔
② پھل اور سبزی منڈی کا دورہ۔
③ سپر سٹور اور دکانوں کا دورہ۔

اس میں تین بازاروں کا دورہ ہوگا:

① منڈی مویشیاں۔ ② پھل اور سبزی منڈی۔ ③ سپر سٹورز اور دکانوں کا دورہ۔

عمار حسبِ وعدہ ہفتے کے دن استاد صالح کے گھر آیا، تین دفعہ اجازت مانگی، شیخ نے اسے بیٹھک میں بٹھایا اور ضیافت کی۔

عمار: اللہ کا شکر ہے کہ پچھلا ہفتہ بہت اچھا گزرا اور دوبارہ آپ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔

استاد: اللہ ہمیشہ ایسے ہی اپنے حفظ و امان میں رکھے۔

عمار: استاد صاحب! آج کہاں کا ارادہ ہے؟

استاد: پچھلے گشت میں میں نے سوچا تھا کہ آیندہ ہفتے منڈی مویشیاں کا دورہ کریں گے، کیونکہ وہاں بھی کافی خلافِ شریعت چیزیں پائی جاتی ہیں۔ کیا خیال ہے؟

عمار: ٹھیک ہے۔

استاد: اللہ برکت دے، آؤ چلیں۔

۱
منڈی مویشیاں

پندرھواں باب

جانوروں کے تھنوں میں دودھ روک کر رکھنا

استاد صالح اپنے ہونہار شاگرد کے ساتھ شہر سے باہر منڈی مویشیاں میں گشت کی غرض سے روانہ ہوئے۔ منڈی پہنچ کر دونوں ایک آدمی کے پاس جا کر کھڑے ہو گئے۔ وہ آدمی منڈی میں اپنی گائے فروخت کرنے آیا تھا، اس گائے کے تھن بہت زیادہ پھولے ہوئے تھے اور وہ ٹانگیں چوڑی کیے کھڑی تھی۔

استاد اس آدمی سے مخاطب ہوئے۔

استاد: اس گائے کے تھن اتنے پھولے ہوئے کیوں ہیں؟

آدمی: اس لیے کہ یہ دودھ سے بھرے ہوئے ہیں۔

استاد: مجھے تو ایسا نہیں لگتا، سچ سچ بتاؤ، تم نے کب کا اس کا دودھ دھویا ہوا ہے؟

آدمی: لا حول و لا قوۃ إلا باللّٰہ...... اتنا زور دے کر پوچھنے کی کیا ضرورت ہے؟ بتا تو رہا ہوں کہ یہ دودھ ہے۔

استاد: مجھے تعجب ہو رہا ہے، اس لیے پوچھ رہا ہوں۔

آدمی: کیا آپ یہ گائے خریدیں گے؟

استاد: نہیں، میں خریدار تو نہیں ہو، لیکن مجھے اس منظر نے مبہوت کر دیا ہے۔

آدمی: میں آپ کو بتا دیتا ہوں کہ میں نے کل سے اس کا دودھ نہیں دھویا اور آپ یہ بات کسی کو نہ بتانا، کیوں کہ میں اسے فروخت کرنے آیا ہوں۔

استاد: (عمار کی طرف دیکھتے ہوئے بولے) عمار یہ ”بَيْعُ الْمُصَرَّاةِ“ ہے۔

عمار: استاد صاحب! ”بَيْعُ الْمُصَرَّاةِ“ کا کیا معنی ہے؟

استاد: اس کا مطلب ہے کہ اونٹنی، بکری اور گائے وغیرہ کا دودھ نہ دھونا اور اسے تھنوں میں جمع کر کے رکھنا، تاکہ خریدار یہ سمجھے کہ یہ جانور تو بہت زیادہ دودھ دینے والا ہے۔ شرعی اعتبار سے یہ حرام ہے، کیوں کہ یہ دھوکے کا سودا ہے اور باطل طریقے سے لوگوں کا مال کھانے کے مترادف ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَا تُصِرُّوا الْإِبِلَ وَالْغَنَمَ......» [1]

”اونٹنیوں اور بکریوں کے تھنوں میں دودھ روک کر نہ رکھو۔“

یعنی جانور بیچنے کی غرض سے اس کے تھنوں میں دودھ جمع نہ کرو، جس سے خریدار کو دھوکا دیا جا سکے۔ مزید اس بارے میں امام نووی رحمہ اللہ کی رائے بھی سن لو۔

آدمی: وہ کیا فرماتے ہیں؟

استاد: وہ فرماتے ہیں:

”جان لو کہ اونٹنی، گائے، بکری، گھوڑی اور گدھی وغیرہ کے تھنوں میں دودھ جمع کرنا حرام ہے، کیونکہ یہ ملاوٹ اور دھوکا ہے۔“ [2]

مندرجہ ذیل دو وجوہات کی بنا پر ”بَيْعُ الْمُصَرَّاةِ“ منع ہے:

1. یہ دھوکا ہے اور اس سے ایسی چیز ظاہر کی جاتی ہے، جس کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«اَلْمُتَشَبِّعُ بِمَا لَمْ يُعْطَ كَلَابِسِ ثَوْبَيْ زُورٍ» [3]

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [2150] صحيح مسلم، رقم الحديث [1515]

[2] شرح صحيح مسلم [10/161]

[3] صحيح البخاري، رقم الحديث [5219] صحيح مسلم، رقم الحديث [2130]

”ایسی چیز ظاہر کرنے والا جو حقیقت میں اس کی نہ ہو، اس شخص کی طرح ہے جس نے جھوٹ کا لباس پہنا ہوا ہے۔“

۲ دو دنوں تک تھنوں میں دودھ روک کر رکھنے سے جانور بیمار ہو جاتے ہیں، جس طرح عورت ایک دن چھاتی میں دودھ روک کر رکھے تو بیمار ہو جاتی ہے۔ اگر زیادہ دیر تک روکے تو اس کی موت کا خدشہ ہوتا ہے، حالانکہ انسان بول سکتا ہے اور درد محسوس کرے تو علاج وغیرہ کروا سکتا ہے، جب کہ جانور تو بے زبان ہوتا ہے، وہ اپنا حال بیان کر سکتا ہے اور نہ کسی سے شکایت کر سکتا ہے۔ ہاں البتہ قیامت کے دن یہ اللہ سے شکوہ ضرور کریں گے۔

آدمی: اس کا حل کیا ہے؟

استاد: اس کا حل بہت آسان ہے۔ دو میں سے کوئی ایک طریقہ اختیار کر لو:

① گائے واپس گھر لے جاؤ اور اس کا دودھ دھو لو اور دوبارہ کسی وقت اس کی اصلی حالت میں اسے منڈی لے آنا اور فروخت کر دینا۔

② اگر آج ہی فروخت کرنی ہے تو خریدار پر یہ سارا معاملہ واضح کر دینا کہ اس کے تھنوں میں جان بوجھ کر دودھ جمع کیا گیا ہے۔

آدمی: میں اللہ سے معافی مانگتا ہوں۔

(اسی دوران میں گائے کا ایک خریدار آ گیا)

خریدار: ماشاء اللہ، اتنے بڑے تھنوں والی، کتنی خوبصورت گائے ہے؟ کیا بیچنا چاہتے ہو؟

آدمی: آپ کتنی قیمت میں لو گے؟

خریدار: آپ کتنی قیمت مانگتے ہو؟ مجھے خوبصورت گائے سے غرض ہے، پیسوں

کی کوئی پروا نہیں۔

آدمی: بھائی جان! اس گائے کے تھن اصلی حالت میں نہیں ہیں، بلکہ میں نے کل سے ان میں دودھ روکا ہوا ہے، جس کی وجہ سے یہ پھولے ہوئے نظر آ رہے ہیں۔

خریدار: ماشاء اللہ! آپ کتنے سچے تاجر ہیں؟ میں نے تو آج تک ایسا سچا تاجر نہیں دیکھا، اب تو ضرور میں یہی گائے خرید کر لے جاؤں گا۔

آدمی: اللہ آپ کو جزا دے۔

استاد: اللہ کا شکر ہے، جس نے آپ کو حرام سے بچایا۔

آدمی: استاد صاحب! اللہ آپ کو جزا دے، مہربانی کر کے مجھے معاف فرما دیں، میں آیندہ ایسا نہیں کروں گا۔

استاد: میں تو تمھاری طرح انسان ہوں۔ تم اللہ سے مافی مانگو۔

آدمی: میں اللہ سے توبہ و استغفار کرتا ہوں۔

استاد: اللہ تمھارے سودے میں برکت پیدا فرمائے۔ تم نے نبی ﷺ کی اس حدیث کی پیروی کی ہے، جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

« اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا، فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُورِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا، وَإِنْ كَتَمَا وَكَذَبَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا »[1]

”دو خرید و فروخت کرنے والے جب تک علاحدہ نہ ہو جائیں، ان کو (ردّ و بدل) کا اختیار ہوتا ہے۔ اگر وہ دونوں سچ بولیں اور (عیوب وغیرہ) واضح کریں تو ان کی اس بیع میں برکت ڈال دی جاتی ہے

[1] صحیح البخاري، رقم الحدیث [2082] صحیح مسلم، رقم الحدیث [1532]

اور اگر وہ (عیوب وغیرہ) چھپائیں اور جھوٹ بولیں تو ان کی اس بیع سے برکت نکال لی جاتی ہے۔"

اللہ تم کو برکتیں دے، السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

آدمی: وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

سولھواں باب

دھوکے کا سودا

منڈی مویشیاں میں چلتے چلتے استاد اور شاگرد کی نظر دو آدمیوں پر پڑی۔ ایک کے ہاتھ میں اونٹ کی نکیل تھی اور دوسرا اس کے ساتھ باتیں کر رہا تھا۔ دونوں نے کچھ راز و نیاز کی باتیں کیں، اس کے بعد جدا ہو گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے نظروں سے اوجھل ہو گیا، جب کہ دوسرا اونٹ لے کر منڈی کے اس حصے میں آ گیا، جہاں اونٹوں کی خرید و فروخت ہو رہی تھی۔ جب یہ آدمی وہاں پہنچا تو خریدار اس کے ارد گرد جمع ہو گئے اور اونٹ کا ریٹ لگانے لگے۔ شیخ کی بائیں جانب سے ایک آدمی بولا: میں یہ اونٹ پندرہ سو دینار میں خریدنے کے لیے تیار ہوں۔ سامنے کی طرف سے دوسرا بولا: میں ساڑھے پندرہ سو دینار دیتا ہوں۔ شیخ کی دائیں جانب سے تیسرا آدمی بولا: میں سولہ سو دینار دیتا ہوں۔ شیخ نے اپنی دائیں جانب سے اس تیسرے آدمی کو غور سے دیکھا تو یہ وہی تھا جو اونٹ والے کے ساتھ باتیں کرتا ہوا منڈی میں داخل ہوا تھا اور اب وہ لوگوں کے ساتھ آگے بڑھ کر قیمت بڑھا رہا تھا۔ شیخ اسے اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے بولے:

استاد: کیا تو وہی نہیں ہے جو تھوڑی دیر پہلے منڈی میں اس اونٹ والے کے ساتھ داخل ہوا تھا اور تم نے کوئی راز کی بات کی تھی، پھر تم دونوں جدا جدا ہو گئے تھے؟

آدمی: بڑی گھبراہٹ میں بولا: آپ کو کیا مسئلہ ہے؟

استاد: صرف پوچھ رہا ہوں، واقعتاً کیا تم ہی تھے؟

آدمی: ہاں میں ہی تھا۔

استاد: تم نے ایسا کیوں کیا؟

آدمی: ٹھہر جائیں، سودا ہو لینے دیں، پھر بات کرتے ہیں۔

استاد: میں ٹھہر جاؤں گا، لیکن پہلے یہ بتاؤ کہ تم یہ اونٹ خریدنا چاہتے ہو؟

آدمی: نہیں۔

استاد: تو پھر آگے بڑھ کر قیمت کیوں بڑھا رہے ہو؟

آدمی: مہربانی کر کے تھوڑی دیر انتظار کریں، بتاتا ہوں۔

استاد: نہیں، میں پہلے یہ جاننا چاہتا ہوں کہ تم ایسا کیوں کر رہے ہو؟

آدمی: مولوی صاحب! پیسے کمانے کا یہ بھی ایک ڈھنگ ہے۔

استاد: مثلاً، کیسے؟

آدمی: میں نے محض قیمت بڑھانے کے عوض اونٹ والے کے ساتھ پہلے سے اتنی رقم طے کی ہوئی ہے۔

استاد: یہ شرعی طور پر ناجائز ہے اور بیع نجش (دھوکے کا سودا) ہے، یعنی تو سودا خریدنا تو نہیں چاہتا، لیکن دوسروں کو دھوکے میں ڈالنے کے لیے اور زیادہ مال بٹورنے کی خاطر سودے کا ریٹ بڑھاتا چلا جائے۔ یہ قرآن و حدیث کی نصوص کی وجہ سے حرام ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَا تَنَاجَشُوْا» [1] ''ایک دوسرے کو دھوکا نہ دو۔''

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''بیع نجش کے حرام ہونے پر اجماع ہے اور دھوکا دینے والا گناہ گار

---

[1] صحیح البخاري، رقم الحدیث [2150] صحیح مسلم، رقم الحدیث [1515]

ہوتا ہے۔ اگر سودا فروخت کرنے والا اور قیمت بڑھانے والا دونوں آپس میں ملے ہوئے ہوں تو دونوں گناہ گار ہیں۔"

بعض اہلِ علم فرماتے ہیں:

"نجش سے مراد یہ ہے کہ سودا موجود ہو اور خریدار اس کا ریٹ لگا رہے ہوں تو ایک اور آدمی آ کر اس سودے کی تعریف کرنی شروع کر دے اور بڑھ چڑھ کر قیمت لگانی شروع کر دے، لیکن وہ خریدنا نہ چاہتا ہو، بلکہ محض لوگوں کو دھوکا دینے کے لیے ایسا کر رہا ہو۔ عام طور پر بیچنے والے کی مرضی سے اس طرح کیا جاتا ہے۔"[1]

اسی کے بارے میں نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

«اَلْمَکْرُ وَالْخَدِیْعَةُ فِی النَّارِ»[2]

"فریب اور دھوکا جہنم میں لے جانے والے ہیں۔"

بازاروں میں اس طرح کی ہیرا پھیریاں کرنے والوں پر افسوس ہے کہ وہ کس قدر ڈھٹائی کے ساتھ ان حرام کاموں میں مشغول ہیں اور لوگوں کو دھوکا دے کر مال جمع کرنے میں مصروف ہیں۔ امام بخاری فرماتے ہیں:

"اس طرح دھوکے کے ساتھ مال بیچنا باطل اور ناجائز ہے۔"

امام ابن بطال فرماتے ہیں:

علما کا اتفاق ہے کہ دھوکا دینے والا نافرمان ہے۔"[3]

ابن ابی اوفی فرماتے ہیں:

---

[1] إتحاف الكرام بالتعليق على بلوغ المرام [ص: 233]

[2] صححه الألباني في صحيح الجامع، رقم الحديث [6725]

[3] فتح الباري [355/4]

''دھوکا دینے والا سودی اور خائن ہے۔''[1]

آدمی: شیخ! اس سے چھٹکارا کیسے ممکن ہے؟

استاد: فوری طور پر اس نافرمانی سے توبہ کی جائے اور اپنی اولاد کی پرورش حلال رزق سے کرنے کی تمنا کرنی چاہیے اور یہ بات جان لینی چاہیے کہ اس طریقے سے کمایا گیا مال حرام ہوتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«كُلُّ جَسَدٍ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ فَالنَّارُ أَوْلٰى بِهِ»[1]

''ہر وہ جسم جس نے حرام سے پرورش پائی، وہ آگ کا حق دار ہے۔''

اس لیے تم اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کو حرام سے بچاؤ۔ یہ بات ذہن نشین کر لو کہ حلال کی تھوڑی سی کمائی بھی حرام کی زیادہ کمائی سے بابرکت اور بہتر ہوتی ہے۔

وہ آدمی شیخ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اور اللہ سے توبہ استغفار کرتے ہوئے واپس چلا گیا۔

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [2675]

[2] صحيح الجامع، رقم الحديث [4519]

سترھواں باب

تجارت میں جھوٹی قسمیں اٹھانا اور حیلہ کرنا

استاد اور شاگرد کسی اور حرام کام کی اصلاح کی تلاش میں تھے کہ ایک آدمی کے پاس پہنچے، جو ایک گائے بیچنا چاہتا تھا اور کثرت کے ساتھ قسمیں اٹھا رہا تھا۔

استاد اس کے قریب گئے اور مسکراتے ہوئے السلام علیکم کہا۔ اس آدمی نے سلام کا جواب دیا اور استاد کو گاہک سمجھ کر بڑی عزت سے پیش آیا اور کہنے لگا۔

آدمی: استاد صاحب! اللہ کی قسم یہ گائے حاملہ ہے۔ اللہ کی قسم یہ صبح شام پانچ پانچ کلو دودھ دیتی ہے۔ اللہ کی قسم............

استاد: بھائی ٹھہر جاؤ۔

آدمی: ہاں، استاد صاحب، آپ کو پوری منڈی میں اس جیسی عمدہ اور نہایت تھوڑی قیمت میں کوئی گائے نہیں ملے گی، اللہ کی قسم............

استاد: استاد اس آدمی کو پکڑتے ہوئے بولے: بھائی جان! یقیناً آپ سچ ہی کہہ رہے ہوں گے، لیکن ذرا میری بات تو سنو۔

آدمی: جی فرمائیے۔

استاد: اللہ تمھیں اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ کاروبار اور تجارت میں کثرت کے ساتھ قسمیں اٹھانے سے شریعت نے منع کیا ہے، خواہ سچی ہی ہوں۔

آپ خود اندازہ لگا لو کہ اگر سچی قسموں سے منع کیا گیا ہے تو جھوٹی قسموں پر کتنی وعید ہوگی؟

آدمی: یہ ہماری ضرورت ہے، آپ اس قدر تشدد سے کام نہ لیں۔

استاد: اس میں تشدد والی کوئی بات نہیں، بلکہ اسے شریعت نے حرام ٹھہرایا ہے۔

آدمی: بھائی جان! اگر ہم قسمیں نہ کھائیں تو آپ لوگ یقین نہیں کرتے۔

استاد: اگرچہ قسمیں اٹھانا حرام ہو؟

آدمی: اوہ! اللہ کے بندے، میں نے پہلے بھی عرض کی ہے آپ اتنا تشدد نہ کریں۔ کیا آپ کے پاس کوئی ایک بھی دلیل ہے؟

استاد: اگر تمھیں صحیح دلائل پیش کیے جائیں تو پھر مان جاؤ گے؟

آدمی: ہاں، اس میں کون سی بری بات ہے!

استاد: تو پھر غور سے سنو۔

آدمی: غور ہی سے سن رہا ہوں۔

استاد: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اَلْحَلِفُ مُنْفِقَةٌ لِلسِّلْعَةِ مُمْحِقَةٌ لِلْكَسْبِ» [1]

”قسمیں اٹھانے سے مال تو جلدی بِک جاتا ہے، لیکن اس کمائی میں برکت نہیں رہتی۔“

یعنی جھوٹی قسم سے مال زیادہ کمایا جا سکتا ہے، لیکن وہ مال و دولت برکت سے خالی ہوتا ہے اور برکت سے خالی مال دنیا اور آخرت دونوں میں خسارے کا باعث ہوتا ہے۔ [2]

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [2087] صحيح مسلم، رقم الحديث [1606]

[2] فتح الباري [316/4]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« إِيَّاكُمْ وَ كَثْرَةَ الْحَلِفِ فَإِنَّهُ يُنَفِّقُ ثُمَّ يُمْحِقُ »[1]

''بہت زیادہ قسمیں اٹھانے سے پرہیز کرو، کیونکہ اس سے مال تو بِک جاتا ہے، لیکن برکت نہیں رہتی۔''

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس حدیث میں تجارت میں کثرت کے ساتھ قسمیں اٹھانے سے منع کیا گیا ہے۔''[2]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« مَنِ اقْتَطَعَ حَقَّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ بِيَمِينِهِ فَقَدْ أَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ النَّارَ وَ حَرَّمَ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ »

''جس نے جھوٹی قسم کے ذریعے سے کسی مسلمان کے مال پر ناحق قبضہ کرلیا، تو اللہ تعالیٰ اس پر آگ واجب کردیں گے اور جنت حرام کردیں گے۔''

ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اگرچہ کوئی معمولی سی چیز ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

« وَإِنْ كَانَ قَضِيبًا مِنْ أَرَاكٍ »[3]

''اگرچہ درخت کی ٹہنی ہی کیوں نہ ہو۔''

بے شمار احادیث میں اس چیز سے منع کیا گیا ہے۔

عمار: شیخ! حیلہ سازی کا کیا حکم ہے؟

---

1. صحيح مسلم، رقم الحديث [1607]
2. شرح صحيح مسلم [47/11]
3. صحيح البخاري، رقم الحديث [2356] صحيح مسلم، رقم الحديث [137]

استاد: مثلاً کیسے؟

عمار: یعنی کوئی خریدار فروخت کرنے والے سے پوچھتا ہے کہ کیا یہ اونٹنی حاملہ ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ ہاں یہ حاملہ ہے اور پانچویں مہینے میں ہے۔ خریدار بطور تصدیق دوبارہ یہی پوچھتا ہے اور کہتا ہے کہ سچ بولنا، فروخت کرنے والا گائے کی دم کو پکڑ کر کہتا ہے: اللہ کی قسم وہ چار ہیں، یہ پانچواں ہے، اس کی مراد یہ ہوتی ہے کہ اس کی چار ٹانگیں اور پانچویں دم ہے، جب کہ خریدار یہ سمجھتا ہے کہ چار مہینے گزر چکے ہیں اور یہ پانچواں جاری ہے۔ اس حیلہ سازی کا شرعی حکم کیا ہے؟

استاد: (لوگوں کی حیلہ سازی اور فریب پر تعجب کرتے اور ہنستے ہوئے بولے) اللہ معاف فرمائے! افسوس تاجر لوگ سودا بیچنے کی خاطر اس قدر جھوٹ بولتے ہیں!!

عمار: ہاں شیخ یہ حقیقت ہے۔

استاد: رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا ہے:

« إِنَّ التُّجَّارَ هُمُ الْفُجَّارُ » فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَلَيْسَ قَدْ أَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ؟ قَالَ: « نَعَمْ وَلٰكِنَّهُمْ يَحْلِفُونَ فَيَأْثَمُونَ وَيُحَدِّثُونَ فَيَكْذِبُونَ »[1]

"تاجر ہی گناہ گار ہوتے ہیں۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے خرید و فروخت اور تجارت حلال نہیں ٹھہرائی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، لیکن تاجر اس لیے گناہ گار ہیں، کیونکہ یہ قسمیں اٹھاتے، گناہ گار ہوتے اور جھوٹ بولتے ہیں۔"

عمار! اس حدیث میں تو اور سخت وعید آئی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

[1] مسند أحمد [428/3] سنن البيهقي [266/5] صحيح الجامع [1594]

«......يَمِينُكَ عَلىٰ مَا يُصَدِّقُكَ عَلَيْهِ صَاحِبُكَ»[1]

''تیری قسم کا وہی مفہوم قابلِ قبول ہوگا، جس کی تصدیق تیرا دوسرا ساتھی کر دے۔''

حضرت عمرو (راوی حدیث) نے پوچھا ''يُصَدِّقُكَ عَلَيْهِ صَاحِبُكَ'' کا کیا مطلب ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«اَلْيَمِينُ عَلىٰ نِيَّةِ الْمُسْتَحْلِفِ»[2]

یعنی قسم کا مفہوم وہی مراد لیا جائے گا جو قسم لینے والے کی نیت کے مطابق ہوا۔

امام نووی فرماتے ہیں:

''حیلہ سازی، دھوکے اور توریے (حقیقت چھپا کر بات کرنے) کی وجہ سے وہ آدمی گناہ گار ہوگا۔''[3]

سارے دلائل کا خلاصہ یہ ہوا کہ کثرت کے ساتھ قسمیں اٹھانا اور حیلہ سازی کرنا قطعی طور پر ناجائز اور حرام ہے۔

آدمی: جزاك الله خيرا.

استاد: السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

آدمی: وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

---

1. صحیح مسلم، رقم الحدیث [1635]
2. صحیح مسلم، رقم الحدیث [1635]
3. شرح مسلم [117/11]

اٹھارواں باب

سودے کے عیوب و نقائص چھپا کر فروخت کرنے کی مذمت

استاد اور شاگرد منڈی مویشیاں میں خلافِ شریعت پائے جانے والے امور کا جائزہ لے رہے تھے کہ اچانک ان کو ایک غمگین اور افسردہ آدمی نے روک لیا۔

آدمی: استاد صاحب! ذرا میری بات سنیں۔

استاد: السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ، جی کیا بات ہے؟

آدمی: میرے ساتھ ایک مسئلہ پیش آیا ہے، میں اس کے حوالے سے آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔

استاد: ہاں، پوچھیں۔

آدمی: میں دو مہینے پہلے اس منڈی میں آیا تھا اور میں نے 50,000 کے عوض ایک گائے خریدی۔ گائے حاملہ ہونے کی وجہ سے اس وقت دودھ نہ دیتی تھی، جب کہ چاروں تھن برابر تھے۔ میں گائے گھر لے آیا، اب جب کہ وضع حمل ہوا اور دودھ دھونے کا وقت آیا تو اس کے دو تھن خراب نکلے اور ان سے دودھ نہیں آتا۔ میں نے ڈاکٹر کو چیک کروایا تو اس نے کہا کہ یہ تھن بند ہیں اور ان کا علاج بہت مشکل ہے۔ اس کے بعد میں اس آدمی

سے ملا، جس سے میں نے یہ گائے خریدی تھی۔ میں نے اسے کہا کہ تم نے مجھے دھوکا دیا ہے، لہٰذا میری رقم واپس کرو اور اپنی گائے اپنے پاس رکھو، لیکن وہ کہہ رہا ہے کہ اس دن تو نے دیکھ کر اور تسلی کر کے خریدی تھی۔ ہمارے اس اختلاف کا کیا حل ہو سکتا ہے؟ اور ہاں، وہ آدمی بھی یہ میرے پاس ہی کھڑا ہے۔

استاد: سودا بیچنے والے پر لازمی ہے کہ وہ چیز کے عیوب کو واضح کرے، سودے کے عیوب چھپانا کسی طرح بھی جائز نہیں ہے۔

رسول اللہ ﷺ غلے کے ایک ڈھیر کے پاس سے گزرے۔ آپ ﷺ نے اس ڈھیر میں اپنا ہاتھ داخل کیا تو ہاتھ کو تری پہنچی (یعنی وہ غلہ اندر سے گیلا تھا) آپ ﷺ نے اس کے مالک سے پوچھا: یہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: اللہ کے رسول ﷺ! بارش کی وجہ سے یہ گیلا ہو گیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَفَلَا جَعَلْتَهُ فَوْقَ الطَّعَامِ حَتّٰی يَرَاهُ النَّاسُ! مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا»[1]

”تو نے اسے ڈھیر کے اوپر کیوں نہیں کیا تاکہ لوگ بھی دیکھ لیں، جس نے دھوکا دیا تو وہ ہم میں سے نہیں۔“

افسوس! آج کل لوگوں میں اللہ کا ڈر نہیں رہا اور اکثر لوگ سودا فروخت کرتے وقت عیوب و نقائص چھپا لیتے ہیں یا خریدار کو ایسا فریب دیتے ہیں کہ وہ سودے کے نقص کو پہچان ہی نہیں سکتا، جب کہ یہ تو صریحاً حرام ہے۔ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

«اَلْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ بَاعَ مِنْ أَخِيهِ بَيْعًا فِيهِ عَيْبٌ إِلَّا بَيَّنَهُ لَهُ»[2]

---

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث [102] سنن ابن ماجه، رقم الحديث [2224]

[2] مسند أحمد [158/4] سنن ابن ماجه، رقم الحديث [2246]

"مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو عیب والی چیز فروخت کرے الا یہ کہ وہ اس عیب کو واضح کر دے۔"

بعض تاجروں کا خیال ہے کہ وہ خریدار سے یہ کہنے کے بعد ذمے داری سے فارغ ہو جاتے ہیں کہ تم خود اسے اچھی طرح دیکھ کر تسلی کر لو، حالانکہ اس وجہ سے سودے سے برکت ختم ہو جاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَالَمْ يَتفَرَّقَا، فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُورِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا، وَإِنْ كَتَمَا وَكَذَبَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا»[1]

"دو خرید و فروخت کرنے والے جب تک علاحدہ نہ ہو جائیں، ان کو (ردّ و بدل) کا اختیار ہوتا ہے۔ اگر وہ دونوں سچ بولیں اور (عیوب وغیرہ) واضح کریں تو ان کی بیع میں برکت ڈال دی جاتی ہے اور اگر وہ (عیوب وغیرہ) چھپائیں اور جھوٹ بولیں تو ان کی بیع سے برکت نکال لی جاتی ہے۔"

فروخت کنندہ: شیخ! میں نے اسے دھوکا نہیں دیا تھا، بلکہ اس نے بار بار گائے دیکھی تھی اور اس نے اپنی خوشی سے خریدی تھی۔

استاد: بھائی جان! اگر سودے میں عیب ہو تو خریدار کا محض دیکھ لینا ہی کافی نہیں ہوتا۔ ویسے بھی یہ تھنوں والا عیب ایسا تھا کہ اس وقت اس کا پتا چلنا بھی ناممکن تھا اور حقیقت میں گائے کے سودے کے وقت اس کے عیب کا تجھے پتا تھا، مگر تو نے جان بوجھ کر خریدار کو دھوکا دیا۔

اسی طرح عام طور پر کار یا گاڑی وغیرہ کی خرید و فروخت کے وقت مالک کہہ دیتا

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [2082] صحيح مسلم، رقم الحديث [1532]

ہے کہ بھائی یہ گاڑی کسی کاریگر کو چیک کروا کر اپنی تسلی کر لو، بعد میں کوئی اعتراض نہ کرنا، لیکن گاڑی میں ایسا عیب ہوتا ہے جس کا کاریگر کو وقتی طور پر علم نہیں ہوتا، مثلاً تیز رفتاری میں انجن سے آواز آنا، دھواں نکلنا یا گاڑی کسی جگہ سے روغن ہوئی ہوتی ہے؛ یہ سب ایسے عیوب ہیں جن کا کاریگر کو شاید پتا نہ چل سکے، لیکن مالک کو ان سب چیزوں کا علم ہوتا ہے، لہٰذا ایسی صورت میں مالک ہی ذمے دار ہوتا ہے اور اس پر لازم ہے کہ گاڑی کے عیوب کو واضح کرے، ورنہ یہ دھوکا ہوگا اور دھوکا دینا حرام ہے۔

خریدار: شیخ! اس مسئلے کا حل کیا ہے؟

استاد: تجھے دو چیزوں میں اختیار ہے، یعنی اس مسئلے کے دو حل ہیں:

خریدار: کون کون سے؟

استاد: ① گائے واپس کر دے اور اپنی رقم لے لے اور اگر تو یہی گائے لینا چاہتا ہے تو دوبارہ نئے سِرے سے سودا کر لے، کیونکہ اب تجھے عیب کا پتا چل گیا ہے۔

خریدار: دوسرا حل کیا ہے؟

استاد: ② عیب کے مطابق قیمت واپس لے لے۔

خریدار: اس کا کیا مطلب ہے؟

استاد: یعنی اندازہ لگا لو کہ عیب دار اور بے عیب گائے میں قیمت کا کتنا فرق ہوتا ہے، لہٰذا اس اندازے کے مطابق تم اپنی رقم واپس لے لو اور گائے اپنے پاس ہی رکھو۔

خریدار: فروخت کرنے والے کو مخاطب کرتے ہوئے بولا: آپ کیا چاہتے ہیں؟

بائع: عیب کے مطابق میں قیمت واپس کر دیتا ہوں اور میں اللہ سے اس

غلطی کی معافی مانگتا ہوں۔

استاد: ہاں، اللہ سے توبہ کرو، کیونکہ یہ گناہ بھی ہے اور اس کے اثرات فرد اور معاشرے پر بھی مرتب ہوتے ہیں، یعنی لڑائی جھگڑا اور فساد بھی ہو سکتا ہے۔

بائع: میں اللہ سے توبہ کرتا ہوں۔

عمار: شیخ! اللہ آپ کو جزا دے، آپ نے معاملے کا حل نکالا۔

استاد: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

وہ دونوں آدمی وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہہ کر چلے گئے۔

واپس ہوتے ہوئے عمار نے کہا: کیا آپ جانتے ہیں کہ ہم نے منڈی مویشیاں میں کتنے لوگوں کو برائی سے روکا اور صحیح کام کی ترغیب دی ہے؟

استاد: کتنے؟

عمار: چار لوگوں کو۔

استاد: ماشاء اللہ، وہ کون کون سے ہیں؟

منڈی مویشیاں کے دورے کا خلاصہ

① تھنوں میں دودھ جمع کرنا دو وجوہات کی بنا پر حرام ہے: یہ دھوکا ہے اور اس سے جانور کو اذیت پہنچتی ہے۔

② لوگوں کو دھوکا دینے کے لیے قیمت بڑھانا، تاکہ وہ خرید لیں۔

③ بہت زیادہ قسمیں اٹھانا اور حیلہ سازی سے کام لینا۔

④ عیب چھپانا۔

ان سب کاموں سے مسلمانوں کو دھوکا دیا جاتا ہے، لہٰذا یہ قطعی طور پر حرام ہیں۔

استاد: اللہ آپ کو برکت دے۔ الحمد لله.

٢

پھل اور سبزی منڈی کا دورہ

استاد: عمار! یہاں قریب ہی میرا ایک بہت پرانا دوست رہتا ہے۔ کافی عرصے سے اس سے ملاقات نہیں ہوئی، اس کا ایک خوبصورت باغ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے بہت زیادہ مال و دولت سے نواز رکھا ہے۔ آج گرمی شدید ہے، لہٰذا وہاں چلتے ہیں۔ باغ میں درختوں کے سائے میں تھوڑی دیر آرام کرتے ہیں۔ وہاں پھل کھائیں گے، ٹھنڈا پانی پییں گے اور قریب ہی ایک جامع مسجد ہے، وہاں ظہر کی نماز ادا کریں گے۔

عمار: شیخ! جیسے آپ کی مرضی، آیئے وہاں فرصت کے لمحات گزارتے ہیں اور بیٹھ کر آیندہ کا پروگرام بھی طے کرتے ہیں۔

استاد: ماشاء اللہ، کتنا اچھا مشورہ ہے!

(استاد اور شاگرد اپنے دوست کے باغ کے دروازے پر پہنچے، شیخ صالح سلام کے بعد چوکیدار سے مخاطب ہوئے)

استاد: کیا مصطفیٰ صاحب یہاں موجود ہیں؟

چوکیدار: ہاں، اِدھر ہی ہیں، آپ کا نام؟

استاد: مصطفیٰ صاحب سے کہو کہ تمھارا دیرینہ دوست دروازے پر کھڑا ہے۔

(چوکیدار نے مصطفیٰ صاحب کو بتایا)

مصطفیٰ: ان کو آنے دو۔

چوکیدار: استاد صاحب! آیئے۔

استاد اور شاگرد باغ میں داخل ہوئے تو مصطفیٰ اپنے مہمان شیخ صالح کو دیکھ کر خوشی کے مارے ہکا بکا رہ گیا، مصطفیٰ شیخ صالح سے پُر جوش انداز میں ملا۔

مصطفیٰ: خوش آمدید، خوش آمدید۔

یا شیخنا لو زرتنا لوجدتنا

نحن الضیوف و أنت رب المنزل

حیّاك حیّاك لا حیّاك واحدة

حیّاك حیّاك بعد الألف ملیوناً

''استاد صاحب! اگر آپ ہماری زیارت کریں تو ہمیں پائیں گے کہ ہم مہمان ہیں اور آپ اس گھر کے مالک ہیں۔ خوش آمدید، خوش آمدید، ایک دفعہ نہیں بلکہ ہزار دفعہ، لاکھ دفعہ خوش آمدید۔''

مصطفیٰ نے عمار سے بھی سلام لیا، پھر مہمانوں کو بٹھایا، ضیافت میں مختلف قسموں کے پھل پیش اور ٹھنڈا مشروب پیش کیا۔ مصطفیٰ شیخ صالح کو ایک مدت کے بعد مل کر بڑا خوش نظر آ رہا تھا اور شیخ کی مہمانی اس کے لیے کسی سعادت سے کم نہ تھی۔

استاد: لا الہ الا اللہ، کسی نے کیا خوب کہا ہے:

و قد یجمع اللّٰہ الشتیتین بعد ما

یظنان کل الظن ألا تلاقیا

بسا اوقات اللہ تعالیٰ ایسے دو بچھڑے ہوئے دوستوں کو اکٹھا کر دیتا جب وہ دونوں یہ گمان کیے ہوتے ہیں کہ اب ملاقات کی کوئی صورت نہیں ہے۔

مصطفیٰ: آپ نے سچ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے یہ موقع فراہم کیا ہے۔

(قیام و طعام کے بعد شیخ نے کہا)

استاد: مصطفیٰ صاحب! میرا خیال ہے، یہاں بیٹھنے سے بہتر ہے کہ باغ میں چل پھر کر پھولوں اور پھلوں کی خوشبو سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔

مصطفیٰ: ضرور، یہ تو ہمارے لیے اور ہمارے باغ کے لیے سعادت ہے کہ آپ تشریف لائے ہیں۔

انیسواں باب

پھلوں کی پیکنگ میں ملاوٹ کرنے کا بیان

سب لوگ باغ میں چہل قدمی کر رہے تھے اور ساتھ ہی ساتھ اپنی مرضی کے پھل توڑ کر کھا رہے تھے۔ مصطفیٰ درختوں اور پودوں کی نشاندہی کر کے بتا رہا تھا کہ یہ فلاں درخت ہے اور یہ فلاں پودا ہے۔

چلتے چلتے وہ چند مزدوروں کے پاس سے گزرے، جو پھلوں کو ڈبوں اور پیٹیوں میں پیک کر رہے تھے۔ استاد صاحب مصطفیٰ کے ساتھ باتوں میں مصروف تھے، لیکن عمار نے پھلوں کی پیکنگ پر غور کیا تو اس کے سامنے یہ انکشاف ہوا کہ مزدور پیٹی میں گھاس بھی ڈال رہے ہیں۔

عمار: استاد صاحب! ذرا اس پر تو غور کریں کہ یہ پھلوں کی پیکنگ میں ساتھ ساتھ گھاس بھی ڈال رہے ہیں!!

استاد: (مصطفیٰ سے مخاطب ہوئے) تم پیٹی میں نیچے گھاس کیوں ڈال رہے ہو؟

مصطفیٰ: تا کہ پھل نیچے سے خراب نہ ہو۔

اسی دوران میں ایک حمدان نامی مزدور یہ کہتا ہوا داخل ہوا۔

حمدان: استاد صاحب! اس کی ایک اور وجہ بھی ہے؟

استاد: وہ کیا؟

حمدان: ہم گھاس اس لیے بھی ڈال رہے ہیں تا کہ پیٹی کا وزن بڑھ جائے۔

استاد: دوبارہ مصطفیٰ کو مخاطب کرتے ہوئے: کیا یہ ٹھیک کہہ رہا ہے؟

مصطفیٰ: شرمندگی سے بولا: استاد صاحب! دراصل اس سال پیدوار بہت تھوڑی ہوئی ہے، اس لیے ہم گھاس زیادہ ڈال رہے ہیں، تاکہ کچھ زیادہ نفع حاصل کرسکیں۔

استاد: مصطفیٰ صاحب! واقعی؟

مصطفیٰ: استاد صاحب! میں جھوٹ تو نہیں بول رہا۔

استاد: میں بھی نہیں چاہتا کہ تم جھوٹ بولو، لیکن میں یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ تم اس طرح دھوکا کرو، کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا»[1]

''جس نے ہمارے ساتھ دھوکا کیا تو وہ ہم میں سے نہیں۔''

آپ ﷺ نے یہ بات تم جیسے جرم کرنے والے آدمی ہی کے بارے میں ارشاد فرمائی تھی، یعنی آپ ﷺ فروخت کے لیے لگائے گئے ایک غلے کے ڈھیر کے پاس سے گزرے، آپ ﷺ نے اس میں اپنا ہاتھ داخل کیا تو ہاتھ کو تری محسوس ہوئی، آپ ﷺ نے اس کے مالک سے پوچھا: یہ کیا معاملہ ہے؟ اس نے جواب دیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! بارش ہوگئی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَفَلَا جَعَلْتَهُ فَوْقَ الطَّعَامِ حَتّٰى يَرَاهُ النَّاسُ! مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا»[2]

''تو نے اسے ڈھیر کے اوپر کیوں نہیں کیا تاکہ لوگ بھی دیکھ لیں؟ جس نے دھوکا دیا وہ ہم میں سے نہیں۔''

یہ دھوکا، فریب اور ملاوٹ ہے اور یہ حرام ہے۔ تم بڑا خطرناک گناہ کر

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث [102] سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث [2224]

[2] صحیح مسلم، رقم الحدیث [102] سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث [2224]

رہے ہو، کیونکہ اس کی وجہ سے قیامت کے دن تمھارے لیے غداری کا جھنڈا نصب کیا جائے گا۔ نبی اقدس ﷺ نے فرمایا:

«لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ عِنْدَ اسْتِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يُرْفَعُ لَهُ بِقَدْرِ غَدْرِهِ» [1]

''ہر دھوکے باز کے کرین پر اس کی دھوکے بازی کے برابر جھنڈا گاڑا جائے گا۔''

قیامت کے دن اس سے بڑی ذلت اور کیا ہوسکتی ہے؟ ذرا غور کرو کہ ایک آدمی تم پر اعتبار کر کے تم سے سودا خریدتا ہے اور تم اسے دھوکا دے رہے ہو؟ یہی حال ان لوگوں کا ہے جو تربوز یا خربوزہ بیچنے والے ہیں۔ وہ بھی ٹرک یا ٹرالی میں نیچے اور سائیڈوں پر گھاس ڈال دیتے اور ان پر تربوز رکھ دیتے ہیں اور بیچتے وقت وہ کہتے ہیں کہ یہ ٹرک تربوز سے بھرا ہوا ہے۔ یاد رکھو! اس طرح کی حیلہ سازی کرنا ناجائز اور حرام ہے، کیونکہ اس سے مال میں سے برکت ختم ہو جاتی ہے۔

مصطفیٰ بھائی! اللہ سے ڈرو اور یاد رکھو کہ یہ حرام ہے، کیونکہ اس سے مال میں سے برکت ختم ہو جاتی ہے۔ مصطفیٰ بھائی! اللہ سے ڈرو اور اس دھوکے اور قبیح حرکت سے باز آ جاؤ۔ ملاوٹ کے ساتھ ساتھ اس سے سودا عیب دار بھی بن جاتا ہے، کیونکہ جب تم یہ بتائے بغیر کہ اس میں گھاس ہے، پھل فروخت کرو گے تو یہ ایسا سودا ہوگا جو معیوب ہے۔ نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَالَمْ يَتَفَرَّقَا، فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُورِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا، وَإِنْ كَتَمَا وَكَذَبَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا» [2]

''دو خرید وفروخت کرنے والے جب تک علاحدہ نہ ہو جائیں، ان

---

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث [1738]

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث [2082] صحيح مسلم، رقم الحديث [1532]

کو (ردّ و بدل) کا اختیار ہوتا ہے، اگر وہ دونوں سچ بولیں اور (عیوب وغیرہ) واضح کریں تو ان کی بیع میں برکت ڈال دی جاتی ہے اور اگر وہ (عیوب وغیرہ) چھپائیں اور جھوٹ بولیں تو ان کی بیع سے برکت نکال لی جاتی ہے۔''

مصطفیٰ: شرمندہ ہوتے ہوئے بولا: اللہ تعالیٰ میری غلطی معاف فرمائے۔

استاد: مصطفیٰ میں تمھیں نصیحت کرتا ہوں کہ یہ ناجائز اور حرام کمائی ہے اور تم اسی سے اپنی اولاد کی پرورش کر رہے ہو، حالانکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

« كُلُّ جَسَدٍ نُبِتَ مِنَ السُّحُتِ فَالنَّارُ أَوْلَى بِهِ »[1]

''ہر وہ جسم جو حرام کمائی سے پرورش پائے، وہ آگ کا زیادہ حق دار ہے۔''

مصطفیٰ اللہ سے ڈرو اور قیامت سے پہلے پہلے اللہ سے اپنے اس جرم کی معافی مانگ لو، ورنہ تم نے جتنے لوگوں کو دھوکا دیا ہے، وہ سب قیامت کے دن تم سے اپنا حق لینے پہنچ جائیں گے اور تم اس وقت سوائے شرمندہ ہونے کے کچھ نہ کر سکو گے۔ ہاں اس وقت نیکیوں اور برائیوں کے ساتھ حساب کتاب کیا جائے گا۔ یہ بات ذہن نشین کر لو کہ دنیا کی فقر والی زندگی آخرت کی ذلت اور رسوائی والی زندگی سے بہتر ہے۔

مصطفیٰ: استاد صاحب! میں آپ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ آیندہ ایسا نہیں کروں گا۔

عمار: میرا خیال ہے تمھیں ابھی سے اللہ کی طرف رجوع کر کے اس سے باز آ جانا چاہیے۔

مصطفیٰ: ہاں، بالکل۔ مزدورو! ان پیٹیوں اور ٹوکریوں سے گھاس وغیرہ نکال دو اور صرف پھل رہنے دو۔

---

[1] صحیح الجامع، رقم الحدیث [4519]

مزدور: مصطفیٰ صاحب! اس طرح تو ہمیں بہت نقصان ہوگا۔

مصطفیٰ: حلال کی تھوڑی کمائی حرام کی زیادہ کمائی سے بہتر ہے۔

استاد: مصطفیٰ! اللہ تمھیں جزا دے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾ [الطلاق: 2.3]

''اور جو اللہ سے ڈرے گا وہ اس کے لیے نکلنے کا کوئی راستہ بنا دے گا۔ اور اسے رزق دے گا جہاں سے وہ گمان نہیں کرتا۔''

اللہ کا شکر ہے کہ تم نے بہت جلد حق بات کو قبول کیا۔

بیسواں باب

خراب پھل ٹوکری میں نیچے رکھنا اور صحیح اوپر رکھنا

عمار: استاد صاحب میں نے ایک اور چیز نوٹ کی ہے، لیکن آپ نے اس پر ان کو تنبیہ نہیں فرمائی۔

استاد: وہ کون سی چیز ہے؟

عمار: میں نے دیکھا ہے کہ یہ لوگ پھلوں کی پیکنگ کے وقت ردی قسم کا پھل ٹوکری میں نیچے رکھتے ہیں اور عمدہ پھل اوپر رکھتے ہیں۔

استاد: یعنی خراب، چھوٹا اور ردی قسم کا پھل ٹوکری میں نیچے رکھنا اور عمدہ، بڑا اور پکا ہوا پھل ٹوکری میں اوپر رکھنا، تاکہ خریدار صرف اوپر سے دیکھ کر ہی یہ اندازہ لگا لے کہ سارا پھل اسی طرح کا ہے۔ یہ بھی ملاوٹ اور دھوکے کی ایک صورت ہے، حالانکہ بہتر یہ ہے کہ خراب، صحیح، چھوٹا اور بڑا پھل علاحدہ علاحدہ پیک کیا جائے، تاکہ خریدار نقصان سے بچ جائے اور کسی دھوکے کا شکار نہ ہو۔

بعض تاجروں کا خیال ہے کہ اس طرح سے سارا پھل فوراً ایک ہی ریٹ پر بک جاتا ہے اور یہ نفع بخش سودا ہے، جب کہ یہ سوچ اس لحاظ سے نہایت ہی غلط ہے کہ اس سے مسلمانوں کو دھوکا دیا جاتا ہے۔ اسی مناسبت سے مجھے میرے دوست نے ایک واقعہ سنایا۔ وہ کہتا ہے کہ ہماری زمینوں میں کافی

سبزیاں اور پھل وغیرہ تھے۔ ایک دن میں وہاں گیا اور میں نے دیکھا کہ مزدور ٹماٹر پیک کر رہے ہیں۔ مجھے ان کی ٹماٹروں کی پیکنگ کا طریقہ دیکھ کر بڑا تعجب ہوا۔ وہ یہ کہ ایک آدمی ردی، خراب اور چھوٹے ٹماٹر ایک ڈھیری پہ رکھ رہا تھا۔ جب کہ بڑے، عمدہ اور صحیح ٹماٹر دوسری ڈھیری پر رکھ رہا تھا، اس کے بعد دوسرا آدمی ٹوکری میں نیچے تقریباً تین حصے خراب ڈھیری والے ٹماٹر ڈالتا اور ایک حصہ صحیح ڈھیری والے ٹماٹر ڈالتا اور ٹوکری پیک کر دیتا تھا۔

استاد: مالک نے مزدوروں سے پوچھا: یہ کیا کر رہے ہو؟

مزدور: سودا بیچنے کا یہ بھی ایک ڈھنگ ہے۔

استاد: ارے بھائی! یہ تو ملاوٹ، دھوکا اور حرام ہے۔

مزدور: مولانا! دین میں کوئی گنجایش پیدا کریں، ہم نے ہر حال میں یہ ٹماٹر فروخت کرنے ہیں، ویسے بھی سارے لوگ اسی طرح کرتے ہیں۔

استاد: نہیں، یہ ٹوکریاں ابھی خالی کرو اور آیندہ کبھی ایسا نہ کرنا اور یاد رکھو! ٹماٹر یا پھل وغیرہ بیچنے کی دو ہی صورتیں ہیں:

١ خراب، صحیح، ردی، عمدہ، چھوٹے اور بڑے سب ملا دو اور اسی طرح ٹوکری میں اوپر نیچے درمیان میں ملے جلے ٹماٹر ڈال دو، تاکہ خریدار کو ایک نظر دیکھنے ہی سے پتا چل جائے کہ یہ کس معیار کا سودا ہے۔

٢ خراب اور ردی علاحدہ پیک کرو، صحیح اور عمدہ علاحدہ پیک کرو اور دونوں کا الگ الگ ریٹ مقرر کرو۔

مزدور: ٹھیک ہے، آیندہ ہم اسی طرح کریں گے، لیکن بہت جلد ہمیں نقصان

کا سامنا کرنا پڑ جائے گا اور نتیجتاً دوبارہ ہم پرانے طریقے پر لوٹنے کے لیے مجبور ہوں گے۔

استاد: پرانا طریقہ ہرگز نہ اختیار کرنا۔ یہ زمین اور پیداوار سب کے مالک ہم ہیں اور اس میں اللہ تعالیٰ کی ناراضی والا کوئی کام نہیں کرنے دیں گے۔ رہی بات خسارے اور نقصان کی تو تم لوگ اس کی فکر نہ کرو۔ اگر نقصان کا اندیشہ ہوا تو ہم تمھاری مدد کریں گے اور تمھیں تمھارا پورا پورا حق ملے گا۔

مزدور اللہ کی سپرد کر کے مالک کی ہدایت پر ٹماٹر شرعی طریقے کے مطابق پیک کر کے ایک گاڑی بھر کر صبح مارکیٹ میں لے گیا، قدرت کا کرشمہ دیکھیے کہ یہ گاڑی مارکیٹ میں دیگر تمام گاڑیوں سے پہلے بِک گئی اور خسارہ تو دور کی بات کافی نفع بھی حاصل ہوا۔

مصطفیٰ صاحب! جب میں نے یہ واقعہ سنا تو فوراً مجھے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان یاد آ گیا:

﴿ وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾ [الطلاق: 3,2]

”اور جو اللہ سے ڈرے گا وہ اس کے لیے نکلنے کا کوئی راستہ بنا دے گا۔ اور اسے رزق دے گا جہاں سے وہ گمان نہیں کرتا۔“

عمار: اللہ تعالیٰ ہمیں متقین میں شامل فرمائے۔

مصطفیٰ: اللہ آپ کو جزا دے کہ آپ لوگوں نے ہمیں وعظ و نصیحت فرمائی۔

مزدورو! ان ٹوکریوں کو اُلٹ دو اور دوبارہ اس طرح پیک کرو، جس طرح شیخ نے ابھی ذکر کیا ہے۔

استاد: ہمیں دھوکے اور ملاوٹ سے پاک راستہ اختیار کرنا چاہیے، تاکہ ہم رسول اللہ کی اس وعید سے بچ جائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا))[1]

''جس نے دھوکا دیا تو وہ ہمارے طریقے پر نہیں ہے۔''

---

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث [102] سنن ابن ماجه، رقم الحدیث [2224]

اکیسواں باب

سود پر زرعی قرض لینے کا بیان

استاد، شاگرد اور مصطفیٰ باتوں میں مصروف تھے کہ اچانک مصطفیٰ کا ہمسایہ ابوعلی آ گیا۔

ابوعلی: السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔

مصطفیٰ: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ و برکاتہ، اللہ تمھیں ہمیشہ خوش وخرم رکھے۔

ابوعلی: آپ کو بھی اللہ اپنی اطاعت والے راستے پر رکھے۔

مصطفیٰ: لگتا ہے سفر سے آ رہے ہو؟

ابوعلی: ہاں، میں ادھر بنک میں گیا تھا۔

مصطفیٰ: خیریت تھی وہاں؟

ابوعلی: میں بنک سے آسان قسطوں پر زرعی قرض لینے گیا تھا۔ بنک سے 20 ہزار روپے معمولی سود (تقریباً ایک فیصد) کے عوض مل رہے تھے۔ میں نے سوچا کہ قرض لے کر اپنی ضرورتیں پوری کر لیتا ہوں۔

مصطفیٰ: سوچ تو اچھی ہے، لیکن کیا یہ جائز بھی ہے؟

ابوعلی: ہاں، جائز ہے۔

مصطفیٰ: واقعی جائز ہے؟

ابوعلی: بھائی جان! یہ تو حکومت کی طرف کسانوں کے لیے بڑی سہولت ہے،

ویسے بھی یہ آج کی ضرورت ہے، لہٰذا اس میں سختی نہیں کرنی چاہیے۔

مصطفیٰ: استاد صاحب! کیا یہ بات ٹھیک ہے؟

استاد: کون سی بات؟ دوبارہ وضاحت کر دیں؟

مصطفیٰ: بعض تاجر، قرض دینے والی انجمنیں، فلاحی ادارے اور بنک وغیرہ کسانوں کو زراعت کے لیے آسان قسطوں پر سود کے ساتھ قرض دیتے ہیں، تاکہ لوگ اپنی ضرورتیں آسانی سے پوری کر لیں اور ساتھ ساتھ قسطوں پر معمولی سود کے ساتھ یہ رقم بنک یا ادارے کو واپس کر دیں، جس طرح کہ ابوعلی نے ابھی ذکر کیا ہے۔

استاد: یہ تو سود ہے اور سودی لین دین کسی طرح بھی جائز نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ﴾

[البقرة: 279_278]

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور سود میں سے جو باقی ہے چھوڑ دو، اگر تم مومن ہو۔ پھر اگر تم نے یہ نہ کیا تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے بڑی جنگ کا اعلان سن لو۔"

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو سودی معاملات سے دور رہنے کی تلقین کی ہے۔ سود خور کو جان لینا چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اعلانِ جنگ کر رہا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے اعلانِ جنگ کرتا ہے، وہ ہمیشہ مغلوب ہی رہتا ہے۔ لہٰذا سودی معاملات فوراً چھوڑ کر اللہ سے معافی مانگنی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ وعید بیان فرمائی ہے کہ سودی کے مال سے برکت ختم ہو جاتی ہے۔ اللہ فرماتے ہیں:

﴿ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا﴾ [البقرة: 276] ''اللہ سود کو مٹاتا ہے۔''

یعنی ایک ایک کر کے سود ہر چیز کو ختم کر دیتا ہے۔

نبی ﷺ نے تو اس سے بھی شدید مذمت بیان فرمائی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

«اَلرِّبَا اثْنَانِ وَسَبْعُوْنَ بَابًا أَدْنَاهَا مِثْلُ إِتْيَانِ الرَّجُلِ أُمَّهُ......»[1]

بلکہ سود تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کو روک دینے کا سبب بنتا ہے۔

ابوعلی: اللہ کی پناہ، یہ کیسے ہوسکتا ہے؟

استاد: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَعَنَ اللّٰهُ الرِّبَا، وَآكِلَهُ، وَمُوْكِلَهُ وَكَاتِبَهُ، وَشَاهِدَهُ......»[2]

''اللہ تعالیٰ نے سود، سود کھانے والے، سود کھلانے والے، سودی معاملات لکھنے والے اور ان پر گواہ بننے والے پر لعنت فرمائی ہے۔''

مزید فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے، سود کھانے والے، کھلانے والے، اس کے کاتب اور گواہوں پر۔''

نیز آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ سب گناہ میں برابر ہیں۔[3]

ابوعلی: مولانا! مہنگائی کا دور ہے۔ کھاد، بیج، پانی، کھیتی کی کٹائی وغیرہ کے بے شمار اخراجات ہیں، اس لیے قرض لینا ہماری مجبوری ہے۔

---

[1] الطبراني في الكبير [1/143/1] صحيح الجامع، رقم الحديث [1871]

[2] صحيح الجامع، رقم الحديث [5094]

[3] صحيح مسلم، رقم الحديث [1598]

استاد: میرے بھائی! میں نے پہلے بھی عرض کی ہے کہ یہ سود ہے اور انتہائی سنگین جرم ہے۔ قرآن مجید میں سود کے علاوہ کسی اور چیز کو اللہ تعالی سے اعلانِ جنگ کے مترادف نہیں کہا گیا۔ اللہ فرماتے ہیں:

﴿ يَاۤ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۞ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ﴾

[البقرة: 278_279]

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور سود میں سے جو باقی ہے چھوڑ دو، اگر تم مومن ہو۔ پھر اگر تم نے یہ نہ کیا تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے بڑی جنگ کا اعلان سن لو۔“

قرآن مجید کی یہ ایک آیتِ مبارکہ ہی اس جرم کی قباحت، برائی اور اس کے قابلِ نفرت ہونے کے لیے کافی ہے۔

سودی معاملات میں شریک ہونے والا خواہ کسی بھی اعتبار سے ہو، اس کو نبی ﷺ نے ملعون کہا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے، کھلانے والے، لکھنے والے اور گواہ بننے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔ دوسری روایت کے الفاظ ہیں کہ وہ سب گناہ میں برابر ہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف سودی معاملات لکھنا، ان پر گواہ بننا، سودی کاروبار کو درست سمجھنا یا سودی معاملات کی نگرانی وغیرہ سبھی کام ناجائز اور حرام ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے اس کی قباحت واضح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

« اَلرِّبَا ثَلَاثَةٌ وَّسَبْعُوْنَ بَابًا، أَيْسَرُهَا مِثْلُ أَنْ يَّنْكِحَ الرَّجُلُ أُمَّهُ »

وَ قَوْلُهُ « دِرْهَمُ رِبًا يَأْكُلُهُ الرَّجُلُ، وَهُوَ يَعْلَمُ، أَشَدُّ مِنْ سِتَّةٍ وَّثَلَاثِيْنَ زِنْيَةً »[1]

”سود کے تہتر دروازے (درجے) ہیں اور سب سے ہلکا درجہ اپنی والدہ سے نکاح کرنے کے مترادف ہے۔ نیز نبی ﷺ نے فرمایا: جان بوجھ کر آدمی کا ایک درہم سود کا کھانا چھتیس دفعہ زنا کرنے سے بھی زیادہ سنگین جرم ہے۔“

اکثر اوقات ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ کتنے بڑے بڑے تاجر، مالدار اور امیر لوگ سود کی وجہ سے غربت اور افلاس کے دروازے پر پہنچ جاتے ہیں۔ سودی رقم اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ بالآخر ان کی ساری جائیداد اور فیکٹریوں وغیرہ کو لے ڈوبتی ہے، اس کے علاوہ مال میں برکت کا تو تصور بھی نہیں رہتا۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

« اَلرِّبَا وَإِنْ كَثُرَ فَإِنَّ عَاقِبَتَهُ تَصِيرُ إِلٰى قَلٍّ »[2]

”سود اگرچہ دیکھنے میں زیادہ لگتا ہے، لیکن انجام ہمیشہ قلت (تنگدستی) ہی ہوتا ہے۔“

سود خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ، بہر حال حرام ہے، اس میں کوئی تخصیص نہیں کہ اتنی مقدار جائز ہے وغیرہ۔ یہ بھی یاد رکھو کہ سود کھانے والے قیامت کے دن اپنی قبروں سے اس حالت میں اٹھائے جائیں گے، جیسے ان کو شیطان نے پکڑ کر حواس باختہ بنایا ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

---

[1] مسند أحمد [225/5] صحیح الجامع، رقم الحدیث [3375]

[2] المستدرك للحاكم [37/2] صحیح الجامع، رقم الحدیث [3542]

﴿ اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ﴾ [البقرۃ: 275]

’’وہ لوگ جو سود کھاتے ہیں، کھڑے نہیں ہوں گے مگر جیسے وہ شخص کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان نے چھو کر خبطی بنا دیا ہو۔‘‘

یعنی سودی لوگ قبروں سے پاگلوں اور دیوانوں کی طرح نکلیں گے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ہر مسلمان کو اس کی قباحت اور حرمت کا احساس ہو اور فوری طور پر اس سے جان چھڑائے۔ کسی بھی طرح سے سود سے فائدہ اٹھانا، مثلاً کھانا، پینا، لباس، سواری، رہائش، اخراجات، بچوں کی پڑھائی وغیرہ کو سود کی آمیزش سے بچانا چاہیے۔

ابوعلی: استاد صاحب! یہ ایک ضرورت ہے اور یہ قاعدہ ہے:

”وَالضَّرُوْرَاتُ تُبِیْحُ الْمَحْظُوْرَاتِ“

’’ضرورتیں ممنوع کام کو بھی جائز کر دیتی ہیں۔‘‘

استاد: اللہ آپ پر رحم فرمائے! اس قاعدے کا یہ مطلب نہیں جو تم مراد لے رہے ہو اور نہ یہ ایسی ضرورت ہے کہ اس کی خاطر سود لیا جائے۔ وہ قاعدہ تو ایسی صورت میں لاگو ہوتا ہے جب انسان کے ہلاک ہونے کا خدشہ ہو، ویسے بھی سود ایک مصلحت بن چکی ہے اور مصلحت حرام چیزوں کو حلال نہیں کر سکتی۔

مصطفیٰ: استاد صاحب! اللہ آپ پر رحمت کرے، آپ نے آج اس موضوع پر اتنی جامع گفتگو کی ہے کہ ہماری آنکھیں کھول دی ہیں، ورنہ میں نے بھی زرعی قرض لینے کا ارادہ کیا ہوا تھا۔ اب پتا چلا کہ یہ تو انتہائی قبیح اور سنگین

جرم ہے۔ اللہ مجھے معاف فرمائے میں تو کبھی سود پر قرض نہیں لوں گا۔

ابوعلی: استاد صاحب! اس کا حل کیا ہے؟ میں تو کاغذی کارروائی بھی مکمل کر آیا ہوں۔

استاد: تم فوراً یہ رقم واپس لے جاؤ اور ان کو دے دو اور معذرت کر لینا کہ میں سود پر قرض نہیں لینا چاہتا۔

ابوعلی: اللہ میری مدد فرمائے میں، ان شاء اللہ کل صبح ہی یہ کام کروں گا۔

استاد: اللہ تعالیٰ تمھارے مال میں برکت پیدا فرمائے کہ تم نے ہماری بات سنی اور ہمیں عزت سے نوازا۔ آؤ، عمار واپس چلیں۔

عمار: آیئے شیخ۔

مصطفیٰ: کہاں جا رہے ہو؟

استاد: گھر میں۔

مصطفیٰ: آج آپ ہم سے کھانا کھائے بغیر نہیں جائیں گے۔

استاد: جزاک اللہ، ہمیں اور بھی بہت سے کام ہیں۔

مصطفیٰ: نہیں! ایسا نہ کریں۔

استاد: اللہ تمھارے رزق میں برکت پیدا فرمائے، آپ بس ہمارے لیے دعا کریں، کھانے کی کوئی ضرورت نہیں۔

مصطفیٰ: پھر آپ ظہر کی نماز ہمارے ساتھ ادا کریں، اس کے بعد چلے جائیں۔

استاد: ہاں یہ اچھی تجویز ہے۔ (مسجد سے اذان کی آواز آنے لگی: اللہ اکبر، اللہ اکبر)

سب لوگ نماز ادا کرنے مسجد میں چلے گئے۔ نماز کے بعد مصطفیٰ نے اپنے مزدوروں کو پھلوں کی دو پیٹیاں تیار کرنے کا حکم دیا، ایک استاد کے لیے اور

دوسرے ان کے شاگرد عمار کے لیے، (مزدور کافی وزنی دو پیٹیاں لے آئے)

مصطفیٰ: مزدوروں سے مخاطب ہوا: گاڑی لے کر آؤ اور یہ پیٹیاں اس میں رکھو، استاد صاحب! ہماری طرف سے یہ حقیر سا تحفہ قبور فرمائیں، ایک پیٹی آپ کی ہے اور ایک آپ کے شاگرد عمار کی۔

استاد: اس قدر تکلف کی کیا ضرورت تھی؟

مصطفیٰ: یہ تو حقیر سی ایک کوشش ہے۔

استاد اور شاگرد نے اجازت لی اور گاڑی میں سوار ہو کر گھر کی طرف روانہ ہوئے۔

سبزی منڈی میں دورے کا خلاصہ

عمار: آج کی ملاقات بڑی بابرکت رہی ہے۔

استاد: ہم نے اللہ کی رضا کے لیے اپنے بھائیوں کی زیارت کی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا کہ ہم نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ بھی انجام دیا۔

1. پھلوں کی پیکنگ میں ملاوٹ کر کے دھوکا دینا، جب کہ یہ حرام ہے۔
2. ٹوکریوں اور پیٹیوں میں نیچے ردی پھل ڈالنا اور اوپر عمدہ اور اچھا پھل ڈالنا، یہ بھی پہلے کی طرح دھوکا ہے۔
3. کسانوں کا سودی قرضے لینا، حالاں کہ اللہ تعالیٰ نے سود حرام کیا ہے۔

عمار: الحمد للہ! میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ آپ کی کوششوں کو ثمر بار کرے۔

شیخ: اور تمھاری بھی۔

۳

سپر سٹور
اور
دکانوں کا دورہ

استاد اور شاگرد گاڑی میں سوار ہو کر گھر جا رہے تھے کہ راستے میں ایک دکان کے پاس سے گزرے تو استاد ڈرائیور سے مخاطب ہوئے۔

استاد: اگر آپ کے پاس پانچ منٹ ٹائم ہے تو اس دکان پر گاڑی کھڑی کریں۔

ڈرائیور نے سر تسلیم خم کرتے ہوئے گاڑی روک دی۔

(عمار یہ کہتے ہوئے گاڑی سے اترنے لگا)

عمار: استاد صاحب! آپ تشریف رکھیں، جس چیز کی ضرورت ہے، میں آپ کو مہیا کیے دیتا ہوں۔

استاد: تم بیٹھو! میں نے کوئی خاص چیز خریدنی ہے۔

اس کے بعد استاد گاڑی سے اترے اور دکان پر چلے گئے، عمار بھی آپ کے پیچھے چلا گیا۔

بائیسواں باب

تمباکو، سگریٹ اور پان وغیرہ کی خرید وفروخت

استاد اور شاگرد دکان میں داخل ہوئے۔ استاد صالح نے تقریباً تین سو دینار کا سامان خریدا۔ دکان دار نے سامان دو لفافوں میں پیک کیا۔ استاد بل دے رہے تھے کہ اچانک عمار کی نظر الماری میں پڑے ہوئے سگریٹ اور پان کے ڈبوں پر پڑی تو وہ چیخ اٹھا۔

عمار: استاد صاحب! یہ دکان دار تو سگریٹ اور پان بھی بیچتا ہے۔

استاد: (غصے میں بولے) کہاں پڑے ہیں؟

عمار: سگریٹوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا: وہ اس طرف دیکھیں۔

دکاندار: آپ لوگ اتنے غصے میں کیوں آگئے ہیں؟ یہ کون سا حرام کام ہے؟

استاد: سگریٹ نوشی اور پان وغیرہ کے جتنے نقصانات ہیں۔ ان کی وجہ سے ان کا حرام ہونا کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ دکانداروں کو ایسی چیزوں کی خرید وفروخت ہرگز نہیں کرنی چاہیے۔ شیطان دکاندار کے دل میں یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ ان چیزوں کی وجہ سے دوسرا سودا بھی بِک جاتا ہے، لیکن میری رائے یہ ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے رزق نہیں کمانا چاہیے۔ ہر بندے کو یقین ہونا چاہیے کہ جتنا میرے مقدر میں لکھا ہے، وہ مجھے مل کر رہے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« إِنَّ رُوحَ الْقُدُسِ نَفَثَ فِي رَوْعِي أَنَّ نَفْسًا لَنْ تَمُوتَ حَتّٰى تَسْتَكْمِلَ أَجَلَهَا وَتَسْتَوْعِبَ رِزْقَهَا، فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَجْمِلُوا فِي الطَّلَبِ، وَلَا يَحْمِلَنَّ أَحَدُكُمُ اسْتِبْطَاءَ الرِّزْقِ أَنْ يَطْلُبَهُ بِمَعْصِيَةِ اللّٰهِ، فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُنَالُ مَا عِنْدَهُ إِلَّا بِطَاعَتِهِ »[1]

''روح القدس (جبریل) نے میری طرف وحی کی کہ کوئی جان اس وقت تک فوت نہیں ہوگی، جب تک اپنی زندگی کے ایام اور اپنا رزق پورا نہیں کرلے گی، اس لیے اللہ سے ڈرو اور اچھے (حلال) طریقے سے رزق تلاش کرو اور کوئی چیز (وسوسہ) تمھیں اللہ کی نافرمانی کر کے رزق کمانے پر آمادہ نہ کرے، بے شک اللہ کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ اس کی اطاعت کی وجہ ہی سے ملتا ہے۔''

عمار: استاد صاحب! سگریٹ نوشی کی مذمت اور حرمت کے حوالے سے کوئی جامع ترین نصیحت فرمائیں۔ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے کسی دکاندار کو ہدایت عطا فرما دے اور آیندہ کے لیے وہ اس گندے کاروبار سے توبہ کرلے۔

استاد: ہاں، ضرور، میرے دکاندار بھائی میں آپ کو کچھ نصیحتیں کرتا ہوں۔ آپ توجہ سے انھیں سننا اور بہترین لوگ وہ ہوتے ہیں جو حق بات سن کر اس کی پیروی کرتے ہیں۔

یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ سگریٹ نوشی بہت عام ہو چکی ہے۔ یہ ہمارے دوست واحباب کی عادت اور ایک قسم کی غذا بن چکی ہے اور دن بہ دن

[1] صحیح الجامع، رقم الحدیث [2085]

اس کے خطرات بھی بڑھ رہے ہیں۔ لہٰذا ہمیں اس کا ازالہ کرنے کے لیے ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ﴾ [المائدة: 2]

''اور نیکی اور تقوے پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔''

آج کی طب اور سائنس نے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ سگریٹ نوشی ایسا زہرِ قاتل ہے، جس سے کینسر، بلڈ پریشر اور دل کی بیماریاں لاحق ہو جاتی ہیں، خون کی رگیں بند ہونا شروع ہو جاتی ہیں اور خون جلنا شروع ہو جاتا ہے۔ ہمارے کتنے نوجوان اس کی وجہ سے منشیات (نشہ آور چیزیں) کا شکار ہو جاتے ہیں، اس کے نتائج اس قدر بھیانک اور خطرناک نکلتے ہیں کہ کتنے لوگ عقل سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ سگریٹ نوشی برائی کی ایسی چابی ہے کہ اس سے مال ضائع ہوتا ہے، اس کا نقصان صرف سگریٹ نوشی کرنے والے تک ہی محدود نہیں رہتا، بلکہ اور کتنے لوگ اس کی وجہ سے اذیت میں مبتلا رہتے ہیں، مثلاً اس کے منہ کی بدبو سے اس کی بیوی، اولاد، بہن، بھائی، دوست؛ حتی کہ مسجد میں جاتا ہے تو نمازی بھی اس سے تعفن محسوس کرتے ہیں۔ ہمارے کبار علما نے تمباکو اور سگریٹ وغیرہ کے کاروبار کی حرمت پر فتوے دیے ہیں اور انھوں نے نشاندہی کی ہے کہ تمباکو کی خرید و فروخت کرنے والا دو بہت بڑے جرائم کا ارتکاب کرتا ہے:

① وہ مسلمانوں میں ایسی چیز کو رواج دیتا ہے جو فساد، تباہی اور بربادی کا باعث ہے۔

(۲) تمبا کو کا کاروبار کرنے والا حرام کھاتا ہے اور حرام ہی جمع کرتا ہے، حالانکہ قیامت کے دن انسان سے اس بارے میں پوچھا جائے گا، لہٰذا سیگرٹوں کا کاروبار انسان کے دین اور بدن دونوں کے لیے نقصان دہ ہے۔

میرے دکاندار بھائی! حق بات قبول کرنا باطل پر جمے رہنے سے بہتر ہے۔ تجھے راہِ راست سے ہٹے لوگوں کے پیچھے چلنے کے بجائے شریعت کی پیروی کرنی چاہیے، کیوں کہ تم کو اپنے کیے کا جواب دینا ہے۔ لہٰذا تم اپنی اصلاح کرو اور خیر کو اپنا کر دوسروں کے لیے نمونہ بنو۔ میں تمھیں یہ بھی نصیحت کرتا ہوں کہ مسلسل حرام کی کمائی سے دنیا اور آخرت میں خطرناک نتائج نکلتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« كُلُّ جَسَدٍ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ فَالنَّارُ أَوْلٰى بِهِ »[1]

"ہر وہ جسم جو حرام کمائی سے پرورش پائے، وہ آگ کا زیادہ حق دار ہے۔"

میرے بھائی! میں آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ تم اس حرام کام کو چھوڑ کر ہمارے ساتھ شریک ہو جاؤ اور ایسے نوجوانوں کو راہِ راست پر لانے کی کوشش کرو، جو سیگرٹ نوشی اور منشیات کے چنگل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ یہ بات ذہن نشین کر لو کہ حلال طریقے سے رزق کمانے کے بے شمار ذرائع ہیں اور حلال کی تھوڑی سی کمائی حرام کی بہت زیادہ کمائی سے بہتر ہوتی ہے۔ اس جملے کو ہمیشہ یاد رکھو کہ جو شخص اللہ کے لیے کوئی چیز چھوڑتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے اس کے عوض اس سے بہتر عطا فرماتے ہیں۔

میں شیخ محمد بن صالح العثیمین کا ایک فتوی ذکر کر کے اپنی بات ختم کرتا ہوں، ان سے کسی نے سیگرٹ نوشی اور تمباکو وغیرہ کے استعمال اور ان چیزوں کی

[1] الطبراني، صحيح الجامع، رقم الحديث [4519]

خرید وفروخت کے بارے میں سوال پوچھا تو انھوں نے جواب دیا:

سگرٹ نوشی اور تمباکو کا استعمال، ان چیزوں کی خرید وفروخت اور اس مقصد کے لیے جگہ کرائے پر دینا؛ یہ سب حرام کام ہیں، کیونکہ یہ گناہ اور برائی پر تعاون کرنے کے مترادف ہیں۔ اس کی حرمت کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ وَ لَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا ﴾ [النساء: 5]

''اور بے سمجھوں کو اپنے مال نہ دو، جو اللہ نے تمھارے قائم رہنے کا ذریعہ بنائے ہیں۔''

وجہ استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بے وقوفوں کو مال دینے سے منع کیا ہے، کیوں کہ بے وقوف شخص مال صحیح مصرف پر خرچ نہیں کرتا، جب کہ اللہ تعالیٰ کی خواہش یہ ہے کہ مال صحیح مصارف پر خرچ ہو۔ سگرٹ نوشی میں مال خرچ کرنا دینی اور دنیاوی کسی اعتبار سے بھی صحیح مصرف نہیں ہے۔ اگر بندہ ان چیزوں میں مال خرچ کرتا ہے تو گویا وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور ناپسندیدگی والے کام کر رہا ہے۔ سگریٹ نوشی کی حرمت کی دوسری دلیل یہ ہے:

﴿ وَ لَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ﴾ [النساء: 29]

''اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو۔''

وجہ استدلال یہ ہے کہ آج کی طب نے ثابت کر دیا ہے کہ سگرٹ نوشی کینسر اور اس جیسی دیگر موذی امراض کا باعث ہے، لہٰذا میں اپنے تمام مسلمان بھائیوں کو نصیحت کرتا ہوں، خصوصاً جو اس عادتِ بد کا شکار ہیں کہ سگرٹ نوشی اور اس کے کاروبار سے بچ جاؤ۔[1]

[1] فتوی. 9 من أسئلة مهمة [ص: 16] لابن عثيمين

عمار: وہ کون سا طریقہ ہے۔ جس سے دکاندار یہ بیماریاں پھیلانے والی اشیا کی خرید وفروخت سے باز آ جائیں؟

استاد: میرا خیال ہے، دکانداروں کو ترغیب دینی چاہیے اور اس کے نقصان دہ ہونے کا احساس دلانا چاہیے۔

عمار: استاد صاحب! یہ بڑا مشکل سا کام لگتا ہے۔ کیا کوئی دلچسپ سا طریقہ نہیں ہے، جس سے ہم دکانداروں کو سمجھا سکیں؟

استاد: ہاں، ایک طریقہ ہے۔ ہمارے بعض دوستوں نے یہ طریقہ آزمایا تھا۔ وہ کہتے ہیں: ہم نے منصوبہ بنایا کہ ہم اکیلے اکیلے بڑی بڑی ایسی دکانوں پر جائیں گے، جو سیگرٹ، تمباکو وغیرہ بیچتے ہیں۔ پہلے ایک آدمی ایک دکان پر جائے گا اور خاموشی سے دیکھے گا کہ کیا وہاں سیگرٹ وغیرہ ہیں اگر اس نے سیگرٹ رکھے ہوں تو وہ دکاندار سے تقریباً 10,000 روپے کا سودا خرید لے گا۔ ظاہر ہے کہ دکان دار خوش ہوگا کہ کتنا بڑا گاہک آیا ہے، پھر وہ سودا پیک کرائے گا، اس کے بعد جیب سے رقم نکالتے ہوئے دکاندار سے حساب کتاب کرے گا اور عین اس وقت جب دکاندار پیسے پکڑنے کے لیے ہاتھ آگے کرے تو وہ سیگریٹوں کی طرف دیکھتا ہوا چلا اٹھے اور غصے میں بولے: استغفر الله، لا حول و لا قوة إلا بالله، نعوذ بالله، کیا تم سیگرٹ بھی بیچتے ہو؟ دکاندار کہے گا: ہاں، اس میں کوئی حرج ہے؟

خریدار: ہم ایسے دکانداروں سے سودا نہیں لیتے، جو سیگرٹ بھی بیچتے ہیں، اس کے بعد وہ رقم واپس اپنی جیب میں ڈال لے اور سودا چھوڑ کر واپس آجائے۔ یقیناً دکاندار کو افسوس ہوگا کہ اتنا بڑا گاہک بغیر سودا لیے واپس چلا گیا، پھر کچھ دیر بعد دوسرا آدمی اسی دکان پر جائے اور اسی طرح سے

معاملہ کرے اور بالآخر سودا چھوڑ کر واپس آ جائے، اس طرح سے دکاندار کے دل میں خیال آئے گا کہ ان سگریٹوں کی وجہ سے میرا سودا نہیں بک رہا۔

عمار: ہنستے ہوئے بولا: شیخ اللہ آپ کو اجر سے نوازے، آپ نے بہت اچھی تدبیر بتائی ہے۔

دکاندار: یعنی سگرٹ وغیرہ کی خرید وفروخت حرام ہے؟

استاد: معاملہ واضح ہے اور بات یقین کی ہے اور ایمان ہی دل میں تقوی پیدا کرتا ہے۔

دکاندار: آج سے میں توبہ کرتا ہوں اور ان شاء اللہ بہت جلد میں ان تمام چیزوں سے چھٹکارا حاصل کرلوں گا۔

تیئسواں باب

قسمت آزمائی کا بیان

استاد دکاندار سے باتوں میں مصروف تھے کہ عمار نے دکان کی ایک الماری میں لٹکا ہوا ایک لفافہ دیکھا، جس میں کاغذ کے بند کیے ہوئے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے تھے اور اس کے ارد گرد کافی چیزیں اور نوٹ وغیرہ تھے۔ عمار دکاندار سے مخاطب ہوا۔

عمار: یہ چھوٹے کاغذوں والا لفافہ کیا ہے؟

دکاندار: یہ قسمت آزمائی کا کھیل ہے۔

استاد: اس کا کیا مطلب ہے؟

دکاندار: ان کاغذوں پر کچھ لکھا ہوا ہے، مثلاً پانچ روپے، گھڑی، یا کچھ بھی نہیں، اس سے نفع بھی ہوسکتا ہے اور نقصان بھی۔

استاد: اللہ کے بندے! اللہ تمھیں برکت دے، یہ جوئے کی ایک قسم ہے، اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ [المائدۃ: 90]

''بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور شرک کے لیے نصب کردہ چیزیں اور فال کے تیر سراسر گندے ہیں، شیطان کے کام سے ہیں، سو اس

سے بچو، تاکہ تم فلاح پاؤ۔“

جاہلیت کے دور میں لوگ جوا کھیلا کرتے تھے اور ان میں جوئے کی کئی صورتیں تھیں، جن میں سے مشہور ترین صورت یہ ہوتی تھی کہ دس آدمی مل کر ایک اونٹ خریدتے تھے۔ اس کے بعد قرعہ اندازی کرتے تھے اور قرعہ اندازی میں دس میں سے جن سات لوگوں کا نام نکل آتا، وہ اونٹ کے برابر کے مالک بن جاتے اور باقی تین لوگوں کو کچھ بھی نہیں ملتا تھا۔

آج ہمارے زمانے میں بھی جوئے کی بے شمار صورتیں ہیں۔ مثلاً:

١. پیسوں کے عوض نمبر خریدے جاتے ہیں اور ان کا ٹوکن یا پرائز بانڈ ملتا ہے، اس کے بعد مقرر وقت پر قرعہ اندازی کی جاتی ہے اور جاری کیے گئے نمبروں میں سے ایک دو یا تین خاص نمبر نکالے جاتے ہیں اور درجے کے حساب سے ان کو انعام دیا جاتا ہے۔

٢. کسی کمپنی سے سامان خریدا جاتا ہے۔ کمپنی ہر خریدار کو ایک ٹوکن دیتی ہے اور کچھ چیزیں بطور انعام مخصوص کر دی جاتی ہیں، مقرر وقت پر قرعہ اندازی کی جاتی ہے اور جس کا نام نکل آئے اسے انعام مل جاتا ہے۔

٣. بڑے بڑے کلب اور کھیلوں کے مرکز بنے ہوئے ہیں۔ لوگ وہاں جا کر گیمیں کھیلتے ہیں اور اس پر جوا لگاتے ہیں۔ جیسے ویڈیو گیمز، ٹینس بال وغیرہ۔

مندرجہ بالا تمام صورتیں جوئے کی شکل میں ہیں اور حرام ہیں، خواہ ہم انھیں کتنا ہی اچھا نام کیوں نہ دے لیں۔

دکاندار: یعنی یہ قسمت آزمائی وغیرہ بھی حرام کاروبار ہے؟

استاد: ہاں، اس لیے کہ جو چیز حرام ہو، اس کا کاروبار کرنا بھی حرام ہوتا ہے۔

دکاندار: میں نے یہ سن لیا ہے اور میں اب اس بات پر عمل کروں گا۔

چوبیسواں باب

تاش کی خرید وفروخت

دکاندار: زور سے ہنستے ہوئے بولا: استاد صاحب اللہ آپ کی حفاظت کرے، قسمت آزمائی کے کھیل کی خرید وفروخت تو حرام ہے لیکن تاش بیچنا کیسا ہے؟

استاد: اس کی خرید و فروخت بھی حرام ہے کیونکہ، اکثر بچے جوا اور سٹا کھیلنے کے لیے تاش خریدتے ہیں۔ ہار جیت کے بعد بچے آپس میں لڑتے ہیں، ان میں اختلاف ہوتا ہے، اگر ایسا نہ بھی ہو تو بچے اس نچلے درجے کے کھیل سے بتدریج اوپر جاتے ہیں اور بالآخر بڑی بڑی چیزوں میں جوا کھیلنا شروع کر دیتے ہیں، لہٰذا ان نقصانات کے پیشِ نظر تاش وغیرہ کی خرید و فروخت حرام ہے، اسی طرح شطرنج اور لڈو وغیرہ بھی حرام ہیں، کیونکہ یہ چیزیں بھی جوئے میں استعمال ہوتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَ الْمَیْسِرِ وَ یَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ﴾ [المائدة: 91]

''شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے سے تمھارے درمیان دشمنی اور بغض ڈال دے اور تمھیں اللہ کے ذکر سے اور نماز سے روک دے۔''

شراب اور جوئے وغیرہ کے حرام ہونے کی اصل علت یہی ہے کہ اس سے مسلمانوں میں عداوت اور دشمنی جنم لیتی ہے اور یاد رکھو کہ دشمنی کو پروان چڑھانے والی چیز حرام ہوتی ہے۔ اسی طرح تاش وغیرہ کے کھیل کی وجہ سے بچوں میں جس قسم کی لڑائیاں ہوتی ہیں، ان سے سب لوگ آگاہ ہیں۔

دکاندار: میں اللہ پر ایمان لاتا ہوں اور عنقریب میں اس کی خرید وفروخت بھی چھوڑ دوں گا۔

پچیسواں باب

غلیل کی خرید و فروخت

عمار: استاد صاحب! یہ الماری میں تیر کی کمان نما غلیل پڑی ہوئی ہے، اس کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟ کیونکہ اس سے چھوٹے چھوٹے پتھر پھینکے جاتے ہیں۔

دکاندار: غصے میں بھڑکتا ہوا بولا: تم ہر چیز حرام کرتے جا رہے ہو، اس طرح تو کوئی چیز بھی دکان پر باقی نہیں بچے گی۔ خدارا! لوگوں پر رحم کھاؤ اور ہر چیز کو حرام نہ ٹھہراؤ۔

استاد: بھائی جان! ہم کوئی چیز بھی اپنی طرف سے حرام نہیں کر رہے اور نہ یہ کسی مسلمان کے شایانِ شان ہے۔ ہر بات صحیح دلیل کے ساتھ کرنی چاہیے اور جب دلیل سے کوئی چیز ثابت ہو جائے تو اس کی پیروی کرنی چاہیے۔

دکاندار: ہاں، یہ بات آپ کی درست ہے، لیکن غلیل کے حرام ہونے کی کیا دلیل ہے؟

استاد: آپ بات کرنے کا موقع دیں تو میں دلیل ہی سے آپ کو مطمئن کروں گا۔

دکاندار: جی، بات کریں۔

استاد: حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو کنکری پھینکتے ہوئے دیکھا

پچیسواں باب

غلیل کی خرید وفروخت

عمار: استاد صاحب! یہ الماری میں تیر کی کمان نما غلیل پڑی ہوئی ہے، اس کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟ کیونکہ اس سے چھوٹے چھوٹے پتھر پھینکے جاتے ہیں۔

دکاندار: غصے میں بھڑکتا ہوا بولا: تم ہر چیز حرام کرتے جا رہے ہو، اس طرح تو کوئی چیز بھی دکان پر باقی نہیں بچے گی۔ خدارا! لوگوں پر رحم کھاؤ اور ہر چیز کو حرام نہ ٹھہراؤ۔

استاد: بھائی جان! ہم کوئی چیز بھی اپنی طرف سے حرام نہیں کر رہے اور نہ یہ کسی مسلمان کے شایانِ شان ہے۔ ہر بات صحیح دلیل کے ساتھ کرنی چاہیے اور جب دلیل سے کوئی چیز ثابت ہو جائے تو اس کی پیروی کرنی چاہیے۔

دکاندار: ہاں، یہ بات آپ کی درست ہے، لیکن غلیل کے حرام ہونے کی کیا دلیل ہے؟

استاد: آپ بات کرنے کا موقع دیں تو میں دلیل ہی سے آپ کو مطمئن کروں گا۔

دکاندار: جی، بات کریں۔

استاد: حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو کنکری پھینکتے ہوئے دیکھا

تو فرمایا کہ کنکری نہ پھینکو:

« فَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰى عَنِ الْخَذْفِ۔ أَوْ كَانَ يَكْرَهُ الْخَذْفَ۔ إِنَّهُ لَا يُصَادُ بِهِ صَيْدٌ وَلَا يُنْكَأُ بِهِ عَدُوٌّ وَلٰكِنَّهَا قَدْ تَكْسِرُ السِّنَّ وَ تَفْقَأُ الْعَيْنَ »[1]

''رسول اللہ ﷺ نے کنکری پھینکنے سے منع کیا ہے، یا یہ کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے ناپسند کیا ہے، کیوں کہ اس سے نہ شکار کیا جا سکتا ہے اور نہ دشمن کو کوئی نقصان پہنچایا جا سکتا ہے، ہاں البتہ یہ کبھی کسی کا دانت توڑ دیتی ہے اور آنکھ پھوڑ دیتی ہے۔''

اس کے بعد دوبارہ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے اس آدمی کو کنکری پھینکتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: میں تمھیں رسول اللہ ﷺ کی حدیث سنا رہا ہوں کہ آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے اور تم اس کے باوجود پھینکتے جا رہے ہو؟ میں تم سے اتنے دنوں تک بات نہیں کروں گا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس کی تشریح میں لکھتے ہیں:

یعنی وہ آدمی پتھر یا کھجور کی گٹھلی پھینک رہا تھا اور ''محذفہ'' (غلیل) اس آلے کو کہتے ہیں، جس میں پتھر رکھ کر پرندوں کی طرف پھینکا جائے، اس سے مراد غلیل یا گوپھن وغیرہ ہے۔[2]

یہ چیز آج ہمارے زمانے میں بھی غلیل کی صورت میں موجود ہے اور یہ مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر حرام ہے:

① نبی اکرم ﷺ نے کنکری، پتھر یا گٹھلی وغیرہ پھینکنے سے منع فرمایا ہے۔

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5479] صحيح مسلم، رقم الحديث [1954]
[2] فتح الباري [9/607]

② کنکر وغیرہ پھینکنے میں کسی طرح بھی بھلائی کا عنصر موجود نہیں ہے، بلکہ اس میں شر، فساد اور لڑائی کا سامان پایا جاتا ہے، مثلاً کسی کا دانت ٹوٹ سکتا ہے، آنکھ پھوٹ سکتی ہے اور لڑائی کی نوبت آ سکتی ہے۔

امام نووی فرماتے ہیں:

"اَلْخَذَف" سے مراد کوئی کنکر یا گٹھلی وغیرہ دو انگلیوں کے درمیان رکھ کر پھینکنا ہے اور اس میں کئی قسم کے مفاسد پائے جاتے ہیں۔"[1]

دکاندار: استاد صاحب! آپ کی بات سے تو پتا چلتا ہے کہ اس سے مراد صرف ہاتھ سے کوئی چیز پھینکنا ہے نہ کہ غلیل وغیرہ سے پھینکنا مراد ہے؟

استاد: آپ میری پوری بات تو سن لیں، ان شاء اللہ آپ کا یہ اشکال بھی دور ہو جائے گا۔

③ کوئی بھی عاقل بالغ اور سمجھ دار مسلمان یہ نہیں کہہ سکتا کہ ہر طرح کی ضرورت ہر طرح کے وسیلے کو جائز کر دیتی ہے۔

دکاندار: تو پھر ہم کیا کہیں گے؟

استاد: ہم یہ کہیں گے کہ وسائل اور ذرائع کی دو قسمیں ہیں اور ان کے کچھ احکام ہیں:

1. جائز وسائل: یہ وہ وسائل ہیں جن کا دارو مدار مکلّف ٹھہرائے جانے والے پانچ احکام کے ساتھ ہے، وہ پانچ احکام یہ ہیں: واجب، حرام، مندوب، مکروہ اور جائز۔ یعنی اگر ضرورت واجب کے زمرے میں آتی ہے تو اس کا ذریعہ بننے والی چیز بھی واجب ہی ہوگی، اسی طرح اگر وہ جائز ہے تو اس کا ذریعہ اور وسیلہ اختیار کرنا بھی جائز ہوگا۔

---

[1] شرح صحيح مسلم للنووي [13/105-106]

مثال: نماز جمعہ اور دیگر نمازوں کے لیے مسجد میں حاضر ہونا واجب ہے۔ اگر کوئی آدمی کہے کہ میری نیند بڑی گہری ہوتی ہے اور میں نمازِ فجر کے لیے الارم والے کلاک کے بغیر اٹھ نہیں سکتا تو ہم اسے کہیں گے کہ تم پر الارم والا کلاک رکھنا واجب ہے، کیونکہ یہ ایک واجب ضرورت کے لیے جائز وسیلہ ہے اور اس کا رکھنا ضرورت کی طرح ہی واجب ہے۔

۲ ناجائز وسائل: یہ ایسے وسائل ہیں جنھیں اختیار کرنا ہر صورت میں ناجائز ہے، اگرچہ کسی جائز ضرورت کے لیے ہی ان کو اختیار کیا جائے۔

مثال: ہر انسان کی خواہش ہے کہ وہ مالدار بنے، اس کے پاس زیادہ مال جمع ہو اور یہ جائز بھی ہے، لیکن کیا سود کے ذریعے مال جمع کرنا اور اس خواہش کو پورا کرنا جائز ہوگا؟

دکاندار: بالکل نہیں۔

استاد: بس اس دوسری صورت کی وجہ سے غلیل حرام ہے۔

دکاندار: اس ساری گفتگو کا غلیل کی حرمت کے ساتھ کیا تعلق ہے؟

استاد: بچے غلیل کیوں خریدتے ہیں؟

دکاندار: تاکہ وہ اس کے ساتھ چڑیوں کا شکار کریں۔

استاد: لیکن شکار کے لیے یہ صحیح ذریعہ نہیں ہے، اس لیے کہ یہ حرام ہے اور اس کے ساتھ کسی کی آنکھ پھوڑی جا سکتی ہے، کسی کا دانت ٹوٹ سکتا ہے۔ اسی سے ہم ایک اور نقطہ بھی اخذ کر سکتے ہیں۔

دکاندار: وہ کون سا؟

استاد: وہ یہ کہ جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کو حرام کرتے ہیں تو اس کی خرید و فروخت تجارت اور قیمت وغیرہ بھی حرام ہو جاتی ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« إِنَّ اللّٰهَ إِذَا حَرَّمَ شَيْئًا حَرَّمَ ثَمَنَهُ »[1]

''اللہ تعالیٰ جب کسی چیز کو حرام کر دیتے ہیں تو اس کی قیمت کو بھی حرام کر دیتے ہیں۔''

دکاندار: استاد صاحب! میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاتا ہوں اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ آیندہ ایسی تمام چیزوں کی خرید و فروخت سے رک جاؤں گا، جو حرام ہیں۔

استاد: اللہ آپ کو جزا دے۔

---

[1] مسند أحمد، سنن أبي داود، صحيح الجامع، رقم الحديث [5107]

چھبیسواں باب

دھماکہ خیز مواد کی خرید وفروخت

استاد اور شاگرد دکان سے واپس ہونے لگے کہ ایک بچہ آ گیا۔

بچہ: (دکاندار سے مخاطب ہوتے ہوئے) آپ کے پاس بم یا پٹاخے ہیں؟

استاد: (تعجب کرتے ہوئے بولے) یہ جنرل سٹور ہے یا اسلحے کی دکان؟

دکاندار: (ہنستے ہوئے بولا) استاد صاحب! یہ بچہ وہ بم نہیں پوچھ رہا، جو آپ سمجھے ہیں، بلکہ یہ تو اس بم کے بارے پوچھ رہا ہے جو بچوں والا کھلونا ہوتا ہے (اس کے بعد دکاندار بچے سے مخاطب ہوا) ہاں، کتنے لینے ہیں؟

بچہ: مجھے دس بم دے دو (دکاندار جلدی سے نکال کر دینے لگا)

استاد: بھائی! ذرا ٹھہر جاؤ۔

دکاندار: (زور سے ہنستے ہوئے بولا) لو جی! اب ایک اور چیز حرام ہونے لگی ہے!!

استاد: ہاں یہ بھی کئی اسباب کی وجہ سے حرام ہے۔

دکاندار: وہ کون کون سے اسباب ہیں؟

استاد: ① اس کی شدید اور بلند آواز لوگوں کو اذیت دیتی ہے۔ بعض سوئے ہوتے ہیں، بعض بیمار ہوتے ہیں، بعض سفر میں اپنے دھیان سے گاڑی چلا رہے ہوتے ہیں اور جب وہ پٹاخہ وغیرہ چلنے کی آواز سنتے ہیں تو ایک دم ڈر جاتے ہیں۔ جب پٹاخہ چلا کر پھینکتے ہیں تو کسی کے قدموں میں چل سکتا

ہے وغیرہ۔ یہ سب چیزیں مسلمانوں کے لیے باعثِ تکلیف ہیں اور کسی مسلمان کو معمولی سی تکلیف پہنچانا بھی درست نہیں ہے۔

2. اس دھماکہ خیز مواد سے آگ وغیرہ بھڑک سکتی ہے، خصوصاً جب یہ کسی دوسری دھماکہ خیز چیز یا آگ وغیرہ سے ٹکراتا ہے اور اس کا نقصان بھی شدید تر ہو سکتا ہے۔ مثلاً دکان یا مکان وغیرہ جل سکتا ہے اور ایسے واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں۔

3. بسا اوقات اس کی وجہ سے کسی مسلمان کو نقصان پہنچتا ہے تو وہ غصے میں آ کر گالی دے دیتا ہے یا اس بچے کو مار پیٹ دیتا ہے تو بات لڑائی تک پہنچ جاتی ہے۔

4. اس بے فائدہ اور فضول کام میں مال صرف کرنا فضول خرچی کے زمرے میں آتا ہے۔

دھماکہ خیز مواد میں یہ چند بڑے بڑے اسباب پائے جاتے ہیں، ان کے علاوہ اور بھی کئی چیزیں ہیں جو خرابی کا باعث بنتی ہیں۔ ویسے بھی کسی چیز کی حرمت کے لیے ان مندرجہ بالا اسباب میں سے کسی ایک سبب کا پایا جانا ہی کافی ہے، لیکن جس چیز میں یہ سب اسباب جمع ہو جائیں وہ تو بالاولیٰ حرام ہوتی ہے۔

دکاندار: استاد صاحب! یہ صرف بچوں کا کھیل ہے اور بچے ہی ایسی چیزیں خریدتے ہیں، بڑوں کو ان میں کوئی دلچسپی نہیں۔

استاد: اللہ تم پر رحم کرے! بچے خریدیں خواہ بڑے خریدیں، اس کی حرمت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ نے دھماکہ خیز مواد کے استعمال اور کاروبار کی حرمت پر فتوی دیا ہے۔

دکاندار: تمام معاملات اللہ ہی کی سپرد ہیں۔ میں عنقریب ان شاء اللہ ایسی تمام چیزوں کی خرید و فروخت چھوڑ دوں گا۔

استاد: اللہ آپ کو جزا دے۔

دکاندار: اور آپ کو بھی۔

استاد: عمار، کافی دیر ہو چکی ہے آؤ، واپس چلیں۔

عمار: عمار نے سامان پکڑا اور گاڑی کی طرف چل پڑا۔

استاد: ہم نے یہ سامان آپ سے اس لیے خریدا ہے کہ آپ نے تمام خلافِ شریعت چیزوں کی خرید وفروخت سے باز آنے کا وعدہ کیا ہے۔

دکاندار: ان شاء اللہ۔

استاد: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

دکاندار: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

ستائیسواں باب

خطبہ جمعہ اور نمازِ جمعہ کے وقت خرید وفروخت

استاد اور شاگرد دکان سے نکل کر کار کی طرف آ رہے تھے کہ راستے میں استاد کے ایک دوست محمد حسان سے ملاقات ہوگئی، جو مارکیٹ میں ایک سپر سٹور کے مالک تھے۔ استاد نے حسان صاحب سے مصافحہ اور معانقہ کیا۔ دو طرفہ خیریت دریافت کرنے کے بعد استاد صاحب نے حسان سے پوچھا۔

استاد: حسان صاحب! میں ایک مہینہ قبل قاہرہ سے واپس آتے ہوئے آپ کے سپر سٹور کے پاس سے گزرا تھا، جب کہ جمعہ کی دوسری اذان ہو چکی تھی اور آپ کا سٹور اس وقت تک کھلا ہوا تھا؟

حسان: شیخ میں تو وقت پر مسجد میں چلا گیا تھا، ہاں البتہ ہمارے ملازم سٹور پر ہی تھے اور وہ سودا وغیرہ بیچ رہے تھے، کیا اس میں کوئی حرج ہے؟

استاد: حسان صاحب! کیا آپ کو علم نہیں کہ جمعہ کے وقت خرید وفروخت کرنا جائز ہی نہیں بلکہ باطل ہے، خصوصاً اس آدمی کے لیے جس پر جمعہ واجب ہو؟

حسان: استاد صاحب! اس قدر سختی اور تشدد کی کوئی ضرورت نہیں، ہاں البتہ نمازِ جمعہ کے وقت سٹور نہیں کھلا رہنا چاہیے اور ان شاء اللہ آیندہ ہم اس کا خیال کریں گے، لیکن آپ کا دوسری اذان کے بعد خرید و فروخت کے باطل ہونے کا مسئلہ تو میری سمجھ سے بالاتر ہے۔

استاد: اللہ کے بندے! جس آدمی پر جمعہ واجب ہو، اس پر دوسری اذان کے بعد سے نمازِ جمعہ کے اختتام تک خرید وفروخت کرنا حرام اور باطل ہے۔

عمار: استاد صاحب! کس آدمی پر جمعہ واجب ہے؟

استاد: مسلمان، مرد، عاقل، بالغ اور مقیم پر جمعہ واجب ہے اور اس کے علاوہ یعنی پاگل، مسافر، بچے اور عورت پر جمعہ واجب نہیں ہے۔

حسان: کوئی ایک بھی ایسی دلیل ہے جو جمعہ کے وقت کاروبار کو حرام ٹھہراتی ہو؟

استاد: ہاں، قرآن مجید میں اس کی دلیل موجود ہے۔

حسان: کون سی؟

استاد: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ [الجمعة: 9]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف لپکو اور خرید وفروخت چھوڑ دو، یہ تمھارے لیے بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو۔''

مفسرین فرماتے ہیں:

''یہ آیت مبارکہ خطبہ اور نمازِ جمعہ کے اوقات میں کاروبار کو ناجائز اور حرام ٹھہراتی ہے۔''

حسان: استاد صاحب! اس کا حل کیا ہے؟

استاد: حسان صاحب! اس کا حل تو بڑا آسان ہے کہ اس وقت دکان یا سٹور

وغیرہ بند کر دیا جائے۔

حسان: یہ تو بڑا مشکل کام ہے، کیونکہ اس وقت گاہکوں کی قطار لگی ہوتی ہے۔

استاد: بھائی جان! ایسی باتیں کمزور ایمان کی نشانی ہیں اور یہ اللہ کی طرف سے آزمائش بھی ہے کہ تم کس قدر اس کی پیروی کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان یاد رکھو:

﴿ اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَ يَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ وَ اللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَ فَضْلًا﴾ [البقرة: 268]

''شیطان تمھیں فقر کا ڈراوا دیتا ہے اور تمھیں شرمناک بخل کا حکم دیتا ہے اور اللہ تمھیں اپنی طرف سے بڑی بخشش اور فضل کا وعدہ دیتا ہے۔''

لہٰذا تم یہ گمان نہ کرو کہ جمعہ کے اوقات کی کمائی سے تم امیر بن جاؤ گے، بلکہ یہ کمائی تو باعثِ فقر ہے۔ اللہ سے ڈرو اور اپنی تجارت کو شیطانی عمل سے پاک کرو۔

حسان: یہ فقر اور تنگدستی کیسے ہے، کیوں کہ ہم تو ان اوقات میں بہت سودا بیچ لیتے ہیں؟

استاد: فقر سے مراد کہ ایسی تجارت جو برکت سے خالی ہو۔

حسان: اللہ کی قسم، استاد صاحب آپ نے سچ کہا ہے۔ انسان اتنا مال کماتا ہے، لیکن سمجھ نہیں آتی کہ کہاں جاتا ہے، جیسے پرندوں کی طرح ہوا میں اڑ جاتا ہے۔

استاد: یہی بات تو میں نے کہی ہے۔

حسان: استاد صاحب! آیندہ سے ان شاء اللہ ہم خطبہ جمعہ، نمازِ جمعہ اور ہر نماز کے وقت سٹور بند کر دیں گے۔ اللہ آپ کو اجر سے نوازے کہ آپ نے

ہمیں نصیحت فرمائی۔

استاد: اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

حسان: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

اس کے بعد استاد اور شاگرد کار میں سوار ہو کر گھر پہنچے۔ ڈرائیور نے استاد کا سامان اتارا، عمار نے استاد صاحب سے آئندہ کے گشت کے بارے میں پوچھا تو استاد نے جواب دیا۔

استاد: ہمارا آج کا گشت ابھی مکمل نہیں ہوا، تم اپنی چھلوں والی پیٹی گھر چھوڑ کر عصر کی نماز تک واپس مسجد میں آ جانا۔ نمازِ عصر کے بعد بقیہ گشت کا آغاز کریں گے۔

عمار گھر پہنچا، سامان رکھا، کھانا تناول کیا اور تھوڑا آرام کرنے کے بعد عصر کی نماز کے وقت مسجد میں آ گیا۔ استاد اور عمار نے عصر کی نماز ادا کی اور دوبارہ سپر مارکیٹ ''سند باد'' کی طرف روانہ ہوئے۔

اٹھائیسواں باب

شراب کی خرید و فروخت

سپر مارکیٹ میں دورانِ گشت استاد نے اکثر دکانوں پر فریجوں اور فریزرز میں لگے ہوئے کچھ عجیب وغریب قسم کے مشروبات دیکھے۔ ایک دکان پر جا کر استاد نے جوس اور مشروبات والی فریج کھولی، تاکہ اس مشکوک مشروب کو اچھی طرح دیکھ سکیں اور اس کے بارے میں کچھ جان سکیں۔ استاد نے ایک ملازم سے ان مشروبات کے بارے میں پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ یہ شراب کی شکل میں مختلف قسم کے مشروبات ہیں۔ استاد نے یہ بات سن کر وہاں پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے کام کی اشد ضرورت محسوس کی، چنانچہ استاد ایک سٹور میں داخل ہوئے۔

استاد: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آدمی: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

استاد: اللہ آپ کو برکت دے، آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی، اپنا نام بتانا پسند کریں گے؟

آدمی: میرا نام ''احمد'' ہے۔

استاد: ماشاءاللہ میرا نام ''صالح'' ہے۔

احمد: خوش آمدید، استاد صالح کیا حال ہے؟

استاد: اللہ آپ کو برکت دے، آپ کا حسنِ اخلاق اور وسعتِ ظرف ہمیں آپ کی طرف کھینچ لایا ہے اور ہمیں آپ سے بات کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

احمد: جزاک اللہ، مجھے بھی آپ سے مل کر خوشی ہوئی ہے۔

استاد: اللہ تمھاری حفاظت کرے، میں نے تمھارے سٹور پر کچھ ایسی چیزیں دیکھی ہیں، جو میرے خیال میں کافر ممالک یورپ اور امریکہ وغیرہ میں پائی جاتی ہیں، لیکن افسوس کہ مسلمان ممالک میں بھی ان کی خرید وفروخت ہو رہی ہے۔

احمد: استاد صاحب! کون سی چیزیں؟

استاد: ہمیں ایک آدمی نے بتایا ہے کہ یہ فلاں فلاں مشروبات کی بوتلیں دراصل شراب ہے، کیا اس کی یہ بات ٹھیک ہے؟

احمد: کیا اس کا کاروبار بھی حرام ہے۔

استاد: تعجب ہے آپ پر کہ آپ کا نام تو احمد ہے، لیکن آپ کو اتنا بھی علم نہیں کہ شراب کا کاروبار حرام ہے؟

احمد: اوہ، استاد صاحب! یہ تو راحت دینے والے مشروبات اور جوس ہیں۔

استاد: کیا ان کو پینے سے نشہ نہیں آتا اور کیا یہ عقل پر اثر انداز نہیں ہوتے؟

احمد: کیوں نہیں، بلکہ نشہ بھی آتا ہے اور عقل پر اثر انداز بھی ہوتے ہیں۔

استاد: تو پھر یہ شراب ہی ہے، خواہ اسے کوئی بھی نام دے لیں۔

احمد: بے شمار لوگ یہ خریدنے آتے ہیں اور ہماری مجبوری ہے کہ ہم اپنے گاہکوں کو ہر چیز مہیا کریں۔ گاہک ہی تو ہماری روزی کا ذریعہ ہیں۔

استاد: افسوس! تم نے ایسی چیز کو روزی کا ذریعہ بنایا ہوا ہے، جس کے ساتھ تعلق رکھنے والے دس آدمیوں پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے اور تو

بھی ان میں شامل ہے۔

احمد: اللہ کی پناہ! میں کیسے ان میں شامل ہو گیا؟

استاد: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَعَنَ اللّٰهُ الْخمرَ وشارِبها، وسَاقِيها، وبائِعها، ومُبتاعها، وعاصِرها، ومُعتصِرها، وحامِلها، والْمحمولة إِلَيه، وآكِل ثمنها» [1]

''اللہ تعالیٰ نے شراب، اس کے پینے والے، پلانے والے، بیچنے والے، خریدنے والے، نچوڑنے والے، نچڑوانے والے، اس کو اٹھانے والے اور جس کی طرف اٹھائی جا رہی ہو اور اس کی قیمت کھانے والے سب پر لعنت فرمائی ہے۔''

آپ نے حدیث سن لی کہ رسول اللہ ﷺ نے ان تمام لوگوں پر لعنت فرمائی ہے اور ان میں ایسا تاجر بھی شامل ہے جو شراب بیچنے والا ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَیْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ [المائدة: 90]

''بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور شرک کے لیے نصب کردہ چیزیں اور فال کے تیر سراسر گندے ہیں، شیطان کے کام سے ہیں، سو اس سے بچو، تاکہ تم فلاح پاؤ۔''

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے شراب سے اجتناب کا حکم دیا اور اسے بدترین کام یعنی بتوں کی پوجا کے ساتھ بیان کیا۔ یہ دونوں نقطے اس کی حرمت کی

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [3674] سنن ابن ماجه، رقم الحديث [3380]

دلیل ہیں، لہٰذا اس آیت مبارکہ کے بعد شراب کو حرام کہنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے، بلکہ نبی ﷺ نے شراب پینے والے پر اس سے بھی سخت وعید بیان فرمائی ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« إِنَّ عَلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ عَهْداً لِمَنْ يَّشْرَبُ الْمُسْكِرَ أَنْ يَّسْقِيَهُ مِنْ طِينَةِ الْخَبَالِ » قَالُوا: يَارَسُولَ اللّٰهِ وَمَا طِينَةُ الْخَبَالِ؟ قَالَ: « عَرَقُ أَهْلِ النَّارِ أَوْ عُصَارَةُ أَهْلِ النَّارِ » [1]

”اللہ تعالیٰ پر لازم ہے کہ وہ شراب پینے والے کو ”طِينَةُ الْخَبَال“ پلائے۔ صحابہ کرام نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! ”طِينَةُ الْخَبَال“ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ جہنمیوں کا پسینہ، خون اور پیپ ہے۔“

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« مَنْ مَّاتَ مُدْمِنَ خَمْرٍ لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ كَعَابِدِ وَثَنٍ » [2]

”شراب کا عادی اگر اسی حالت میں مر گیا تو وہ اللہ تعالیٰ کو اس حالت میں ملے گا گویا وہ بتوں کی عبادت کرنے والا تھا۔“

یہ تمام نصوصِ شرعیہ شراب کی حرمت کا فتوی دے رہی ہیں۔

نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُودَ، إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْهِمُ الشُّحُومَ فَبَاعُوهَا، وَأَكَلُوا ثَمَنَهَا وَإِنَّ اللّٰهَ إِذَا حَرَّمَ عَلَى قَوْمٍ أَكْلَ شَيْءٍ حَرَّمَ عَلَيْهِمْ ثَمَنَهُ » [3]

---

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث [2002] سنن أبي داود، رقم الحديث [3680]

[2] الطبراني في الكبير [12/45] صحيح الجامع، رقم الحديث [6549]

[3] صحيح الجامع، رقم الحديث [5107]

''اللہ تعالیٰ یہودیوں پر لعنت کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان پر چربی کو حرام کیا تھا، لیکن انھوں نے اسے بیچنا شروع کر دیا اور انھوں نے اس کی قیمت کھائی اور بے شک اللہ تعالیٰ جب کسی چیز کو کسی قوم پر حرام کرتے ہیں تو اس چیز کی قیمت بھی ان پر حرام کر دیتے ہیں۔''

ہمارے آج کے دور میں انواع و اقسام کی شرابیں اور منشیات پائی جاتی ہیں۔ اسی طرح ان کے کئی عربی اور عجمی نام ہیں۔ لوگوں نے ان کے مندرجہ ذیل نام رکھے ہیں:

بیر، الکحل، جوس، گٹکا اور شمبانیا وغیرہ۔ اس امت میں شراب کی وہ قسم ایجاد ہو چکی ہے، جس کے بارے میں نبی مکرم ﷺ نے خبر دی ہے:

((لَيَشْرَبَنَّ نَاسٌ مِّنْ أُمَّتِي الْخَمْرَ يُسَمُّونَهَا بِغَيْرِ اسْمِهَا))[1]

''وہ لوگ شراب کو شراب کے بجائے راحت پہنچانے والے مشروبات کا نام دیں گے۔''

یعنی وہ مشروب اصل میں شراب ہی ہوگی، لیکن دھوکے اور فریب کے لیے نام بدل دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ مَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ﴾ [البقرة: 9]

''اللہ سے دھوکا بازی کرتے ہیں اور ان لوگوں سے جو ایمان لائے، حالانکہ وہ اپنی جانوں کے سوا کسی کو دھوکا نہیں دے رہے اور وہ شعور نہیں رکھتے۔''

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [3688] صحيح الجامع، رقم الحديث [5452]

شریعت نے شراب کے حوالے سے ہمیں ایسا ضابطہ دیا ہے، جس سے تمام حیلے اور بہانے ختم ہو جاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ، وَكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ»[1]

''ہر نشہ آور چیز شراب ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔''

یعنی ہر ایسی چیز جو عقل پر پردہ ڈال دے اور بندے کو حواس باختہ کر دے، تھوڑی ہو یا زیادہ وہ حرام ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَا أَسْكَرَ كَثِيرُهُ فَقَلِيلُهُ حَرَامٌ»[2]

''نشہ آور چیز خواہ تھوڑی ہو یا زیادہ، حرام ہے۔''

عمار: استاد صاحب! موقع کی مناسبت سے شرابی آدمی کے لیے کوئی وعظ و نصیحت ہی فرما دیں۔

استاد: اس موقع پر مجھے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان یاد آ رہا ہے، جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ وَسُكِرَ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ أَرْبَعِينَ صَبَاحًا، فَإِنْ مَّاتَ دَخَلَ النَّارَ، وَإِنْ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ، وَإِنْ عَادَ فَشَرِبَ فَسُكِرَ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ أَرْبَعِينَ صَبَاحًا، فَإِنْ مَّاتَ دَخَلَ النَّارَ، وَإِنْ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ، وَإِنْ عَادَ فَشَرِبَ فَسُكِرَ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ أَرْبَعِينَ صَبَاحًا، فَإِنْ مَّاتَ دَخَلَ النَّارَ، وَإِنْ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ، فَإِنْ عَادَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ أَنْ يَّسْقِيَهُ مِنْ رَدْغَةِ الْخَبَالِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ! وَمَا رَدْغَةُ

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث [2003] سنن أبي داود، رقم الحديث [3679]

[2] سنن أبي داود، رقم الحديث [3681]

الْخَبَالِ؟ قَالَ: عُصَارَةُ أَهْلِ النَّارِ»[1]

''جس نے شراب پی اور اسے نشہ ہو گیا، اس کی چالیس دن کی نماز قبول نہیں ہو گی اور اگر وہ (توبہ کیے بغیر) مر گیا تو جہنم میں داخل ہو گا۔ اگر اس نے توبہ کی تو اللہ اس کی توبہ قبول فرمائے گا، اگر اس نے دوبارہ شراب پی لی اور اسے نشہ ہو گیا تو (مزید) اس کی چالیس دن تک نماز قبول نہیں ہو گی، (اسی دوران میں) اگر وہ توبہ کیے بغیر مر گیا تو جہنم میں داخل ہو گا اور اگر اس نے توبہ کر لی تو اللہ اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔ اگر اس نے پھر (تیسری بار) شراب پی اور اسے نشہ ہو گیا تو اس کی چالیس دن کی نماز قبول نہیں ہو گی اگر وہ مر گیا تو جہنم میں داخل ہو گا اور اگر توبہ کر لی تو اللہ اس کی توبہ کو قبول فرمائے گا۔ اگر اس نے پھر (چوتھی بار) شراب پی تو اللہ تعالیٰ پر لازم ہے کہ اسے قیامت کے دن ''رَدْغَةُ الْخَبَال'' پلائے۔ صحابہ کرام نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ ''رَدْغَةُ الْخَبَال'' کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جہنمیوں کی پیپ اور گندگی۔''

اللہ کی پناہ! یہ کتنی شدید وعید ہے کہ شرابی آدمی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا گویا وہ بتوں کی پوجا کرنے والا تھا اور اس کے بعد اسے جہنمیوں کی گندگی اور پیپ پلائی جائے گی۔ کیا تم اتنے واضح اور روشن دلائل سن لینے کے بعد بھی شراب کو حلال کہو گے؟

احمد: تو پھر اب اس کا شرعی حل کیا ہے؟

---

[1] سنن ابن ماجه، رقم الحديث [3377]

استاد: اس کا حل یہی ہے کہ فوری طور پر اسے یہاں سے نکال دو اور اسے کہیں بہا دو، اس کو واپس فیکٹری وغیرہ میں لے جانا اور اسے فروخت کر دینا بھی ناجائز اور حرام ہے۔

احمد: استاد صاحب! ان شاء اللہ، موجودہ سٹاک فروخت کرنے کے بعد میں آیندہ کبھی اس کی خرید و فروخت نہیں کروں گا۔

استاد: تمھاری یہ بات تو پہلی سے بھی زیادہ مضحکہ خیز ہے۔

احمد: کیسے؟

استاد: کیا تمھیں علم ہے کہ اس سٹاک کے ختم ہونے تک تم زندہ رہو گے اور تمھیں موت سے پہلے پہلے توبہ نصیب ہو جائے گی؟

احمد: ہاں۔

استاد:

مَا لِيُ رَأَيْتُكَ تَطْمَئِنُّ إِلَى الْحَيَاةِ وَتَرْكَن
يَا سَاكِنَ الشُّرُفَاتِ مَالَك غَير قَبرِكَ مَسْكَن
فَالْيَوْمَ أَنتَ مُفَاخِر وَ مُكَاثِر تَتزيَّن
وَغداً تَصِيرُ إِلَى الْقُبُوْر مُحَنَّط وَمُكَفَّن
وَكَأَنَّ شخصَك لَم يَكُنْ فِي النَّاسِ سَاعَة تُدْفَنُ
وَكَأَنَّ أَهْلَكَ قَدْ بَكُوا جزعا عَلَيْكَ وَرَنُّوا
فَإِذَا مَضىٰ لَك جُمعَةٌ فَكَأَنَّهُم لَمْ يَحزَنُوا
وَالنَّاسُ فِي غَفَلَاتِهِمْ وَرُحىٰ الْمُنِيةِ تَطحَنُ
أَحْدِثْ لِرَبِّكَ تَوْبَةً فَسَبِيلُهَا لَكَ مُمْكِنُ

”افسوس! میں نے تجھ کو زندگی کے ساتھ مطمئن دیکھا ہے، حالانکہ

اے دنیا سے دل لگانے والے! قبر ہی تمھارا ٹھکانا ہے۔ آج تمھیں دنیاوی زیب و آرائش پر بڑا ناز ہے، حالانکہ کل تم نے قبروں میں دفن ہونا ہے۔ انسان تو چند لمحے لوگوں میں چل پھر سکے گا بالآخر تو دفن ہو جائے گا۔ تیرے گھر والے روئیں گے، پیٹیں گے، نوحہ کریں گے، لیکن چند دنوں بعد وہ بھی تیرے غم کو بھول جائیں گے۔ لوگ کس قدر غفلت کی نیند سوئے ہوئے ہیں اور موت کی چکی پیس رہی ہے۔ ابھی اپنے رب کی طرف لوٹ جاؤ کہ اب یہ راستہ کھلا ہے۔"

احمد: اللہ ہی مددگار ہے۔

استاد: میرے بھائی! اس بدترین جرم سے چھٹکارا حاصل کرنے کے سوا کوئی راستہ نہیں۔ اسے بہا دو اور اپنے رزق کو حرام کی آمیزش سے پاک کر لو اور جان لو کہ حلال کی تھوڑی سے کمائی حرام کی زیادہ کمائی سے بہتر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَ الطَّيِّبُ وَ لَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰاُولِي الْاَلْبَابِ﴾ [المائدة: 100]

"کہہ دے ناپاک اور پاک برابر نہیں، خواہ ناپاک کی کثرت تجھے تعجب میں ڈالے۔"

میں اللہ سے توبہ کرتا ہوں اور ابھی اسی لمحے اس سے چھٹکارا حاصل کرتا ہوں۔ یاسر اس ساری شراب کو ایک صندوق میں ڈال کر میری گاڑی میں رکھو۔

اسی دوران میں ایک آدمی آیا اور بولا کیا آپ کے پاس بیر ہے؟

احمد: نہیں، ہمارے پاس شراب کی کوئی ورائٹی نہیں ہے اور نہ آیندہ ہم یہ فروخت کریں گے۔

استاد: جزاک اللہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

احمد: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

انتیسواں باب

حرام چیزوں کی خرید وفروخت کے لیے دکانیں، پلاٹ اور گودام وغیرہ کرایہ پر دینا

استاد اور شاگرد کسی اور حرام کام کی اصلاح کی تلاش میں تھے کہ راستے میں استاد کے ایک پرانے جاننے والے لطفی صاحب مل گئے اور سلام کے بعد ایک دوسرے سے مخاطب ہوئے۔

استاد: لطفی صاحب! کیا حال ہے؟

لطفی: الحمد للہ، اللہ کی قسم! میں آپ سے ملنے کا بہت زیادہ مشتاق تھا۔

استاد: لطفی صاحب! یہ فضول بات نہ کرو۔ اگر واقعی تمھاری یہ کیفیت تھی تو تم ملنے آ جاتے۔ میں تو اکثر دوست احباب کے ذریعے تمھیں سلام بھیجتا رہتا ہوں۔

سنایئے! آپ آج کل کن کاموں میں مصروف ہیں؟

لطفی: یہی دنیا کا کام، کاروبار کے مسائل، انھی میں انسان کی موت آ جاتی ہے۔ میں ڈیڑھ سال سے ایک عمارت تعمیر کر رہا ہوں۔

استاد: یہ عمارت کتنی تعمیر ہوگئی ہے اور تم کس مقصد کے لیے اسے تعمیر کر رہے ہو؟

لطفی: الحمد للہ! تعمیر مکمل ہوئے تین ماہ گزر گئے ہیں۔ اب تو کرائے پر دینے

کے لیے کسی بڑے تاجر کا انتظار ہے۔

استاد: تو کیا کسی تاجر نے رابطہ کیا ہے؟

لطفی: ہاں، بنک کا ایک نمایندہ آیا ہے، انھوں نے نئی برانچ بنانے کے لیے یہ بلڈنگ کرائے پر لینے کے لیے رابطہ کیا ہے۔

استاد: اس کے علاوہ؟

لطفی: اسی طرح ایک تاجر نے سیگرٹ اور تمباکو کی فیکٹری کھولنے کے لیے رابطہ کیا ہے۔

استاد: تو آپ نے اس سے کیا کہا ہے؟

لطفی: ابھی تک تو میں نے ان سے کوئی چیز طے نہیں کی۔

استاد: تم نے بہت اچھا کیا ہے اور ان کو اپنی بلڈنگ کرائے پر کبھی نہ دینا۔

لطفی: کیوں؟

استاد: اس لیے کہ ناجائز کام کے لیے عمارت کرائے پر دینا حرام ہے۔

لطفی: حرام ہوگا تو ان کے لیے، میری اس میں کیا دخل اندازی ہے؟ میں نے تو محض جگہ کا کرایہ لینا ہے، باقی وہ جانیں اور ان کا کام۔

استاد: اگر تو ناجائز کام کے لیے کرائے پر جگہ دے گا تو تو بھی ان کے ساتھ برابر کا شریک اور معاون ہوگا، کیونکہ ایسی صورت میں یہ گناہ اور سرکشی پر تعاون کرنے کے مترادف ہوگا۔

لطفی: شیخ! یہ تو سختی ہے۔

استاد: یہ سختی نہیں اور نہ میں اپنی طرف سے کہہ رہا ہوں، بلکہ اہلِ علم فرماتے ہیں کہ تمباکو، سیگرٹ، گانے، فلموں کی سی ڈیز اور سودی بنک وغیرہ کے لیے کرائے پر جگہ دینا حرام ہے، کیوں کہ یہ گناہ میں معاونت کی ایک صورت

ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ﴾ [المائدة: 2]

''اور نیکی اور تقوے پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔''[1]

لطفی صاحب حرام کام کے بجائے کسی حلال کاروبار کے لیے جگہ کرائے پر دو۔ کمپیوٹر، ریسٹورنٹ، پھلوں اور بک سٹور وغیرہ حلال کاموں کی کونسا کمی ہے؟

لطفی: یعنی ان چیزوں (بنک، تمباکو) کے لیے کرائے پر جگہ دینا حرام ہے؟

استاد: میں نے قرآن مجید سے ایک دلیل بیان کی ہے، اب حدیث سے بھی ایک دلیل سن لو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« لَعَنَ اللّٰهُ الْخَمْرَ وَشَارِبَهَا، وَسَاقِيَهَا، وَبَائِعَهَا، وَمُبْتَاعَهَا، وَعَاصِرَهَا، وَمُعْتَصِرَهَا، وَحَامِلَهَا، وَالْمَحْمُولَةَ إِلَيْهِ، وَآكِلَ ثَمَنِهَا »[2]

''اللہ تعالیٰ نے شراب، اس کے پینے والے، پلانے والے، بیچنے والے، خریدنے والے، نچوڑنے والے، نچڑوانے والے، اس کو اٹھانے والے اور جس کی طرف اٹھائی جا رہی ہو اور اس کی قیمت کھانے والے سب پر لعنت فرمائی ہے۔''

اب تم ذرا غور کرو کہ جس جگہ پر حرام چیز کی خرید و فروخت ہوگی اور ناجائز چیزیں رکھی جائیں گی، کیا اس جگہ کا مالک بھی حرام کام کے پھیلاؤ میں

[1] أسئلة مهمة [ص: 14]

[2] سنن أبي داود، رقم الحديث [3674] سنن ابن ماجه، رقم الحديث [3380]

شریک ہوگا یا نہیں؟ جس طرح شراب کے معاملے میں معاونت کی وجہ سے محض اٹھانے والا بھی شامل ہے، ایسے ہی جگہ دینے والا محض جگہ کی وجہ سے شامل ہے۔

لطفی: استاد صاحب! اللہ آپ کو جزا دے، میں ان لوگوں کو کرائے پر عمارت نہیں دوں گا، ان شاء اللہ۔

استاد: اللہ آپ کو برکت دے، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

لطفی: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

سپر سٹور اور مارکیٹ میں دورے کا خلاصہ

استاد اپنے شاگرد کے ساتھ روانہ ہوئے۔

عمار: استاد صاحب! اب کدھر جانا ہے؟

استاد: گھر چلتے ہیں۔

عمار: الحمد للہ! اللہ کی توفیق سے آج ہم نے مندرجہ ذیل کاموں میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیا ہے:

① تمباکو اور سگریٹ وغیرہ کی فروخت۔

② قسمت آزمائی کے کھیل کی خرید و فروخت۔

③ تاش وغیرہ کی خرید و فروخت۔

④ غلیل وغیرہ کی خرید و فروخت۔

⑤ دھماکہ خیز مواد کی خرید و فروخت۔

⑥ خطبہ جمعہ اور نمازِ جمعہ کے وقت خرید و فروخت۔

⑦ شراب کی خرید و فروخت۔

⑧ حرام چیزوں کی خرید و فروخت کے لیے جگہ کرائے پر دینا۔

الحمد لله علىٰ ذلك.

تیسرا دورہ

① دفاتر کے ملازمین میں پائی جانے والی حرام چیزیں۔

② کسانوں میں پائی جانے والی حرام چیزیں۔

عمار: استاد صاحب! آیندہ کا شیڈول کیا ہے؟

استاد: کل مجھے ایجوکیشن آفس میں ضروری کام ہے، تم بھی آجانا اکٹھے چلیں گے۔

عمار: إن شاء اللّٰہ، ضرور آؤں گا۔

استاد: اللہ برکت عطا کرے۔

عمار: قابلِ صد احترام استاد صاحب! آج میرے لائق کوئی اور کام ہو تو بتا دیں؟

استاد: جزاک اللہ، اب آپ گھر جائیں۔

عمار: السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

استاد: وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ، کل وقت پر آجانا۔

عمار: ان شاء اللہ۔

عمار گھر واپس آیا اور حسبِ معمول اس نے دن بھر کی گفتگو کو کاپی پر نوٹ کیا۔

١

دفاتر کے ملازمین میں پائی جانے والی حرام چیزیں

تیسواں باب

کام کے بدلے رشوت لینا

حسبِ وعدہ عمار اپنے استاد کے پاس گیا۔ گھر داخل ہونے کی اجازت چاہی تو استاد صاحب نے اسے بیٹھک میں بٹھایا اور مہمان نوازی کی، اس کے بعد استاد اور شاگرد ایجوکیشن دفتر کی روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچ کر استاد اپنے پرانے کلاس فیلو محمد عاطف کے کمرے میں گئے۔ عاطف انھیں دیکھتے ہی آگے بڑھا، استاد صاحب سے معانقہ کیا، عزت وتکریم سے بٹھایا، ٹھنڈے پانی سے ضیافت کی۔ وہ اپنے پرانے دوست استاد صالح سے مل کر بڑا خوش ہوا اور آج خلافِ توقع دفتر آنے کی وجہ دریافت کی۔

عاطف: آج خیریت سے ادھر آنا ہوا؟

استاد: ہاں، ہمیں آپ سے ایک ضروری کام تھا اور ساتھ ہم نے سوچا کہ اسی بہانے آپ سے ملاقات ہو جائے گی۔

عاطف: استاد صاحب! کیا کام ہے؟ حکم کریں۔

استاد: اپنے بیٹے عمیر کی میٹرک کی سند بنوانے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔

عاطف: میں دیکھتا ہوں کہ اس شعبے کے انچارج عباس صاحب ابھی تشریف لائے ہیں یا نہیں۔

استاد: ٹھیک ہے، پتا کریں۔

عاطف: (عباس کا پتا کیا) اور تھوڑی دیر بعد واپس آیا۔

استاد: یہ آپ کے کمرے کی دوسری جانب کیا ہے؟

عاطف: آیئے! ادھر ہی چلتے ہیں۔ عباس صاحب تشریف لے آئے ہیں ان سے اپنا کام کرواتے ہیں، سب لوگ اٹھ کر عباس کے کمرے میں چلے گئے۔ عاطف نے اپنی جیب سے ایک سگرٹ نکالا اور عباس کی طرف پھینکتے ہوئے بولا: صبح بخیر جناب!

عباس: سرکار، صبح کی آمد ہے۔

استاد: آپ کس قدر جاہلانہ انداز سے ایک دوسرے سے مخاطب ہوتے ہیں۔

عاطف: (استاد سے سرگوشی کرتے ہوئے بولا) استاد صاحب! یہ بھی خوشامد کا ایک طریقہ ہے۔

استاد: اس بات کا کیا مطلب؟

عاطف: استاد صاحب! اللہ ہمارے اس دوست (عباس) کو ہدایت دے، یہ بغیر رشوت کے کوئی کام نہیں کرتا۔ جب تک اسے کچھ دیا نہ جائے، اس وقت تک کام لٹکا تا دیتا ہے اور بے شمار عذر پیش کرتا ہے، ہم چونکہ اس کے ساتھی ہیں اور ہمیں اس کی عادت کا علم ہے، اس لیے ہم سگرٹ دے کر اور جھوٹی خوشامد کر کے اس سے کام نکلوا لیتے ہیں۔

عمار: استاد صاحب! ایسی عادت کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

استاد: میرے بھائی! ہر مسلمان کو کام کے عوض لی جانے والی رشوت، تحفے تحائف اور عزت و تکریم سے بچنا چاہیے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الرَّاشِي وَالْمُرْتَشِي»[1]

”رشوت لینے والے اور رشوت دینے والے دونوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔“

رشوت لینے والا اور دینے والا دونوں اللہ کی وسیع رحمت سے محروم کر دیے جاتے ہیں۔ اللہ کے ہاں ایسے لوگوں کی کوئی وقعت نہیں ہوتی۔ لہٰذا انسان کو اپنے منصب اور ملازمت میں خیانت نہیں کرنی چاہیے۔ محض اپنے کسی دوست اور رشتے دار کو نوازنے کے لیے اپنے منصب کا ناجائز استعمال اور رشوت لینا بہت بڑا جرم اور حرام ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنِ اسْتَعْمَلْنَاهُ عَلَى عَمَلٍ فَرَزَقْنَاهُ رِزْقًا فَمَا أَخَذَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَهُوَ غَلُولٌ»[2]

”جس بندے کو ہم کسی کام پر متعین کر دیں اور اسے اس پر وظیفہ بھی دیں تو جو وہ اس سے زیادہ لے گا وہ خیانت ہوگی۔“

یعنی یہ آدمی غریبوں، یتیموں اور بیواؤں کے حق میں خرچ ہونے والا مال خود ہڑپ کرے گا تو یہ خیانت ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں پیش آنے والا اس طرح کا ایک اور واقعہ بھی سن لیں۔

عمار: سنائیں، کون سا واقعہ ہے؟

استاد: نبی ﷺ نے قبیلہ ازد کے ایک آدمی ابن لتبیہ کو صدقہ وصول کرنے کے لیے بھیجا۔ جب وہ واپس آیا تو اس نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ یہ مال بیت المال کا ہے اور یہ مجھے ہدیہ ملا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [3580] سنن الترمذي، رقم الحديث [1336] صحيح الجامع، رقم الحديث [5114]

[2] سنن أبي داود، رقم الحديث [2943]

«أَفَلَا جَلَسَ فِي بَيْتِ أَبِيهِ وَ أُمِّهِ حَتَّى تَأْتِيَهُ هَدِيَّتُهُ إِنْ كَانَ صَادِقًا؟» [1]

''وہ اپنے والد یا والدہ کے گھر میں کیوں نہ بیٹھا رہا، یہاں تک کہ اسے یہ ہدیے مل جاتے؟''

دوسری روایت میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«هَدَايَا الْعُمَّالِ غُلُولٌ» [2]

''عاملوں کو ملنے والے ہدیے اور تحفے خیانت کے زمرے میں آتے ہیں۔''

عباس: مولانا اتنی سختی نہ کریں، مذہب میں بڑی وسعت ہے۔

استاد: میرے پیارے بھائی! یہ بات ذہن نشین کر لو کہ عزت، منصب اور مقام و مرتبہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، لہٰذا بندے کو اس پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے اور شکر کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ بندہ اپنے منصب کے ذریعے سے لوگوں کو فائدہ دے۔ یہی مطلب نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان کا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

«مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَّنْفَعَ أَخَاهُ فَلْيَفْعَلْ» [3]

''تم میں سے جو شخص اپنے مومن بھائی کو نفع پہنچانے کی طاقت رکھتا ہے تو اسے ضرور یہ کرنا چاہیے۔''

جو شخص اپنے مسلمان بھائی کو حرام کا ارتکاب کیے بغیر فائدہ دیتا ہے، اس سے کسی ظلم کو روکتا ہے یا اسے اس کا حق دلاتا ہے اور خلوصِ دل کے ساتھ اس کی

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [2597]

[2] مسند أحمد، صححه الألباني في صحيح الجامع، رقم الحديث [7021]

[3] صحيح مسلم، رقم الحديث [2199]

مدد کرتا ہے تو اللہ اسے اجر و ثواب سے نوازتے ہیں۔ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

« اِشْفَعُوْا تُؤْجَرُوْا »[1] ”تم سفارش کرو تمھیں اجر دیا جائے گا۔“

لیکن یاد رکھو۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم سفارش کے ذریعے سے رشوت وغیرہ لو، کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

« مَنْ شَفَعَ لِأَحَدٍ شَفَاعَةً فَأُهْدِيَ لَهُ هَدِيَّةٌ عَلَيْهَا فَقَبِلَهَا مِنْهُ فَقَدْ أَتَى بَابًا عَظِيمًا مِنْ أَبْوَابِ الرِّبَا »[2]

”جس نے کسی کی سفارش کی اور اسے اس کے عوض کوئی ہدیہ دیا گیا، اگر اس نے وہ ہدیہ قبول کر لیا تو گویا وہ سود کے ایک بڑے دروازے میں داخل ہو گیا۔“

ان تمام روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص اپنے منصب، اختیارات اور تعلقات کو خاطر میں لاتا ہے اور رشوت، پیسے، تحفہ، ہدیہ یا کسی بھی چیز کا لین دین کرتا ہے تو یہ ناجائز اور حرام ہے، لیکن جو آدمی اللہ کی رضا کی خاطر کسی سے بھلائی کرتا ہے تو وہ قیامت کے دن اس کا اجر ضرور پائے گا۔

حضرت حسن بن سہل کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے حضرت حسن کو اپنے کسی کام کی سفارش کرنے کا کہا، حضرت حسن نے اس کی سفارش کر دی اور اس آدمی کا کام ہو گیا۔ اس کے بعد وہ آدمی حضرت حسن کا شکریہ ادا کرنے آیا تو انھوں نے کہا:

”تو کس بات پر میرا شکریہ ادا کرنے آیا ہے؟ میرا خیال یہ ہے کہ جس طرح مال پر زکات ہوتی ہے، اسی طرح انسان کے اختیارات

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [1432]

[2] سنن أبي داود، رقم الحديث [3541] صحيح الجامع، رقم الحديث [6292]

اور تعلقات پر بھی زکات ہوتی ہے اور وہ یہ کہ آدمی اپنے تعلقات سے کسی کو فائدہ پہنچائے۔"[1]

عباس: استاد صاحب! اخراجات بہت زیادہ ہیں، آمدن تھوڑی ہے، زندگی کی ضروریات پوری نہیں ہوتیں، چوری ہم کر نہیں سکتے، کیا کریں؟ یہ رشوت ہماری مجبوری ہے۔

استاد: یہ بات آپ کو زیب نہیں دیتی۔

عباس: کیوں؟

استاد: آپ کے پاس دو آپشن ہیں:

① اس نوکری کو چھوڑ کر کوئی ایسی نوکری تلاش کر لو، جس کی تنخواہ سے تمھارے اخراجات پورے ہو جائیں۔

② اسی پر اکتفا کرو اور صبر و شکر سے زندگی گزارو۔

عباس: (پھٹ پڑا) شیخ! میرے سات بچے ہیں، اخراجات کے لحاظ سے تنخواہ سے بہ مشکل دس دن گزرتے ہیں، مہینے کے بقیہ دن کیسے گزاروں؟

استاد: میں نے تمھیں مسئلے کا حل بتا دیا ہے، لہٰذا میں یہی عرض کروں گا کہ اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کی پرورش حرام کے مال سے نہ کرو، ورنہ یہ تمھارے لیے وبالِ جان ہو گا۔

عباس: استاد صاحب! یہ ایک قاعدہ بھی تو ہے کہ ضروریات ناجائز کام کو جائز بنا دیتی ہیں۔ ویسے بھی ایک شاعر کا قول ہے:

إِذَا لَمْ يَكُنْ غَيْرُ الْأَسِنَّةِ مَرْكَبًا
فَمَا حِيلَةُ الْمُضْطَرِّ إِلَّا رُكُوبُهَا

[1] الآداب الشرعية، ابن مفلح [176/2]

"جب تمھارے پاس عمر رسیدہ جانور کے علاوہ کوئی سواری نہ ہو، تو مجبوری کی صورت میں اس پر سوار ہونا جائز ہے۔"

استاد: یہ ایسی ضرورت نہیں کہ اس کے لیے اس قاعدے کا سہارا لیا جائے اور یاد رکھو، حرام کا ارتکاب کرنا اور حرام کی سواری پر سوار ہونا ناجائز ہے۔

عباس: استاد صاحب! میں وعدہ کرتا ہوں کہ آیندہ کبھی رشوت نہیں لوں گا اور ان شاء اللہ میں اللہ کی رضا کے لیے مسلمانوں کی مدد کروں گا۔

استاد: جزاك الله! اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو رزقِ حرام سے بچائے اور حلال کمانے اور حلال کھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آپ کی روزی میں برکت پیدا فرمائے اور آپ کو ہر قسم کی دنیاوی پریشانی سے بے پروا کر دے۔ آمین، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

عباس: آمین، وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

اکتیسواں باب

کام سے جی چُرانا

استاد صاحب عاطف کے ساتھ واپس اس کے دفتر میں آ گئے اور آپس میں گفتگو کرنے لگے کہ چند لوگ عبید، محمد، طلعت، سید، جابر اور عبدالوہاب وغیرہ عاطف کے دفتر میں داخل ہوئے۔

عاطف: استاد صاحب! یہ ملازم ہمارے ادارے کا رجسٹرار ہے۔ حاضری، تنخواہ اور دیگر دفتری امور اس کے سپرد ہیں، لیکن یہ ایک دن میں آدھا گھنٹا بھی صحیح طرح سے اپنی ڈیوٹی نہیں نبھاتا اور سارا وقت ادھر ادھر ضائع کر دیتا ہے۔

استاد: آپ کس کی بات کر رہے ہیں؟

عاطف: یہ عبید صاحب کی بات کر رہا ہوں۔

عبید: مجھے چھوڑو، تم اپنی فکر کرو۔

عاطف: میں تنقید نہیں کر رہا، بلکہ تمھاری اصلاح کے لیے بات کر رہا ہوں۔

استاد: اللہ تمھیں برکت دے، اپنی ڈیوٹی پوری کیا کرو، اگر کسی کی ڈیوٹی کا ٹائم صبح آٹھ تا شام دو بجے تک ہے تو اسے دو بجے سے پہلے اپنا کام نہیں چھوڑنا چاہیے، ورنہ اس کی تنخواہ مکمل حلال کی نہیں ہوگی۔

عبید: استاد صاحب! دراصل میں نے ایک دکان بنائی ہوئی ہے، کیونکہ ملازمت کی تنخواہ سے گھر کے اخراجات پورے نہیں ہوتے، اس لیے میں

ڈیوٹی پوری نہیں کرتا۔

استاد: بھائی جان ہر ملازم کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی ڈیوٹی پوری کرے، ایمانداری اور دیانتداری کے ساتھ اپنے فرائض انجام دے، بلاوجہ چھٹیاں نہ کرے، آئے روز مختلف حیلے بہانے اور عذر پیش کر کے رخصت نہ لے۔ ادارے کے ساتھ کام کے عوض جو تنخواہ طے پائے، اس کام کو پورا نہ کرنا، جب کہ تنخواہ پوری لینا، خیانت کے زمرے میں آتا ہے۔ ہر مسلمان کو اپنے ادارے کے ساتھ طے پا جانے والے معاملات کی پاسداری کرنی چاہیے۔

عبید: مذہب میں تو بڑی وسعت ہے، لیکن آپ لوگوں پر بڑی سختی کرتے ہیں!

استاد: یہ سختی والی بات نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکموں کی پاسداری کا معاملہ ہے۔ ادارے کا کام آپ کے پاس امانت ہے اور آپ کو امانت میں خیانت کا مرتکب نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ وَ تَخُوْنُوْا اَمٰنٰتِكُمْ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ [الأنفال: 27]

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ اور رسول کی خیانت نہ کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو، جب کہ تم جانتے ہو۔“

ادارے نے تیرے ساتھ اس پوسٹ کے عوض جتنی تنخواہ طے کی ہے تو اس کا ذمے دار اور جواب دہ ہے۔ اگر تو کام کا حق ادا نہیں کرتا تو گویا تو نے اپنے معاہدے کی خلاف ورزی کی ہے اور شرائط کو توڑ ڈالا ہے، جب کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اَلْمُسْلِمُوْنَ عَلٰى شُرُوْطِهِمْ»[1]

[1] سنن أبي داود، صحيح الجامع، رقم الحديث [6714]

''مسلمان اپنی شرطوں پر قائم رہتے ہیں۔''

اب بتاؤ! کہاں گیا تمھارا معاہدہ اور کہاں گئیں تمھاری شرائط؟!

طلعت: استاد صاحب! میں آپ سے ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں۔

استاد: ہاں، پوچھو۔

طلعت: اگر ادارے کا نگران یا پرنسپل کام کی کوئی خاص ضرورت محسوس نہ کرتے ہوئے ملازم کو رخصت دے دیتا ہے یا اس کی ڈیوٹی چھ گھنٹے کے بجائے چار گھنٹے کر دیتا ہے تو اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

استاد: یہ مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ جائز ہوگا:

① ادارے کا نگران سرکار یا گورنمنٹ کی طرف سے بااختیار ہو۔

② ملازم کو رخصت دینے سے ادارے یا کام کا نقصان نہ ہو۔

③ ملازم کو رخصت دینے کی وجہ سے دیگر لوگوں کے مفادات پہ زد نہ پڑتی ہو۔

④ اس کی رخصت دوسرے ملازموں کے لیے نمونہ نہ بن جائے کہ جس کا دل کرے وہ اسے ڈھال بنا کر رخصت لینا چاہے۔

⑤ ایسا ملازم اپنے کام کا ذمے دار ہو۔

⑥ اس کی رخصت کے قواعد وضوابط طے کیے جائیں۔

عبید: استاد صاحب! میرے مسئلے کا کیا حل ہے؟

استاد: اس کے تین حل ہیں:

1 ایمانداری کے ساتھ کام کرو۔

2 اس ملازمت کو چھوڑ کر کوئی اور کاروبار وغیرہ اختیار کر لو۔

3 ملازمت سے وقتی طور پر گورنمنٹ سے بغیر تنخواہ کے رخصت لے لو اور اس دوران میں کوئی اور کام کر لو۔

اگر تم اپنی اولاد کی پرورش حلال کمائی سے کرنا چاہتے ہو تو مندرجہ بالا تینوں میں سے کوئی ایک راستہ اختیار کرلو۔

عبید: اللہ تعالیٰ مجھے صحیح راستہ اختیار کرنے کی توفیق دے۔

استاد: یہ گورنمنٹ پر تیرا کوئی احسان نہیں ہوگا، بلکہ یہ تیری ذمے داری ہے۔

عبید: استاد صاحب! میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ آیندہ میں اپنی ذمے داری کا خیال رکھوں گا اور صبح وقت پر اپنی ڈیوٹی پر پہنچوں گا۔

استاد: اور چھٹی کب کرو گے؟

عبید: چونکہ دکان کا کام بھی ہوتا ہے، اس لیے میں مقرر وقت سے دو گھنٹے پہلے کی رخصت لے لیتا ہوں، ویسے بھی آخری دو گھنٹے میں کوئی خاص کام نہیں ہوتا۔

استاد: مقرر وقت سے پہلے رخصت لینا اسی صورت میں جائز ہوگا، جب ہماری بیان کردہ مندرجہ بالا شرائط پوری ہو رہی ہوں گی۔

عبید: واہ، سبحان اللہ! اتنی بھی گنجایش نہیں ہے؟

استاد: میں نے پہلے بھی عرض کی ہے کہ اگر تم اپنی اولاد کو حلال کھلانا چاہتے ہو تو تمھیں اللہ سے ڈرنا ہوگا اور مندرجہ بالا تین طریقوں میں سے کوئی ایک طریقہ اختیار کرنا ہوگا۔

عبید: استاد صاحب! ان شاء اللہ میں ضرور اپنی اصلاح کروں گا۔

استاد: الحمد للہ! اللہ آپ کی آل اولاد، مال اور کاروبار میں برکت پیدا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ حق بات کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے۔

بتیسواں باب

جھوٹی گواہی دینا

جابر: استاد صاحب! ہمارے سرکاری دفاتر میں یہ چیز عام پائی جاتی ہے کہ اگر ایک ملازم غیر حاضر ہو تو دوسرا اس کا دوست اس کی حاضری لگا دیتا ہے، اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

استاد: ضروری ہے کہ ہم پہلے تعین کر لیں کہ شریعت نے اس فعل کو کیا نام دیا ہے؟

جابر: کیا نام ہے؟

استاد: شریعت نے اسے جھوٹی گواہی کا نام دیا ہے۔

جابر: عجیب بات! جھوٹی گواہی کا اس سے کیا تعلق؟

استاد: بڑا گہرا تعلق ہے، اس لیے کہ جو شخص دوسرے غیر حاضر دوست کی حاضری لگاتا ہے۔ وہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اس کا دوست حاضر ہے، حالانکہ وہ حاضر نہیں ہوتا، اس لحاظ سے جھوٹی حاضری لگانے والا مندرجہ ذیل چار خطرناک امور کا ارتکاب کرتا ہے:

1. وہ جھوٹی گواہی دیتا ہے کہ فلاں حاضر ہے، حالانکہ وہ حاضر نہیں ہوتا۔
2. وہ حرام کھانے پر اپنے دوست کا مددگار بنتا ہے اور یہ برائی کے کام میں تعاون کرنے کے مترادف ہے۔
3. وہ غیر حاضر دوست کی مدد کر کے کام میں رکاوٹ ڈالتا ہے اور یہ چیز

اجتماعی طور پر تمام مسلمانوں کے مفاد کے منافی ہے۔

④ وہ اپنے دوست کو سستی، کاہلی اور کام چوری کی عادت ڈالنے میں معاون بنتا ہے، جب کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَ اجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ﴾ [الحج: 30]

''اور جھوٹی بات سے بچو۔''

نیز اس کا فرمان ہے:

﴿ وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ﴾ [المائدة: 2]

''اور نیکی اور تقوے پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ ثَلَاثًا؟ قُلْنَا: بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: اَلْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ، وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ، وَكَانَ مُتَّكِئًا فَجَلَسَ، فَقَالَ: أَلَا وَقَوْلُ الزُّوْرِ وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ، فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتّٰى قُلْنَا: لَيْتَهُ سَكَتَ » [1]

''کیا میں تمھیں کبیرہ گناہوں کے بارے میں نہ بتاؤں؟ آپ ﷺ نے یہ جملہ تین دفعہ دہرایا۔ صحابہ کرام فرماتے ہیں: ہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! ضرور بتائیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، اس کے بعد رسول اللہ ﷺ

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [2654]

ٹیک چھوڑ کر سیدھے بیٹھ گئے اور آپ ﷺ نے فرمایا: خبردار! جھوٹی گواہی دینا۔ خبردار! جھوٹی گواہی دینا۔ رسول اللہ ﷺ یہ بات بار بار دہراتے رہے، حتی کہ ہم نے کہا: کاش! آپ ﷺ خاموش ہو جائیں۔''

غور کیجیے! اس حدیث میں کتنی سختی کے ساتھ جھوٹی گواہی سے ڈرایا گیا ہے، اس لیے کہ جھوٹی گواہی کی وجہ سے لوگوں میں بے شمار قسم کے مفاسد پیدا ہوتے ہیں، مثلاً: حسد، بغض اور دشمنی کے جذبات پروان چڑھتے ہیں، کتنے لوگوں کے حقوق غصب ہو جاتے ہیں اور کتنے لوگ اس کے سہارے دوسروں کے حق پر قبضہ کر لیتے ہیں، لہٰذا یہ حرام ہے۔

جابر: عبید! طلعت! غور سے سن لو، یہ کتنا بڑا جرم ہے!!

عبید: استاد صاحب یہاں پر ایک مشکل پیدا ہو جاتی ہے کہ دوستوں کے ساتھ ایسے معاملات میں تعاون نہ کریں تو وہ کہتے ہیں کہ تم بڑے سخت ہو، ملامت اور طرح طرح کی باتیں کرتے ہیں؟

استاد: تم اللہ سے ڈر کر اپنا کام جاری رکھو۔ کسی مسلمان کو اللہ تعالیٰ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہیں کرنی چاہیے۔ اس بات پر غور کرو کہ ایک آدمی غلط کرتے ہوئے نہیں شرماتا تو تم صحیح کرتے ہوئے کیوں شرماتے ہو؟ ہر مسلمان کو اپنی فکر کرنی چاہیے، کسی کی ملامت، طعنہ اور باتوں وغیرہ پر کان نہیں دھرنے چاہییں۔

عبید: دوستو! آگاہ رہو، کل سے ہم نے کسی کی غلط حاضری نہیں لگانی اور کسی کی باتوں کی پروا بھی نہیں کرنی۔

تینتیسواں باب

ضرورت کے بغیر رخصت لینا

عبدالوہاب: (لمبا سانس لیتے ہوئے بولا) استاد صاحب! صورتِ حال یہ ہے کہ ہمارے سرکاری اداروں کا تو نظام ہی درہم برہم ہو چکا ہے۔ نظم و ضبط کا تو کوئی تصور ہی نہیں۔ جھوٹی گواہی سے بھی سنگین جرم ہمارے ملازموں میں رواج پا چکا ہے۔

استاد: اللہ آپ کو برکت دے! وہ کون سا جرم ہے؟

عبدالوہاب: اکثر سرکاری ملازم ڈیوٹی پر دس بجے آتے ہیں، جب کہ ٹائم آٹھ بجے کا ہے۔ مزید بددیانتی یہ کہ دس بجے آ کر بھی صحیح طرح سے کام نہیں کرتے اور ایک یا دو گھنٹے بیٹھتے ہیں، پھر بغیر کسی عذر اور کام کے شارٹ رخصت (short leave) کی درخواست لکھتے ہیں اور واپس چلے جاتے ہیں۔ اپنے، گھر، دکان یا دیگر کاموں میں مصروف ہو جاتے ہیں، اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

استاد: سابقہ بات کی طرح یہ بھی ایک جھوٹ اور جھوٹی گواہی ہے، جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَ اجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ﴾ [الحج: 30]

”اور جھوٹی بات سے بچو۔“

اور جیسے ''أَلَا وَقَوْلُ الزُّوْرِ'' کے ارشاد کے ساتھ رسول اللہ ﷺ نے جھوٹ سے ڈرایا ہے۔ ڈیوٹی کے اوقات میں لیٹ آنے والا اور بغیر عذر جھوٹی درخواست لکھ کر رخصت لینے والا جھوٹا آدمی ہے اور مجرم ہے۔ ایسے آدمی کو اللہ سے ڈرنا چاہیے اور توبہ کرنی چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« وَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ، وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ كَذَّابًا »[1]

''جھوٹ برائی کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور برائی آگ کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے، حتی کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔''

یعنی جھوٹ اتنا خطرناک جرم ہے، جو انسان سے مزید گناہ کرواتا ہے اور بالآخر انسان گناہوں کی دلدل میں ایسا پھنس جاتا ہے کہ جہنم کی آگ اس کا مقدر بن جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس آدمی کا شمار جھوٹوں میں ہونے لگتا ہے۔

عبید صاحب! آپ دفتری امور کے ذمے دار ہیں۔ ملازموں کو رخصت دینے سے پہلے تحقیق کر لیا کرو کہ کون چھٹی کا مستحق ہے اور کون نہیں۔

عبید: استاد صاحب! جھوٹ بولنے والا مجھ اکیلے ہی کو جواب دہ نہیں ہے۔

استاد: اور کس کس کو جواب دہ ہے؟

عبید: سب سے پہلے تو وہ اللہ تعالیٰ کو جواب دہ ہے، دوسرے نمبر پر ادارے کا سربراہ بھی اس سے پوچھ گچھ کا حق رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ گورنمنٹ کے ہر ادارے میں ایک خاص کمیٹی ہوتی ہے جو ملازموں کی درخواستوں کی

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [6064]

جانچ پڑتال کرتی ہے، چھٹیوں کا حساب کتاب کرتی ہے، ملازم کی غیر حاضریوں اور چھٹیوں کا ریکارڈ بنتا ہے، اگر کسی کا ریکارڈ زیادہ خراب ہو تو اس پر باقاعدہ قانونی کارروائی کی جاتی ہے۔

استاد: اس طرح تو ادارے کے سربراہ، ناظم، پرنسپل اور قائمہ کمیٹی پر بھی ذمے داری عائد ہوتی ہے کہ وہ سب مل کر اس جھوٹ کو ختم کریں اور سچ کے فروغ میں اپنا کردار ادا کریں۔ یہ بھی نیکی اور تقوے کے کاموں میں تعاون کا اعلاترین زینہ ہے۔

عبدالوہاب: جزاك الله خيراً.

چونتیسواں باب

اساتذہ کا سکول کے طلبہ کو ٹیوشن پڑھنے پر مجبور کرنا

استاد صاحب ان لوگوں سے باتوں میں مصروف تھے کہ ایک سکول ٹیچر محمد عصام صاحب کمرے میں داخل ہوئے اور السلام علیکم کہا۔ سب نے جواب دیا اور وہ بیٹھ گئے۔

طلعت: استاد صاحب! یہ ہمارا دوست عصام گورنمنٹ سکول کا انگلش ٹیچر ہے، یہ اور اس جیسے سیکڑوں ٹیچر کلاس میں بچوں پر صحیح توجہ نہیں دیتے، سبق کا حق ادا نہیں کرتے اور امتحانات کے قریب بچوں کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ سکول ٹائم کے علاوہ ان کے پاس ٹیوشن پڑھنے آئیں۔ جو بچے ٹیوشن پڑھ لیتے ہیں وہ تو امتحانات میں کامیاب ہو جاتے ہیں اور جو نہیں پڑھتے وہ فیل ہو جاتے ہیں۔ کتنی افسوس ناک بات ہے کہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا ذرا بھی ڈر نہیں آتا۔ شرم و حیا اور شرمندگی کا یہ لوگ تصور بھی نہیں کرتے۔ لا حول و لا قوۃ إلا باللّٰہ.

عصام: بھائی! اللہ سے ڈرو اور اس قدر سختی سے کام نہ لو۔

طلعت: جو میں نے کہا ہے، کیا یہ حقیقت نہیں ہے؟

عصام: نہیں! اس بات کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ سراسر تم جھوٹ بول رہے ہو۔ میں تمھیں گارنٹی دیتا ہوں کہ میں نے کبھی سکول میں بچوں کا

وقت نہیں ضائع کیا اور نہ میں نے سبق پڑھانے میں کبھی کوتاہی کی ہے۔
رہی بات ٹیوشن کی تو میں نے آج تک کسی طالب علم کو زبردستی ٹیوشن نہیں
پڑھائی۔ میرے اندر بھی ضمیر اور اللہ کا ڈر اور خوف موجود ہے۔

طلعت: اللہ کے بندے! اگر تم زبردستی نہیں پڑھاتے تو ہر روز شام کے وقت بیسیوں
طالب علم کتابیں اٹھائے تمھارے گھر کے سامنے کیوں کھڑے ہوتے ہیں؟

عصام: وہ اپنی خوشی سے آتے ہیں۔ استاد صاحب! کیا اس میں کوئی حرج ہے؟

استاد: عصام صاحب! بہت اچھی بات ہے کہ آپ کسی طالب علم کو زبردستی
ٹیوشن پڑھنے کا نہیں کہتے، لیکن جیسا کہ طلعت بھائی نے بتایا ہے کہ دیگر
سیکڑوں ٹیچرز اس معاملے میں زبردستی کرتے ہیں۔ میں ان کی خدمت
میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ محض اپنے مفاد کی خاطر کلاس میں بچوں کے
سبق پر صحیح توجہ نہ دینا اور کلاس سے باہر اپنے پاس ٹیوشن کے لیے بچوں کو
مجبور کرنا، جب کہ بچے ٹیوشن پڑھنے اور والدین پڑھانے پر خوش نہ ہوں یا
والدین کی اتنی آمدن نہ ہو کہ وہ اپنے بچوں کو پرائیویٹ فیس ادا کر کے
پڑھا سکیں تو یہ ناجائز اور حرام ہے۔

آپ نے کبھی غور کیا کہ کتنے غریبوں کے بچے ٹیچر کے ظلم کی وجہ سے علم
کی نعمت سے محروم ہو جاتے ہیں۔ غریب والدین ٹیوشن کے اخراجات برداشت
کرنے کے اہل نہیں ہوتے، جس کی وجہ سے وہ اپنے بچوں کو تعلیم نہیں دلوا سکتے۔
مجھے میرے ایک نہایت ہی سچے اور ایماندار دوست نے ایسے ہی ایک ظالم اور
لالچی استاد کا واقعہ سنایا کہ وہ اپنے سکول کے طالب علموں کو سیکنڈ ٹائم اپنے پاس
ٹیوشن پڑھنے کے لیے مجبور کرتا تھا، ان طالب علموں میں ایک بچہ غریب تھا، اس

کا والد فوت ہو چکا تھا، جبکہ والدہ معمولی کام کاج کر کے اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ پال رہی تھی، اس کی شدید تمنا تھی کہ میرا بچہ اعلا تعلیم حاصل کرے، لیکن وہ بوڑھی عورت اس ظالم استاد کی ٹیوشن فیس اور دیگر اخراجات پورے کرنے کی طاقت نہ رکھتی تھی، نتیجتاً اس تنگدست، مجبور اور غربت کی ماری ہوئی ماں نے اس لالچی ٹیچر سے تنگ آ کر اپنے بچے کو سکول چھڑوا لیا اور اس طرح سے اس کی تعلیم کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ کچھ عرصہ بعد وہ بچہ دوبارہ کسی کام کی غرض سے سکول آیا تو اس کی ملاقات اس استاد سے ہوگئی۔ بچے نے کہا: استاد جی! آپ آمین کہیں۔ استاد نے آمین کہی۔ بچہ بار بار ٹیچر سے آمین کہلواتا رہا، اس کے بعد بچے نے کہا: اے اللہ! جس طرح اس ٹیچر کی مال کی ہوس نے میری والدہ کو صدمہ دیا اور مجھے تعلیم سے محروم کیا، اے اللہ! تو اسے جنت کی خوشبو سے محروم فرما۔ یہ بددعا دے کر وہ بچہ آنسو بہاتا ہوا واپس چلا گیا۔ ذرا غور کرو! اس مسکین بچے اور اس کی غریب والدہ پر کیا گزری ہوگی؟ دونوں کو کتنا غم، افسوس اور دکھ ہوا ہوگا؟!

کسی نے کیا خوب کہا ہے:

لَا تَظْلِمَنَّ إِذَا مَا كُنْتَ مُقْتَدِراً
فَالظُّلْمُ ترجِعُ عُقْبَاهُ إِلَى النَّدَمِ
تَنَام عَيْنَاكَ وَ الْمَظْلُوْمُ مُنْتَبِهٌ
تَدْعُوا عَلَيْكَ وَ عَيْنُ اللهِ لَمْ تَنَم

”اقتدار میں آ کر اور با اختیار ہو کر کسی پر ظلم نہ کرو، اس لیے کہ ظلم کا انجام ہمیشہ شرمندگی ہوتا ہے۔ اے ظالم! تو ظلم کر کے غفلت کی نیند سو جاتا ہے، لیکن مظلوم اللہ کی بارگاہ میں کھڑا تجھے بددعائیں دے

رہا ہوتا ہے اور اللہ کو کبھی نیند نہیں آتی۔‘‘

عبدالوہاب: استاد صاحب! آپ کی باتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ ٹیوشن پڑھانا جرم ہے۔

عبید: (ہنستے ہوئے بولا) عبدالوہاب اس لیے فکر مند ہو گیا ہے کہ اس کا بیٹا بھی سکول ٹیچر ہے۔

استاد: میں ٹیوشن پڑھانا کوئی جرم نہیں سمجھتا، لیکن اتنا ضرور ہے کہ یہ چند شرائط کے ساتھ یہ عمل جائز ہے:

① مدرس سکول میں سبق کا اس طرح حق ادا کرے کہ بچوں کو ٹیوشن پڑھنے کی ضرورت نہ رہے۔

② مدرس بچوں کو تصریحاً یا اشارتاً ٹیوشن پر مجبور نہ کرے، البتہ اگر بچے خود ٹیوشن پڑھنے پر آمادگی ظاہر کریں تو کوئی حرج نہیں۔

③ مدرس کلاس میں سب بچوں پر برابر توجہ دے اور ہر بچے کے حقوق کا لحاظ رکھے۔

④ غریب طلبا کی ضروریات اور مسائل کو ملحوظ خاطر رکھے۔

یعنی اگر کوئی بچہ غریب ہے اور وہ تعلیمی اخراجات پورے نہیں کر سکتا تو استاد کو اس کا بوجھ ہلکا کرنے میں مدد کرنی چاہیے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَ اِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ﴾ [البقرۃ: 280]

’’اور اگر کوئی تنگی والا ہو تو آسانی تک مہلت دینا لازم ہے۔‘‘

⑤ استاد کلاس میں امیر اور غریب کا فرق نہ کرے، بلکہ سب کے ساتھ یکساں پیش آئے۔

ٹیوشن کے معاملے میں جب یہ تمام شرائط پائی جائیں تو یہ حلال، اس کی

کمائی، فیس وغیرہ حلال ہے اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں، البتہ اگر مندرجہ بالا شرائط میں سے کوئی ایک شرط بھی کم ہو تو اس سے پرہیز لازمی ہے، ورنہ یہ حرام کے زمرے میں آئے گی۔

عصام: جزاك الله! استاد صاحب میں پہلے بھی حتی الوسع غلط کام سے بچنے کی کوشش کرتا ہوں اور آیندہ بھی، ان شاء اللہ، معمولی رہ جانے والی غلطیوں کی اصلاح کی بھرپور کوشش کروں گا۔

استاد: اللہ تعالیٰ آپ کی اولاد اور مال میں برکت پیدا فرمائے۔

پینتیسواں باب

گرلز سکولوں میں مرد اساتذہ کا بالغ لڑکیوں کو پڑھانا

ہائر سیکنڈری سکول کے ٹیچر محمد حسن صاحب کمرے میں داخل ہوئے۔

حسن: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

تمام لوگ: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

عاطف: استاد صاحب! یہ حسن بھائی ہائر سیکنڈری سکول میں لڑکیوں کو اردو کا مضمون پڑھاتے ہیں۔

استاد: خوش آمدید، حسن صاحب کیا حال ہے؟

حسن: الحمد للہ، خیریت ہے۔ مجھے پتا چلا ہے کہ اساتذہ کی پروموشن ہوئی ہے اور ان میں میرا نام بھی ہے، جس کی وجہ سے میں عنقریب کسی اور سکول میں شفٹ کر دیا جاؤں گا۔ کیا کوئی ایسی خبر ہے؟

عبید: کیا ضروری ہے کہ پروموشن ملے تو سکول تبدیل کر دیا جاتا ہے؟

حسن: مجھے یہ تو معلوم نہیں کہ یہ ضروری ہے یا نہیں، البتہ جس سکول میں میں پانچ سال سے پڑھا رہا ہوں، وہاں بڑا پُرسکون ہوں اور میں کسی اور جگہ شفٹ نہیں ہونا چاہتا۔

استاد: کیا کوئی مرد بھی بالغ لڑکیوں کو پڑھانے میں مطمئن ہوتا ہے اور خوشی محسوس کرتا ہے؟

حسن: میں تو مطمئن ہوں۔

استاد: اللہ کے بندے! جتنی جلدی ہو سکے وہاں سے تبادلہ کروا لو۔

حسن: تبادلہ کروا لوں! ...... کیوں؟ میں کیوں تبادلہ کروا لوں؟

استاد: اس لیے کہ مرد کا بالغ لڑکیوں کو پڑھانا، اس میں کئی قسم کی قباحتیں ہیں۔

حسن: تعجب ہے آپ پر! اس میں کیا قباحتیں ہیں؟ آپ اس موضوع پر مجھ سے مناظرہ کر لیں۔ مولانا صاحب! تدریس بڑا عمدہ شعبہ ہے، شوقی نے اس کے بارے میں کیا خوب کہا ہے:

''استاد کی تعظیم کرو اور اس کے احترام میں کھڑے ہو جاؤ، اس لیے کہ یہ عمدہ کام انبیا والا ہے۔''

میں تو قیامت تک اس بات کو تسلیم نہیں کروں گا کہ مردوں کا لڑکیوں کو پڑھانا کوئی جرم ہے یا قابلِ مذمت فعل ہے، آپ کے نزدیک اس میں جو قباحتیں ہیں وہ بیان کریں۔

استاد: لڑکیوں کے سکول میں مرد استاد کا پڑھانا بڑا معیوب لگتا ہے، کیونکہ یہ شرم و حیا اور عفت و پاکدامنی کے منافی ہے۔ بندے کے ایمان کی کیفیت اس وقت کیا ہوتی ہوگی، جب وہ تنگ لباس اور زیب و زینت سے آراستہ بچیوں کو اپنے سامنے بیٹھے دیکھتا ہوگا۔ پھر دورانِ تدریس تم بچیوں کو سبق سمجھاتے ہوئے کیسے یہ کہہ سکتے ہو کہ میری طرف دیکھو، میری طرف توجہ کرو، میری بات سنو، تم کیسے کسی طالبہ کو مخاطب کر کے یہ کہہ سکتے ہو کہ کیا تمھیں سبق یاد ہے؟ کیسے تم نظریں اٹھا کر ان کی طرف دیکھ سکتے ہو، جب کہ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو حکم دیا ہے:

﴿ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ ﴾ [النور: 30]

''مومن مردوں سے کہہ دے اپنی کچھ نگاہیں نیچی رکھیں۔''

اور کیسے لڑکیاں نظریں اٹھا کر تمھاری طرف دیکھ سکتی ہیں، جب کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو حکم دیا ہے:

﴿ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ ﴾ [النور: 31]

''اور مومن عورتوں سے کہہ دے اپنی کچھ نگاہیں نیچی رکھیں۔''

اگر تم اور وہ ان احکام کی اتباع نہیں کرتے تو گویا تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر رہے ہو۔ کیا یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محاذ آرائی نہیں ہے؟

یہ حدیث غور سے سنو اور اپنے فعل پر نظرِ ثانی کرو۔ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے نبی مکرم ﷺ سے اچانک (عورت پر) نظر پڑ جانے کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِصْرِفْ بَصَرَكَ)) [1] ''اپنی نظر فوراً دوسری طرف کر لو۔''

یعنی اگر کبھی اچانک کسی غیر محرم پر نظر پڑ جائے تو فوراً اپنی نظر پھیر لو، کیونکہ پہلی نظر تو معاف ہے، لیکن دوسری نظر معاف نہیں ہے، بلکہ یہ حرام ہے۔ غور کرو! اگر غیر ارادی اور اچانک نظر پر اتنا سخت حکم ہے تو جان بوجھ کر کسی غیر محرم کی طرف دیکھنے کی کتنی سختی ہوگی؟ اس کے علاوہ تمام علما کا اتفاق ہے کہ غیر محرم عورت کی طرف بلا ضرورت دیکھنا ناجائز اور حرام ہے۔

حسن: تعلیم سے بڑی ضرورت اور کیا ہو سکتی ہے؟

استاد: آپ ضرورت کا غلط مفہوم مراد لے رہے ہیں۔

حسن: کیسے؟

استاد: اس لیے کہ تمام علما کے نزدیک عورتوں کا دنیاوی تعلیم حاصل کرنا واجب نہیں، بلکہ جائز اور مستحب ہے۔ خصوصاً آج کے دور میں ہم اسے

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث [2159]

فرض کفایہ سے زیادہ نہیں کہہ سکتے۔ اگر واجب یا فرض عین ہوتا تو ہم لازمی اسے ضرورت مان لیتے۔ اللہ تعالیٰ نے تو اس قدر احتیاط کا حکم دیا ہے کہ فرمایا:

﴿ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ﴾

[الأحزاب: 53]

''اور جب تم ان سے کوئی سامان مانگو تو ان سے پردے کے پیچھے سے مانگو۔''

حسن: مولانا! آپ کی سوچ اور ہماری سوچ میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

استاد: کس طرح؟

حسن: آپ ایسے آدمی کی بات کر رہے ہیں، جس کی نیت میں فتور، دل میں بیماری اور ذہن میں گندگی ہو، لیکن اللہ کا شکر ہے، میرا دل ہر قسم کی کجی سے پاک اور میرے ارادے نیک ہیں۔ میری آنکھوں میں خیانت نہیں ہے۔ یہ بچیاں مجھے اپنی بیٹیوں کی طرح عزیز ہیں۔

استاد: یہ محض آپ کا مغالطہ ہے۔

حسن: کیسے؟

استاد: اس لیے کہ جن لوگوں پر اس آیت کا نزول ہوا تھا، ہم ان کے جوتوں کے تسمے کے برابر بھی نہیں ہیں۔ میری مراد حضرت ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی، جن سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں، حضرت علی، حضرت عائشہ، حضرت فاطمہ، حضرت اسماء اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہم وغیرہ ایسے لوگ ہیں، جن کی نیکی، تقویٰ، پاکیزگی اور پاکدامنی کے بارے میں خود اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَ قُلُوْبِهِنَّ ﴾ [الأحزاب: 53]

''یہ تمھارے دلوں اور ان کے دلوں کے لیے زیادہ پاکیزہ ہے۔''

کیا میرا اور تیرا دل ان لوگوں کے دلوں سے زیادہ پاکیزہ ہے؟ اگر صحابہ

کرام نے اپنی عمدہ صفات، خصائل اور دل کی طہارت کے باوجود ان احکام پر عمل کیا ہے تو پھر میری اور آپ کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے، جب کہ ہمارے نہ دل ان جیسے، نہ ارادے ان جیسے اور نہ نیت میں خلوص ان جیسا؟ آج ہمارے دل و دماغ تو خواہشات سے اٹے پڑے ہیں۔ اس کے علاوہ اگر ہم شرعی پہلو سے ہٹ کر لڑکیوں کی تدریس کے ٹیچر کی شخصیت پر پڑنے والے مضر اثرات کا جائزہ لیں تو ہمارا سر شرم سے جھک جاتا ہے۔

حسن: کیا مطلب؟

استاد: مطلب یہ ہے کہ ایسی صورت میں بسا اوقات بعض لڑکیاں استاد کو بھانے لگتی ہیں، اچھی لگنا شروع ہو جاتی ہیں اور وہ ان کو غلط نظر سے دیکھنا شروع کر دیتا ہے۔ اسی طرح بعض استاد لڑکیوں کو بھانے لگتے ہیں اور لڑکیاں انھیں استاد سے بڑھ کر کچھ اور سمجھنا شروع کر دیتی ہیں، بالآخر معاملات عشق و محبت تک پہنچ جاتے ہیں اور یہ کوئی انوکھی اور نئی بات نہیں۔ بے شمار اپنی پاکدامنی کا دعویٰ کرنے والے اس میں بری طرح پھنس جاتے ہیں۔

حسن: ایسی گھٹیا اور گندی سوچ والے مدرس اور طالبہ سے اللہ کی پناہ، کیا یہ حقیقت ہے؟

استاد: ہاں، ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ ہمارے ایک مفتی صاحب کے پاس سوال کی صورت میں ایک واقعہ سامنے آیا۔ ایک لڑکی نے اپنے سوال میں لکھا کہ ہم چند طالبات نے مل کر ریاضی کی ٹیوشن پڑھنے کا ارادہ کیا، اس سلسلے میں ہم نے ایک اکیڈمی کا انتخاب کیا اور وہاں ایک مرد ٹیچر کے پاس باقاعدہ سبق کا آغاز کر دیا۔ پندرہ، بیس دن بعد ایک ایک کر کے تمام

طالبات چھوڑ گئیں اور میں اکیلی رہ گئی۔ اس صورتِ حال سے پریشان ہو کر ایک دن میں نے بھی اکیڈمی چھوڑنے کا ارادہ کر لیا اور مدرس کے سامنے اپنی نیت کا اظہار کر دیا، اس نے جواب دیا: تم دوسروں کی پروا نہ کرو، تمھیں اپنے سبق کی فکر ہونی چاہیے، لہٰذا تم ٹیوشن جاری رکھو، میں تمھیں پڑھاؤں گا۔ چنانچہ میں نے اپنا ارادہ بدل لیا اور دوبارہ سبق کا آغاز کر دیا۔ اب کمرے میں میرے اور اس کے علاوہ کوئی اور نہ ہوتا تھا، بہت جلد ایسا وقت بھی آ گیا کہ ہم سبق کے بجائے ادھر ادھر کی باتوں کو زیادہ ٹائم دینے لگے۔ چند ہی دنوں بعد ہمارا عشق و محبت کا کھیل شروع ہو گیا اور ہم ایک دوسرے پر فریفتہ ہو گئے۔ اب یہ کمرہ سٹڈی روم سے بڑھ کر فحاشی، عریانی اور بیہودگی والی حرکات کا منظر پیش کرنے لگا۔ ہم آپس میں کھیل کود اور ہر قسم کی غلط حرکت کرنے لگے۔ میں سوائے فحاشی کی آخری حد (زنا) کے اس کی ہر بات پہ لبیک کہتی چلی گئی۔

حسن صاحب! ٹیوشن کے نام پر یہ بدترین کھیل تین مہینوں تک چلتا رہا۔ بالآخر اس لڑکی کو اپنی عزت کا احساس ہوا اور اس نے وہاں آنا جانا چھوڑ دیا۔ آئے روز ایسے واقعات اخبارات میں پڑھنے کو ملتے ہیں اور جو منظر عام پر نہیں آتے ان کی تعداد پتا نہیں کتنی ہوگی۔ کالج، یونیورسٹی اور اکیڈمی کی سطح پر ہونے والی فحاشی، عریانی اب کسی سے مخفی نہیں رہی۔ ارے بھائی! یہ ضرورت نہیں، بلکہ یہ تو معاشرے میں فساد کا گڑھ اور اخلاقی قدروں کی پامالی ہے۔ کیا تم جانتے ہو کہ مخلوط تعلیم کے دعوے دار کیا کہتے ہیں؟

حسن: وہ کیا کہتے ہیں؟

استاد: ان کا کہنا ہے کہ مخلوط تعلیم سے کالج، یونیورسٹی کا ماحول اعلا ہوتا ہے،

تعلیم کا معیار بہتر ہوتا ہے، حالانکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ یونیورسٹیوں میں پڑھنے والے طلبہ و طالبات علم سے کورے، اخلاق سے عاری اور شرم و حیا سے خالی ہوتے ہیں۔ ہر ایک کو اپنی شکل، صورت، خوبصورتی، لباس، گرل فرینڈ اور بوائے فرینڈ کی فکر ہوتی ہے، ان میں علم کا رتی برابر بھی شوق نہیں ہوتا۔

ایک رسالے کی رپورٹ کے مطابق یونیورسٹیوں میں مخلوط تعلیم نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کا محبوب مشغلہ بن چکا ہے۔ جامعات میں مخلوط تعلیم کے ماحول میں لڑکوں اور لڑکیوں کا ایک دوسرے کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف رہنا، کتاب، کاپی وغیرہ کے بہانے عشقیہ پیغام رسانی، ٹیلی فون اور موبائل sms کا رجحان کسی سے ڈھکی چھپی بات نہیں۔ مرد و زن کا اختلاط گراوٹ اور پستی کی آخری حدوں کو چھو رہا ہے۔

کتنے افسوس کی بات ہے کہ مغرب کی اندھی تقلید میں ہم ان کے تہذیب و تمدن اور ثقافت کو فروغ دے رہے ہیں، جب کہ خود مغرب اپنی گندی اور بیہودہ تہذیب کی وجہ سے فروغ پانے والی جنسی بے راہ روی اور آوارگی سے بے حد پریشان اور اس سے واپسی کی راہ ڈھونڈ رہا ہے۔

حسن: یعنی مغرب اور یورپ اپنی اس بیہودہ آزادانہ ثقافت سے چھٹکارا چاہتا ہے؟

استاد: ہاں، اس لیے کہ مغرب نے اس کے نتائج اور نقصانات دیکھ لیے ہیں اور ہمارے ہاں مغربی تہذیب کے علمبردار اپنے ذاتی مفاد کی خاطر یہ راگ آلاپ رہے ہیں۔ ان کو اس چیز کی کوئی پروا نہیں کہ معاشرہ کس طرف جا رہا ہے۔ نوجوان نسل تباہی کے دھانے پر کھڑی ہے۔ وہ یورپ کی مادی

ترقی سے بھی متاثر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

حسن صاحب! مخلوط تعلیم ہی کا نتیجہ ہے کہ کورٹ میرج میں اضافہ ہو رہا ہے، زنا اور مقدماتِ زنا کی روش بڑھ رہی ہے، بے پردگی اور غیر اسلامی لباس عام ہو رہا ہے۔تمھارے خیال میں یہ غلیظ اور گندھا کھیل جاری رہنا چاہیے یا رک جانا چاہیے؟

حسن: استاد صاحب! یہ نقصانات تو مخلوط نظام تعلیم کے ہیں نہ کہ مرد ٹیچر کے؟

استاد: حسن صاحب! مدرس خواہ کردار کا کتنا اچھا ہو، نیک سیرت ہو، لیکن یہ بھی تو حقیقت ہے کہ وہ لڑکیوں کی طرف نظر اٹھا کر دیکھے گا، ان سے مخاطب ہوگا وغیرہ، کسی شاعر کا قول ہے:

إِنَّ الرِّجَالَ النَّاظِرِينَ إِلَى النِّسَاءِ
مِثْلُ الْكِلَابِ تَطُوفُ بِاللُّحْمَانِ

''عورتوں کی طرف دیکھنے والے مرد ان کتوں کی طرح ہیں جو گوشت کے اردگرد گھومتے ہیں۔''

میری تو بس دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمھیں اس آگ میں جلنے سے بچائے اور اپنے حفظ و امان میں رکھے۔

حسن: آگ سے بچاؤ کی دعا؟ اس کا کیا مطلب؟ کیا میں آگ میں جل رہا ہوں؟

استاد: یعنی دنیا میں عشق و محبت کی آگ میں جلنا اور اگر توبہ نہ کی تو آخرت میں جہنم کی آگ میں جلنا۔ میری گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ مرد اساتذہ کا لڑکیوں کو پڑھانا مندرجہ ذیل دو وجوہات کی بنا پر حرام ہے:

① مرد مدرس اور طالبات کا اختلاط۔

④ نظر کا فتنہ، کیونکہ مدرس غیر محرم ہونے کی وجہ سے پابند ہے کہ وہ لڑکیوں کی طرف نہ دیکھے، بلکہ اپنی نگاہیں نیچی رکھے۔

حسن: قرآن و حدیث سن لینے کے بعد ہمیں کوئی اختیار نہیں رہتا کہ ہم اپنی مرضی کریں، ان شاء اللہ میں جلد اس سے چھٹکارا حاصل کروں گا۔

عاطف: استاد صاحب! حسن کا معاملہ تو بڑا آسان ہے، کیونکہ عنقریب اس کی پرموشن ہونے والی ہے اور یہ کسی اور جگہ شفٹ ہو جائے گا۔

استاد: اللہ تعالیٰ ہم سب کے معاملات آسان فرمائے اور ہمیں اپنی اطاعت کی توفیق دے۔

حسن: آمین، جزاك الله خيرا.

چھتیسواں باب

موسیقی کی تعلیم دینا

بحث و مباحثہ ابھی جاری تھا کہ قریب سے گانے بجانے اور موسیقی کی آواز آنے لگی۔

استاد: یہ گانے بجانے اور بانسری کی آواز کہاں سے آ رہی ہے؟

عاطف: استاد صاحب! سکول میں ایک پیریڈ موسیقی کی تعلیم کے لیے خاص کیا گیا ہے اور جب وہ پیریڈ شروع ہوتا ہے تو سکول کا دیگر عملہ بھی اس میں شریک ہو جاتا ہے، جس کی وجہ سے یہ اتنا شور و غوغا ہو رہا ہے۔

طلعت: استاد صاحب! ادھر ہمارے ہاں موسیقی کے سپیشلسٹ مدرس ہیثم صاحب ہیں۔

(عاطف نے موسیقی اور شور کی آواز پست رکھنے کے لیے استاد ہیثم کو آواز دی، ہیثم صاحب عاطف کی بات سننے کے لیے آئے)

ہیثم: السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

سب لوگ: وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

عبدالوہاب: یہ استاذ ہیثم صاحب آ گئے ہیں۔

ہیثم: خیریت ہے ناں؟

عاطف: آپ کے شور کی آواز ہم تک آ رہی ہے، ذرا آواز آہستہ رکھو۔

ہیثم: معذرت! ہم سالانہ تقریب کے سلسلے میں بچوں کو تیاری کروا رہے ہیں۔

استاد: عجیب بات!! سالانہ تقریب کے لیے موسیقی کی تیاری؟؟ کیا تقریب میں بچے شیطانی گیت گائیں گے؟؟؟

ہیثم: تو کیا اس میں کوئی حرج ہے؟

استاد: ہاں، دین میں موسیقی حرام ہے۔

ہیثم: آپ کو اللہ کے دین میں اپنی طرف سے بات کرنے کا حق نہیں ہے۔

استاد: آپ میری بات پر توجہ نہ دیں، لیکن موسیقی کے بارے میں دوسرے اہلِ علم کے خیالات ہی غور سے سن لیں۔

ہیثم: اس وقت میرے پیریڈ کا وقت ہے، البتہ اگلا پیریڈ خالی ہے، لہٰذا میں پانچ منٹ بعد آتا ہوں (تھوڑی دیر بعد ہیثم صاحب دوبارہ آ گئے)

ہیثم: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

استاد: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، خوش آمدید۔

ہیثم: میں واپس اس لیے آیا ہوں، تاکہ موسیقی کے بارے میں اہلِ علم کے نظریات جان سکوں۔

استاد: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ يَتَّخِذَهَا هُزُوًا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾

[لقمان: 6]

”اور لوگوں میں سے بعض وہ ہے جو غافل کرنے والی بات خریدتا ہے، تاکہ جانے بغیر اللہ کے راستے سے گمراہ کرے اور اسے مذاق بنائے۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔“

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ﴿لَهْوَ الْحَدِيْثِ﴾ سے مراد "گانا بجانا" ہے۔[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« لَيَكُوْنَنَّ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّوْنَ الْحِرَ وَالْحَرِيْرَ وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ »[2]

"ایک وقت ایسا آئے گا کہ میری امت کے کچھ لوگ زنا، ریشم، شراب اور موسیقی کو حلال کر لیں گے۔"

اس حدیث مبارک میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول: « يَسْتَحِلُّوْنَ » اس بات کی دلیل ہے کہ موسیقی حرام ہے، جسے وہ لوگ اپنی طرف سے حلال ٹھہرا لیں گے۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« لَيَكُوْنَنَّ فِي هٰذِهِ الْأُمَّةِ خَسْفٌ وَقَذْفٌ وَ مَسْخٌ، وَذٰلِكَ إِذَا شَرِبُوْا الْخُمُوْرَ وَاتَّخَذُوْا الْقَيْنَاتِ وَضَرَبُوْا الْمَعَازِفَ »[3]

"ایک وقت ایسا آئے گا کہ میری امت کے لوگ (زمین میں) دھنسا دیے جائیں گے، ان پر پتھر برسائے جائیں گے اور ان کی شکلیں مسخ کی جائیں گی، ایسا اس وقت ہوگا جب وہ شراب پییں گے، گلوکار عورتیں رکھیں گے اور آلاتِ موسیقی کو استعمال میں لائیں گے۔"

ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ساز، گانا بجانا اور میوزک کی آواز

---

[1] تفسیر ابن کثیر [441/3]

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث [5590]

[3] سنن الترمذي، رقم الحديث [2212] صححه الألباني فی الصحيحة [2203]

غلیظ اور گندی ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''تمام آلاتِ موسیقی جیسے، ڈھول، گھنٹی، گھٹار، دف، سارنگی اور تبلہ وغیرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی وجہ سے حرام ہیں، کیوں کہ ان میں ساز اور میوزک کی آواز ہوتی ہے۔ آج کے دور میں تیار ہونے والے نئے آلاتِ موسیقی میں پرانوں کی بہ نسبت زیادہ ساز اور تاثیر پائی جاتی ہے۔ بعض لوگ تو یہاں تک کہتے ہیں کہ موسیقی کا نشہ شراب کے نشے سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔''

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس میں کوئی شک نہیں کہ جیسے جیسے موسیقی کا ساز، آواز، ڈھول کی تھاپ، گیت کے عشقیہ الفاظ، فریفتہ کرنے والی غزل اور رزمیہ اشعار میں تیزی آتی ہے، ویسے ہی اس کی حرمت اور گناہ میں اضافہ ہوتا ہے۔''

بعض علما فرماتے ہیں کہ موسیقی زنا کا راستہ ہموار کرتی ہے اور اس سے دل میں نفاق پیدا ہوتا ہے۔ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ آج کل ہمارے سکولوں اور کالجوں میں اس قبیح فعل کی تعلیم دی جا رہی ہے اور اپنی نئی نسل کو تباہ کیا جا رہا ہے، ان کے دلوں اور عقلوں کو فحاشی کی طرف دھکیلا جا رہا ہے۔

ہیثم: استاد صاحب! یہ ایک فن ہے اور اس کے باقاعدہ اصول وضوابط ہیں۔

استاد: اے کمزور ایمان والو! شیطان نے تمھیں کس دھوکے میں مبتلا کر دیا ہے اور تمھاری عقلوں پر پردہ ڈال دیا ہے کہ تم مختلف حیلوں بہانوں سے منافقانہ اور فحاشی والے عمل کو جائز قرار دینے کی تگ و دو کر رہے ہو؟ برا ہو

ان استعماری قوتوں کا جو اپنی تہذیب کو پروان چڑھانے کے لیے اپنا ایجنڈا مسلمان بچوں پر مسلط کر رہے ہیں، موسیقی کو فروغ دینے کے لیے کبھی اسے فن اور کبھی روح کی غذا قرار دے رہے ہیں۔

ارے مسلمانو! یاد رکھو! موسیقی شیطانی کھیل ہے۔ اسلام کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں۔ گانے بجانے اور موسیقی کے حرام ہونے پر امت کے تمام علما کا اتفاق ہے، بلکہ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص کثرت کے ساتھ موسیقی والا عمل کرتا ہے وہ بے وقوف ہے اور ایسے آدمی کی گواہی قبول نہیں کرنی چاہیے۔

اللہ کے بندے! جب ہر طرف سے اس کی حرمت کے فتوے آ رہے ہیں تو اب تمھارے پاس اس کی تدریس کا کیا جواز باقی رہ جاتا ہے اور اس حرام کام کے عوض تم جو تنخواہ لے رہے ہو۔ وہ بھی حرام ہے، یعنی تمھارا رزق بھی پاکیزہ نہیں ہے، اس لیے اللہ سے توبہ کرو اور یہ ملازمت ترک کر کے کوئی نئی ملازمت تلاش کرو۔

ہیثم: یعنی موسیقی اور گانے بجانے کا کام کلی طور پر حرام ہے؟

استاد: ہاں میں نے تو اس کی حرمت کے تمام دلائل پیش کر دیے ہیں۔

ہیثم: اس کا حل کیا ہے؟

استاد: اس کا حل یہی ہے کہ تم فوراً اس کام کو چھوڑ دو اور کوئی دوسرا حلال کام کرو۔

ہیثم: استاد صاحب! میں اللہ سے توبہ کرتا ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ اس کام کو چھوڑ دوں گا۔

استاد: اللہ تعالیٰ ہم سب کو حلال روزی عطا فرمائے۔

ہیثم: آمین، اللہ آپ کو جزا عطا فرمائے۔

دفاتر کے ملازمین میں پائی جانے والی حرام چیزوں پر دورے کا خلاصہ

استاد صاحب عاطف کی طرف دیکھتے ہوئے بولے:

استاد: آج ہم نے تمھارا کافی وقت لیا ہے، اللہ آپ کو جزا دے کہ آپ ہمارے کام آئے ہیں۔

عاطف: استاد صاحب! آپ سے ملاقات ہمارے لیے باعثِ سعادت ہے، آپ نے جس طرح کی عمدہ وعظ ونصیحت فرمائی ہے، دل چاہتا ہے کہ آپ سے ہمیشہ ایسی ملاقاتیں ہوتی رہیں۔

استاد: آپ لوگوں نے ہماری بہت عزت افزائی فرمائی، ہم آپ کے لیے دعا ہی کر سکتے ہیں، ہم اس مجلس میں کافی دیر سے بیٹھے ہوئے ہیں اور ہم نے بے شمار باتیں کی ہیں۔ میرا خیال ہے کہ جو باتیں ہم نے کی ہے ہمیں ایک دفعہ ان کا اعادہ کر لینا چاہیے۔

عمار: استاد صاحب! آج آپ نے مندرجہ ذیل سات چیزوں کا حکم بیان کیا ہے:

1. کام کے عوض رشوت لینا حرام ہے۔
2. ڈیوٹی پوری نہ کرنا بھی حرام ہے۔
3. جھوٹی گواہی دینا، یعنی ناجائز کسی کی حاضری لگانا۔

۴ بلا وجہ درخواست لکھ کر رخصت لینا۔

۵ طالب علموں کو سکول اوقات کے علاوہ ٹیوشن پڑھنے پر مجبور کرنا۔

۶ مردوں کا لڑکیوں کے سکولوں میں تعلیم دینا۔

۷ موسیقی کی تعلیم دینا۔

استاد: الحمد للّٰہ علی ذلك.

٢

کسانوں کے ہاں پائے جانے والے کچھ حرام کام

استاد: عمار! میرا خیال ہے گھر واپس جاتے ہوئے راستے سے سبزی لے جاتے ہیں۔ یہاں قریب ہی میرے ایک کسان دوست کا ڈیرا ہے اور یقیناً اس وقت وہ وہاں کھیتوں میں کام کر رہا ہوگا۔

عمار: جیسے آپ کا حکم ہے۔

(استاد اور شاگرد اپنے دوست کسان کے ڈیرے کی طرف روانہ ہوئے، وہاں پر عطیہ صاحب کھیتوں میں کام میں مصروف تھے)

استاد: السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ عطیہ صاحب!

عطیہ: وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ وبرکاتہ، عطیہ استاد صالح کی آمد دیکھ کر بہت خوش ہوا، خوش آمدید۔

استاد: ہم آپ کا حال دریافت کرنے اور آپ کے کھیتوں سے تازہ سبزیاں لینے آئے ہیں۔

عطیہ: خوش آمدید، آیئے تشریف رکھیے۔

استاد: ہم ذرا جلدی میں ہیں۔ اگر آپ کے پاس ٹائم ہے تو ہمیں سبزی توڑ دو۔

عطیہ: اب دوپہر کا کھانا کھائے بغیر تو آپ نہیں جا سکیں گے۔

(عطیہ کا گھر وہیں تھا، وہ جلدی سے بیٹھک کا دروازہ کھولنا چاہتا تھا، لیکن استاد صاحب نے اسے منع کر دیا، چنانچہ اس نے گھر میں چائے بنانے کا حکم دیا)

استاد: کمرے میں بیٹھنے کے بجائے کھلی فضا میں بیٹھنا صحت کے لیے زیادہ مفید ہے۔

(عطیہ نے وہیں کھیتوں میں درختوں کے نیچے چٹائی بچھائی اور سب لوگ وہاں بیٹھ کر چائے پینے لگے)

سینتیسواں باب

راستے کی جگہ اپنی زمین میں شامل کرنے کا بیان

استاد، شاگرد اور عطیہ چائے پی رہے تھے کہ قریب سے حاجی فرید ابو جمعہ کا گزر ہوا، جو اپنی زمین میں گھوم پھر رہا تھا۔ ابو جمعہ کی نظر استاد صاحب پر پڑی تو دوڑ کر ان کی طرف گیا، استاد صاحب نے کھڑے ہو کر ابو جمعہ سے معانقہ کیا اور ایک دوسرے کا حال دریافت کیا۔ ادھر کھڑے کھڑے استاد صاحب نے ابو جمعہ کی زمین میں ایک بڑی عجیب چیز دیکھی۔

ابو جمعہ کی زمین کے پاس سے سڑک گزرتی تھی، اس نے سڑک کے کنارے پر درخت لگا رکھے تھے، جن کی وجہ سے سڑک کی جگہ بھی زمین میں شامل ہو رہی تھی اور گزرنے والوں کے لیے راستہ تنگ ہو رہا تھا۔

استاد صاحب نے ابو جمعہ سے اس کے بارے میں سوال کیا۔

استاد: ابو جمعہ یہ کیا معاملہ ہے کہ تم نے سڑک کے کناروں کو کھود کر وہاں درخت لگا رکھے ہیں اور ان کو اپنی ملکیت میں شامل کیا ہوا ہے، جیسے یہ تمھاری ذاتی زمین ہے؟

ابو جمعہ: استاد صاحب ہمارے پاس زمین تھوڑی ہے اور گھر کے اخراجات بہت زیادہ ہیں۔ ہم نے اس طریقے سے اپنی زمین کو تھوڑا سا وسیع کیا ہوا ہے، ویسے ہم نے گزرنے والوں کے لیے راستہ چھوڑا ہوا ہے۔

استاد: اللہ تعالیٰ تیری عمر لمبی کرے! یہ راستہ تیری ملکیت تو نہیں ہے۔

ابو جمعہ: نہیں استاد صاحب! میرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ میں نے اتنا راستہ چھوڑا ہوا ہے، جس سے لوگ گزر سکیں، چونکہ یہ سڑک میری زمین کے سامنے سے گزرتی ہے، لہٰذا میں اس میں خود مختار ہوں۔

استاد: ابو جمعہ! تمھاری یہ سوچ غلط ہے، اس لیے کہ یہ سڑک گورنمنٹ کی ملکیت ہے اور اس نے گزرنے والوں کے لیے مقرر کی ہوئی ہے۔ تمھیں اس میں سے ایک انچ بھی اپنی زمین میں شامل کرنے کا اختیار نہیں ہے، اگر یہ سڑک اس جگہ پر نہ ہوتی تو پھر تم نے کیا کر لینا تھا؟

میں تمھیں شریعت کی رو سے بتاتا ہوں کہ راستوں کا کاٹنا اور دوسروں کی زمین کو ناجائز طور پر اپنی زمین میں شامل کرنا گناہِ کبیرہ ہے اور اس سے حاصل کی جانے والی کمائی حرام ہوتی ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایسے بندے کو آگ کی لگام پہنائیں گے۔

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

«مَنْ أَخَذَ شِبْراً مِّنَ الْأَرْضِ ظُلْمًا فَإِنَّهُ يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ سَبْعِ أَرْضِينَ»[1]

''جس شخص نے ایک بالشت کے برابر کسی کی زمین پر ظلم کے ساتھ قبضہ کیا تو اسے قیامت کے دن سات زمینوں کا طوق بنا کر پہنایا جائے گا۔''

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [3198]

«مَنْ أَخَذَ مِنَ الْأَرْضِ شَيْئًا بِغَيْرِ حَقِّهِ خُسِفَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلٰى سَبْعِ أَرْضِينَ»[1]

''جس شخص نے ناحق کسی زمین کا تھوڑا سا حصہ بھی لے لیا تو قیامت کے دن اسے سات زمینوں تک دھنسایا جائے گا۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ ظَلَمَ قَيْدَ شِبْرٍ مِنَ الْأَرْضِ طُوِّقَهُ مِنْ سَبْعِ أَرْضِينَ»[2]

''اگر کسی شخص نے ایک بالشت بھر زمین بھی کسی دوسرے کی ظلم سے لے لی تو (قیامت کے دن) سات زمینوں کا طوق اس کی گردن میں ڈالا جائے گا۔''

یہ احادیث ثابت کرتی ہیں کہ ناجائز اور ناحق کسی کی زمین پر قبضہ کرنے والا غاصب ہوتا ہے۔

عمار: شیخ صاحب! ہمارے کبار علما کا اس کے بارے میں کیا موقف ہے؟

استاد: علما فرماتے ہیں:

جب انسان کو اللہ کا خوف نہیں رہتا تو اس کے اندر ایک ایسی قوت اور طاقت آجاتی ہے جو حقیقت میں اس کے لیے وبالِ جان ہوتی ہے اور اسے ظلم پر ابھارتی ہے، جس سے وہ لوگوں کے مال ہڑپ کرتا ہے اور زمینوں پر قبضہ کرتا ہے۔

حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«أَيُّمَا رَجُلٍ ظَلَمَ شِبْرًا مِنَ الْأَرْضِ كَلَّفَهُ اللّٰهُ أَنْ يَحْفِرَهُ حَتّٰى يَبْلُغَ

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [2454]

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث [2453] صحيح مسلم، رقم الحديث [1612]

آخِرَ سَبْعِ أَرْضِينَ، ثُمَّ يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يُقْضٰى بَيْنَ النَّاسِ ﴾[1]

''جو آدمی ظلم سے ایک بالشت زمین پر قبضہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے مکلّف بنائیں گے کہ اسے ساتوں زمینوں تک کھودے، پھر قیامت کے دن اس زمین کا طوق اس کی گردن میں ڈالا جائے گا، یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے۔''

اسی طرح زمینوں کے نشانات اور حد بندی بدل ڈالنا بھی اسی زمرے میں آتا ہے۔ یعنی ہمسائے کی زمین یا سڑک وغیرہ کی حد بندی کے اصل نشانات کو بدل دینا اور ناجائز طور پر اس کا کچھ حصہ اپنی زمین میں شامل کر لینا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ غَيَّرَ مَنَارَ الْأَرْضِ ﴾[2]

''اللہ تعالیٰ ایسے شخص پر لعنت کرے جو زمین کے نشانات کو بدلنے والا ہے۔''

ابو جمعہ: استاد صاحب! میں نے عرض کی ہے کہ میری زمین تھوڑی ہے، اس لیے میں نے یہ کام کیا ہے۔

استاد: ابو جمعہ! اگر زمین تھوڑی ہو تو اسے حرام ذریعے سے زیادہ کرتے ہیں؟ تمھیں یہ علم بھی ہے کہ ایسا آدمی قیامت کے دن سات زمینوں کا مکلّف بنایا جائے گا، کیسے تم اتنا زیادہ بوجھ اٹھا لو گے؟ ایسا رزق حرام ہونے کے ساتھ ساتھ لعن طعن کا سبب بھی بنتا ہے۔ جو لوگ راستے کی تنگی کا شکار ہوں گے، یقیناً وہ ایسے آدمی کو برا بھلا کہیں گے، اس لیے اللہ سے ڈرو اور موت

[1] الطبراني، صححه الألباني في صحيح الجامع، رقم الحديث [2722]
[2] صحيح مسلم، رقم الحديث [1938]

سے پہلے اپنی زمین کو اصلی حالت میں لوٹا دو، خود بھی قیامت کے دن کی رسوائی سے بچو اور اپنی اولاد کو بھی حرام کی روزی سے بچاؤ۔

ابو جمعہ: یعنی یہ حرام ہے؟

استاد: تم خود غور کر لو، میں نے تو تمام دلائل تمھارے سامنے رکھ دیے ہیں۔

ابو جمعہ: تھوڑی سی بھی گنجایش نہیں ہے؟

استاد: اللہ تمھیں معاف کرے! تم کتنی عجیب بات کر رہے ہو، تھوڑا تھوڑا جمع ہو کر بہت ڈھیر بن جاتا ہے۔ میں تمھیں اسی نوعیت کا ایک قصہ سناتا ہوں:

''ایک کسان نے اپنا واقعہ بیان کیا کہ میں نے راستے کی پانچ میٹر جگہ اپنی زمین میں شامل کر لی۔ جب فصل بونے کا وقت آیا تو میں نے اس کی صفائی کی اور وہاں سے جڑی بوٹیاں ختم کر کے اس کو دوسری زمین کے برابر کیا۔ اچھی طرح صفائی کرنے کے بعد اس میں بھی اسی طرح کھیتی باڑی کی، جس طرح دوسری ساری زمین میں کی تھی، لیکن جب فصل تیار ہوئی تو اس قطعے میں کچھ بھی نہ اُگا تھا، جب کہ دوسری ساری زمین میں بہترین پیداوار ہوئی تھی۔ میں نے سوچا کہ شاید سڑک والے حصے میں بیج، کھاد اور پانی وغیرہ میں سے کسی چیز کی کمی رہ گئی ہو، چنانچہ آیندہ سال میں نے اس حصے پر خاص توجہ دی اور دوسری زمین سے زیادہ اس کی نگرانی کی، لیکن جب فصل تیار ہوئی تو اس دفعہ بھی اس میں ایک دانہ تو کیا گھاس تک بھی نہ اُگی تھی، ایسے محسوس ہو رہا تھا، جیسے اس حصے کو زیر زمین جلا دیا گیا ہے، جس کی وجہ سے اس میں پیداوار کی صلاحیت ہی نہیں ہے۔ یہ عمل پانچ سال تک جاری رہا، بالآخر مجھے ہوش آیا کہ یہ تو

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی وجہ سے ایک آزمایش تھی، چنانچہ میں نے اس حصے کو سڑک میں ملا دیا اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کی۔"

ابو جمعہ: اے اللہ! میں توبہ کرتا ہوں اور تجھے گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں اپنی زمین کو سڑک کی زمین سے الگ کرلوں گا، پس تو مجھے معاف فرما دے۔ استاد صاحب! اللہ آپ کو جزا دے، آپ نے وعظ و نصیحت کر کے مجھے اس ہلاکت سے بچالیا۔

استاد: اللہ تعالیٰ آپ کی زمین، مال اور اولاد میں برکت پیدا فرمائے، آؤ نمازِ ظہر کو چلیں۔

(نماز ادا کرنے کے بعد دوبارہ سب لوگ وہیں آ کر بیٹھ گئے)

اڑتیسواں باب

بیٹیوں کے حقوق پر ڈاکا ڈالنا

استاد، شاگرد، عطیہ اور ابو جمعہ نماز ظہر ادا کرنے کے بعد واپس اسی جگہ پر آ کر بیٹھ گئے اور مختلف موضوعات پر باتیں ہونے لگیں کہ دور حاضر میں لوگ دین سے کس قدر دور ہوتے جا رہے ہیں، اخلاقیات کا جنازہ نکل رہا ہے اور حقوق العباد کے معاملے میں مسلمان بہت کمزور واقع ہو رہے ہیں۔ عطیہ صاحب استاد صاحب کی میزبانی کر کے بہت خوش ہو رہے تھے، تازہ پھلوں کے ساتھ استاد صاحب کی ضیافت فرما رہے تھے، اسی دوران میں عطیہ کی بہن خدیجہ غصے میں دوڑتی ہوئی آئی، السلام علیکم کہنے کے بعد عطیہ سے مخاطب ہوئی۔

خدیجہ: آج میں استاد صاحب سے فیصلہ کراؤں گی۔

عطیہ: عطیہ شرمندگی اور بے چینی میں بولا، ام محمد اس موضوع پر کوئی بات نہ کرنا۔

خدیجہ: کیوں، اس موضوع پر بات کیوں نہ کروں؟ کیا میں اپنا حق بھی نہ لوں؟

عطیہ: سب کچھ تمھاری مرضی کے مطابق ہوگا، لیکن یہاں اس موضوع پر بات نہ کرو۔

خدیجہ: یہ سب تمھارے جھوٹے دعوے اور وقت گزاری کا ایک بہانہ ہے۔

استاد: اللہ تم دونوں کی حفاظت کرے، کیا معاملہ ہے؟

خدیجہ: استاد صاحب! عطیہ نے والدین کی جائیداد میں سے میرے حصے پر

قبضہ کیا ہوا ہے۔ میں کئی دفعہ اس سے مانگ چکی ہوں اور اپنے بڑوں سے بھی کہلوا چکی ہوں، لیکن یہ میرا حصہ دینے پر آمادہ نہیں ہو رہا، اس کا حق تھا کہ بڑا بھائی ہونے کے ناتے یہ مجھ سے شفقت سے پیش آتا، لیکن اس نے تو میرے لیے اپنے گھر کے دروازے بند کر لیے ہیں اور قطع تعلقی پر اتر آیا ہے۔ جب میں اس کے گھر آتی ہوں تو اس کے اہلِ خانہ مجھ سے حسنِ سلوک سے پیش نہیں آتے، جب کہ میرا خیال تھا کہ میرا خاوند غریب آدمی ہے اور میں اپنا حصہ لے کر اسے دوں گی، تاکہ وہ اپنا کاروبار کر کے ہماری پرورش کر سکے (خدیجہ بات کرتے ہوئے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی)۔

عطیہ: میں خود تنگ دستی کی زندگی گزار رہا ہوں، تمھیں کیسے حصہ دوں؟

(استاد صاحب نے خدیجہ کو تسلی دی اور کہا کہ تم گھر چلو، آرام کرو، کھانا وغیرہ کھاؤ، میں عطیہ سے بات کرتا ہوں)

استاد: عطیہ! اس غریب اور مسکین عورت پر ظلم کرتے ہوئے، اس کا حق کھاتے ہوئے تمھیں اللہ کا ڈر نہیں آتا؟ کیا تو اس ظلم و زیادتی کے انجام سے بے خبر ہے؟

تو نے اس کی امیدوں پر پانی پھیر کر، اس کو دکھی کر کے اس ظلم کو کیسے اپنے لیے حلال سمجھ لیا ہے؟ تو یہ کیوں نہیں چاہتا کہ تیری غریب بہن اور اس کا غریب شوہر تیرے باپ کی زمین سے فائدہ اٹھا لیں؟ اگر تیرے حالات بدل جائیں اور کل تیرے ساتھ بھی کوئی اس طرح کا سلوک کرے تو کیا تو اسے برداشت کر لے گا؟

اللہ کے بندے! وراثت میں سے حصہ لینا تو تیری بہن کا حق ہے اور

اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ فرض کردہ ہے، جس طرح تو اپنے باپ کا وارث ہے، اسی طرح وہ بھی وارث ہے، کون سا تو نے اسے اپنی طرف سے کچھ دینا ہے؟

اللہ اکبر! کس قدر جہالت ہے کہ لوگ بلا خوف وخطر اپنے کمزور بھائیوں، بہنوں اور بچوں کے حقوق پامال کر رہے ہیں۔ یہ صرف ظلم و زیادتی ہی نہیں، بلکہ یہ اپنے آپ کو اور اپنے بچوں کو جہنم کی آگ کھلانے کے مترادف ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَ سَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا﴾ [النساء: 10]

''بے شک جو لوگ یتیموں کے اموال ظلم سے کھاتے ہیں، وہ اپنے پیٹوں میں آگ کے سوا کچھ نہیں کھاتے اور عنقریب وہ بھڑکتی آگ میں داخل ہوں گے۔''

اس آیتِ مبارکہ میں ہر اس آدمی کے لیے شدید وعید ہے، جو یتیموں کے مال کو ناحق اور ناجائز ہڑپ کر لیتا ہے۔

بعض لوگ والدین کی وراثت میں سے بہنوں کا حصہ اس طرح مقرر کرتے ہیں، جسے اپنے قبضے میں لینے کے لیے بہنوں کو شدید مشکل سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

مثلاً بہنوں کے لیے زمین میں سے وہاں سے حصہ نکالا جاتا ہے، جو راستے سے دور ہو، کم قیمت ہو، کھیتی باڑی کے قابل نہ ہو، اسے کوئی کرائے یا ٹھیکے پر لینے والا نہ ہو، یا اس کا کوئی خریدار نہ ہو وغیرہ۔ یعنی بے وقعت اور ردی قسم کی زمین بہنوں کے لیے چھوڑ دی جاتی ہے یا مختلف جگہوں سے تھوڑی تھوڑی زمین ان کے لیے نکال دی جاتی ہے، پھر اسے مجبور کیا جاتا ہے کہ ساری زمین

بشمول میرا اور اپنا حصہ تم خرید لو یا مجھے بیچ دو، حالانکہ وہ ساری زمین خریدنے کے قابل نہیں ہوتی۔

بالآخر انتہائی کم نرخوں پر اس کا حصہ خرید لیا جاتا ہے اور پیسے دینے کے وقت اسے احسان جتایا جاتا ہے کہ ہم نے تیری شادی پر اتنا خرچ کیا تھا، میں نے تجھے وہ چیز لے کر دی تھی، یہ چیز لے کر دی تھی وغیرہ، میں نے فلاں موقع پر تم کو اتنا قرض دیا تھا، الغرض اب بچ بچا کر میرے ذمے تمھارے اتنے پیسے ہیں اور وہ پیسے بھی قسطوں کے ساتھ ادا کرنے کی وجہ سے اسے میراث کے فائدے سے محروم کیا جاتا ہے۔

افسوس صد افسوس! اپنے آپ کو مسلمان کہلوانے والو! ایسے مواقع پر تمھارا ایمان اور تمھارا اسلام کہاں دفن ہو جاتا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِيَ تَمُوْرُ﴾ [الملك: 16]

''کیا تم اس سے بے خوف ہو گئے ہو جو آسمان میں ہے کہ وہ تمھیں زمین میں دھنسا دے، تو اچانک وہ حرکت کرنے لگے؟''

یعنی کمزوروں پر ظلم و زیادتی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تمھیں زمین میں دھنسا دیں گے۔

جاہل اور نادان لوگ اسے اپنی ذہانت اور چالاکی سمجھتے ہیں، لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔ وہ اس جرم کے سبب اپنے لیے جہنم کی آگ تیار کر رہے ہیں۔ حق و باطل اور سچائی و جھوٹ کو خلط ملط کر دینا ذہانت نہیں، بلکہ یہ ظلم و زیادتی ہے اور قیامت کے دن اس کا بدلہ دینا ہوگا، جس دن انسان کے پاس

نیکیوں اور برائیوں کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔

عطیہ صاحب! تم پر لازم ہے کہ فوراً اپنے باپ کی تمام جائیداد میں سے شریعت کے مطابق پورا پورا حق اپنی بہن کو دو اور نبی ﷺ کی ایک حدیث بھی ذہن نشین کرلو۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« إِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ الْخَلْقَ، حَتّٰى إِذَا فَرَغَ مِنْ خَلْقِهِ قَامَتِ الرَّحِمُ، فَقَالَ: مَهُ؟ قَالَتْ: هٰذَا مَقَامُ الْعَائِذِ بِكَ مِنَ الْقَطِيعَةِ، قَالَ: نَعَمْ، أَمَا تَرْضِينَ أَنْ أَصِلَ مَنْ وَصَلَكِ، وَأَقْطَعَ مَنْ قَطَعَكِ؟ قَالَتْ: بَلٰى يَا رَبِّ! قَالَ: فَذٰلِكِ لَكِ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اِقْرَؤُوا إِنْ شِئْتُمْ »[1]

''اللہ تعالیٰ نے مخلوق پیدا کی، جب اس سے فارغ ہوئے تو رحم (کھڑا ہوا۔ اللہ نے فرمایا: کیا ہے؟ اس نے عرض کی کہ اس شخص کی جگہ ہے جو قطع رحمی سے تیری پناہ مانگے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں، کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ میں اسے جوڑوں گا، جو تجھے جوڑے گا اور میں اسے توڑوں گا جو تجھے توڑے گا؟ رحم نے کہا: کیوں نہیں، اے رب! اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ تیرے لیے ہے، اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو قرآن مجید کی یہ آیت مبارکہ پڑھ لو:

﴿ فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ ﴾ [محمد: 22,23]

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5641] صحيح مسلم، رقم الحديث [2554]

''پھر یقیناً تم قریب ہو اگر تم حاکم بن جاؤ کہ زمین میں فساد کرو اور اپنے رشتوں کو بالکل ہی قطع کر دو۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی۔ پس انھیں بہرا کر دیا اور ان کی آنکھیں اندھی کر دیں۔''

عطیہ میں تمھیں نصیحت کرتا ہوں کہ ندامت اور شرمندگی کا وقت (قیامت) آنے سے پہلے پہلے اپنی بہن کا حصہ ادا کر دو، اس کے حق پر ناجائز قبضہ تیرے لیے اور تیری اولاد کے لیے جہنم کی آگ ہے اور تمھیں اس کا حساب دینا پڑے گا۔

عطیہ: استاد صاحب! میں ابھی اپنی بہن کو بلاتا ہوں، آپ کتاب و سنت کے مطابق ہمارے درمیان گھر اور زمین کو تقسیم کر دیں۔

استاد صاحب عطیہ اور خدیجہ کے درمیان وراثت تقسیم کر رہے تھے کہ عطیہ کے بیٹے نے اس سارے معاملے کی خبر اپنی والدہ کو دے دی اور وہ چیختی چلاتی ہوئی ادھر آ گئی اور خدیجہ سے مخاطب ہوئی: ارے تم نے ہمارے گھر میں لڑائی ڈال دی ہے اور ہمیں تباہ و برباد کرنے آ گئی ہو؟

عطیہ: اپنی بیوی سے مخاطب ہوا اور کہا: اللہ کی بندی خاموش ہو جاؤ، پہلے ہی تمھاری وجہ سے میں بہت شرمندہ ہو چکا ہوں۔ گھر چلو اور جا کر کھانا تیار کرو، اس کے بعد عطیہ استاد کی طرف متوجہ ہوا۔ اللہ آپ کو جزا دے کہ آپ نے مجھے نصیحت فرمائی اور میں جس معاملے میں گناہ میں مبتلا تھا، آپ نے موت سے قبل مجھے اس سے آگاہ کیا اور گناہ والی زندگی سے نکلنے میں مدد فرمائی۔ اے میری بہن خدیجہ! تو بھی مجھے میری غلطی معاف کر دینا۔

اگر تم اپنا حصہ فروخت کرنا چاہتی ہو تو میں خریدنے کے لیے تیار ہوں،

اگر تم ٹھیکے پر دینا چاہتی ہو تو بھی میں حاضر ہوں۔ آئندہ میں ہمیشہ تم سے صلہ رحمی سے پیش آؤں گا اور کبھی مجھ سے قطع رحمی کی امید نہ رکھنا۔

خدیجہ: میں نے تمھیں معاف کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ بھی تمھیں معاف فرمائے، میری زمین ٹھیکے پر تمھارے پاس ہی رہے گی، البتہ میں گھر والا اپنا حصہ بطور ہدیہ تمھیں پیش کرتی ہوں۔

استاد: جزاك اللہ خیراً۔

انتالیسواں باب

بھنگ اور افیون وغیرہ نشہ آور چیزیں کاشت کرنا

استاد، عمار، عطیہ اور ابو جمعہ اسی جگہ پر بیٹھے وراثت میں سے خدیجہ کا حصہ متعین کر رہے تھے کہ عبدالخالق اور بھنسی بھی اس مجلس میں آ گئے، دونوں نے السلام علیکم کہا اور بیٹھ گئے۔ استاد صاحب وراثت کی تقسیم سے فارغ ہو کر عبدالخالق اور بھنسی کی طرف متوجہ ہوئے۔

استاد: معذرت! ہم ایک ضروری کام میں مشغول تھے، اس لیے آپ کی طرف توجہ نہیں کر سکے۔

ابو جمعہ: بھنسی بھائی! سناؤ کیس کا کیا بنا؟

بھنسی: اللہ کا شکر ہے اس سے بری ہو گیا ہوں۔ میں نے ایک بڑا تیز اور چالاک وکیل کیا تھا، اس نے بڑی مہارت کے ساتھ ایک دفعہ تو کیس سے بری کروا دیا ہے، البتہ اس نے فیس کافی زیادہ وصول کی ہے، لیکن مجھے پیسوں کی کوئی پروا نہیں ہے، کیوں کہ قید سے تو بہر حال یہ بہتر ہی ہے۔

استاد: بھنسی بھائی! خیر ہی کا کیس تھا؟

بھنسی: ہاں استاد صاحب خیر ہی کا تھا، بہت لمبا موضوع ہے، لیکن شکر ہے اللہ کا کہ ایک دفعہ جان چھوٹ گئی ہے۔

استاد: آخر معاملہ کیا تھا؟

عبدالخالق: استاد صاحب! بھنسی نے اپنی زمین میں بھنگ کاشت کی ہوئی تھی اور دوسری طرف ہمسائیوں کے ساتھ اس کا تنازع چل رہا تھا۔ انھوں نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وزارتِ انسداد منشیات کو شکایت درج کرا دی جس کی وجہ سے اس پر کیس ہو چکا تھا۔

استاد: أستغفر الله، لا حول ولا قوة إلا بالله. بھنسی! تمھارا ذہنی توازن تو ٹھیک ہے؟ کیا آپ جیسا نمازی آدمی بھی اتنا سنگین جرم کر سکتا ہے؟ افسوس!

بھنسی: استاد صاحب! کیا یہ حرام ہے؟

استاد: آج کے دور میں بعض کسان اپنے اللہ کو بالکل بھول چکے ہیں، کسی کو ڈر خوف نہیں ہے۔ ڈھٹائی کے ساتھ ہر کوئی حرام روزی کمانے میں مصروف ہے۔ سنو! حرام چیز کی کاشت اور خرید و فروخت وغیرہ ناجائز ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَعَنَ اللّٰهُ الْخَمْرَ وَشَارِبَهَا، وَسَاقِيَهَا، وَبَائِعَهَا، وَمُبْتَاعَهَا، وَعَاصِرَهَا، وَمُعْتَصِرَهَا، وَحَامِلَهَا، وَالْمَحْمُولَةَ إِلَيْهِ، وَآكِلَ ثَمَنِهَا»[1]

”اللہ تعالیٰ نے شراب، اس کے پینے والے، پلانے والے، بیچنے والے، خریدنے والے، نچوڑنے والے، نچڑوانے والے، اس کو اٹھانے والے اور جس کی طرف اٹھائی جا رہی ہو اور اس کی قیمت کھانے والے سب پر لعنت فرمائی ہے۔“

بھنگ اور افیون کی کاشت تو شراب کی خرید و فروخت سے زیادہ بڑا جرم

[1] صحیح. سنن أبي داود، رقم الحديث [3674] سنن ابن ماجه [3380]

بھنسی صاحب! تمھیں کیس سے بری ہونے پر اتنا خوش نہیں ہونا چاہیے، بلکہ یہ فکر کرنی چاہیے کہ اس جرم کی جو سزا اللہ تعالیٰ نے مقرر کی ہوئی ہے، وہ ابھی باقی ہے۔

بھنسی: استاد صاحب! ایسی چیزوں سے انسان بہت جلد مالدار بن جاتا ہے۔

استاد: حرام طریقے سے مال جمع کر کے تم کیا کرو گے؟؟

عبدالخالق: اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دنیا میں فائدہ پہنچا سکے گا۔

استاد: یاد رکھو! اس عارضی فائدے کے بعد ہمیشہ کے لیے جہنم کی آگ بھی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ہر وہ جسم جو حرام سے پرورش پایا آگ ہی اس کی حق دار ہے۔''

بھنسی: اتنی لمبی زندگی ہے، ابھی فائدہ اٹھا لیتے ہیں، بعد میں توبہ کر لیں گے۔

استاد: تجھے کیسے یقین ہے کہ تیری زندگی بہت لمبی ہے اور توبہ سے پہلے موت نہیں آئے گی؟ ارے بھائی! یہ باتیں کمزور ایمان کی علامت ہیں۔

ابو جمعہ: اللہ تیرا شکر ہے کہ تو نے ہمیں ایسی آزمایشوں سے بچا کر رکھا ہے۔ الحمد للہ۔

بھنسی: یہ شیطان کا وسوسہ اور لوگوں کا جھانسہ تھا کہ اس ذریعے سے آدمی بہت جلد مال دار بن جاتا ہے، لیکن الحمد للہ اب مجھے مسئلے کی سمجھ آ چکی ہے، لہٰذا آیندہ میں ایسا نہیں کروں گا۔

استاد: اللہ تعالیٰ ہمیں خیر و عافیت سے نوازے۔

ہے، ان چیزوں کو کاشت کرنے والا درحقیقت زمین میں فساد پھیلانے والا، اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے اعلان جنگ کرنے والا ہے اور ایسے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے عبرت ناک عذاب تیار کیا ہوا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ إِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ﴾ [المائدۃ: 33]

''ان لوگوں کی جزا جو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد کی کوشش کرتے ہیں، یہی ہے کہ انھیں بری طرح قتل کیا جائے، یا انھیں بری طرح سولی کی جائے، یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مختلف سمتوں سے بری طرح کاٹے جائیں، یا انھیں اس سر زمین سے نکال دیا جائے۔''

یہ دنیا کی سزا ہے اور آخرت کی سزا کا تو اندازہ ہی نہیں ہے۔

ایسی تمام نشہ آور چیزیں انسان کی صحت، دین، اخلاق اور معاشرے کے لیے باعثِ نقصان ہوتی ہیں، ان چیزوں کو فروغ دینے والے پر فساد فی الارض کا حکم ثابت ہو جاتا ہے اور ایسے آدمی کے لیے اللہ تعالیٰ نے سخت ترین وعید بیان فرمائی ہے:

﴿ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾ [المائدۃ: 33]

''یہ ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لیے آخرت میں بہت بڑا عذاب ہے۔''

چالیسواں باب

شراب تیار کرنے والی فیکٹریوں کو انگور فروخت کرنا

عطیہ: عبدالخالق! کل میں آپ کے انگوروں کے پاس سے گزرا تھا، ماشاء اللہ انگور پک چکے ہیں، لیکن آپ نے ابھی تک ان کو بیچنا شروع نہیں کیا؟

عبدالخالق: میرا خیال ہے کہ بار بار منڈی میں لے جانے سے بہتر ہے کہ ایک ہی دفعہ کسی فیکٹری میں فروخت کر دیے جائیں۔

استاد: کیا ایسا بھی ہوتا ہے کہ پھل کسی فیکٹری میں فروخت کر دیے جائیں؟ ہم نے تو ایسا کبھی نہیں سنا اور نہ دیکھا ہے۔

بھنسی: ہاں استاد صاحب! شراب بنانے والی فیکٹریاں انگور وغیرہ خرید لیتی ہیں۔

استاد: افسوس! ہمارے کسان کن گمراہ راستوں پر چل پڑے ہیں؟ زمینوں پر ناجائز قبضے کرنا، بہنوں کا حق ادا نہ کرنا، حرام چیزیں کاشت کرنا اور اب حد یہ کہ پھل ان فیکٹریوں میں فروخت ہونے لگا ہے، جو شراب تیار کرتی ہیں۔ جو چیز اللہ نے تمھیں رزق کے طور پر دی ہے، تم لوگ اسے شراب خانوں میں فروخت کر کے شراب بنانے والوں کے زمرے میں اپنے آپ کو شامل کر رہے ہو۔ کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث نہیں سنی:

«لَعَنَ اللّٰهُ الْخَمْرَ وَشَارِبَهَا، وَسَاقِيَهَا، وَبَائِعَهَا، وَمُبْتَاعَهَا،

وَعَاصِرَهَا، وَمُعْتَصِرَهَا، وَحَامِلَهَا، وَالْمَحْمُولَةَ إِلَيْهِ، وَآكِلَ ثَمَنِهَا»[1]

''اللہ تعالیٰ نے شراب، اس کے پینے والے، پلانے والے، بیچنے والے، خریدنے والے، نچوڑنے والے، نچڑوانے والے، اس کو اٹھانے والے اور جس کی طرف اٹھائی جا رہی ہو اور اس کی قیمت کھانے والے سب پر لعنت فرمائی ہے۔''

حرام ہونے کی وجہ سے یہ بیع باطل ہے، اس سے مال میں برکت نہیں رہتی اور ایسا آدمی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کر رہا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ﴾ [المائدة: 2]

''اور نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔''

اس آیت مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ نیکی اور تقوے کے کاموں میں تعاون نہ کرنا اور برائی اور گناہ کے کاموں میں تعاون کرنا اللہ تعالیٰ سے جنگ کرنے کے مترادف ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ﴾ [المجادلة: 5]

''بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں،

[1] **صحيح**. سنن أبي داود، رقم الحديث [3674] سنن ابن ماجه [3380]

وہ ذلیل کیے جائیں گے، جیسے وہ لوگ ذلیل کیے گئے جو ان سے پہلے تھے۔"

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اُولٰٓئِكَ فِي الْاَذَلِّيْنَ ﴾

[المجادلة: 20]

"بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں، وہی سب سے زیادہ ذلیل ہونے والوں میں سے ہیں۔"

عبدالخالق صاحب! آپ فیکٹریوں کو انگور میں فروخت کر کے شراب بنانے کے عمل میں برابر کے شریک ہیں، یہ بہت بڑا جرم ہے، لہٰذا فوراً اللہ سے توبہ کریں اور اس فعل سے رک جائیں۔

عبدالخالق: استاد صاحب! یعنی یہ حرام ہے؟

استاد: کیا اتنی سی بات کافی نہیں کہ شراب بیچنے والے پر اللہ کی لعنت ہے اور تم اس میں حصے دار ہو؟

عبدالخالق: پھر تو ہم آیندہ سے منڈی ہی میں فروخت کریں گے۔

استاد: اللہ تمھارے مال میں برکت پیدا فرمائے۔

اکتالیسواں باب

جفتی کے لیے سانڈ کرائے پر دینا

ابو جمعہ: بھنسی صاحب! کیا آپ کا بیل حویلی میں ہے؟

بھنسی: ہاں، حویلی میں فلاں جگہ پر باندھا ہوا ہے۔

ابو جمعہ: ہم نے گائے لگوانی ہے۔

بھنسی: جب چاہے لگوا لینا۔

ابو جمعہ: بھنسی یار! کل میں گائے فلاں بوڑھے کی حویلی میں لے کر گیا تھا، اس نے مجھ سے دس درہم مانگے تھے۔

بھنسی: یہ تو ظلم ہے، معاملات میں لوگ دوسروں پر ذرا ترس نہیں کھاتے، استاد صاحب! اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

استاد: کس چیز کے بارے میں؟

ابو جمعہ: ہم لوگ جب جانوروں کو حاملہ کرواتے ہیں تو سانڈ کے مالک اس کی بھاری قیمت وصول کرتے ہیں۔

استاد: کیا واقعی اس کے پیسے وصول کیے جاتے ہیں؟

بھنسی: ہاں، تو کیا اس میں کوئی حرج ہے؟

استاد: ہاں، یہ حرام اور فاسد بیع ہے، اصطلاح میں اسے ”بَیْعُ عَسَبِ الْفَحْلِ“ (سانڈ کی جفتی فروخت کرنا) کہتے ہیں۔

بھنسی: استاد صاحب! کیا ہر چیز حرام ہے؟ جن چیزوں کو ہم اپنے آبا و اجداد سے دیکھتے چلے آرہے ہیں، آپ ان کو حرام قرار دے رہے ہیں؟ ہم نے آج تک ان کی حرمت کے بارے نہیں سنا۔ آپ کے پاس سانڈ کی کمائی کے حرام ہونے کی کیا دلیل ہے؟

استاد: اللہ کے بندے میں اپنی طرف سے حرام قرار نہیں دے رہا، بلکہ شریعت نے اسے حرام ٹھہرایا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

« نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ عَسَبِ الْفَحْلِ »[1]

"رسول اللہ ﷺ نے نر کی جفتی پر اجرت لینے سے منع فرمایا ہے۔"

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

« نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ بَيْعِ ضِرَابِ الْجَمَلِ »[2]

"رسول اللہ ﷺ نے نر اونٹ کو، مادہ کو ملانے کی اجرت سے منع فرمایا۔"

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

« نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ بَيْعِ الْمَلَاقِيْحِ »[3]

"رسول اللہ ﷺ نے جو چیز اونٹوں کے پیٹ میں ہے، اس کی بیع سے منع فرمایا ہے۔"

امام ابن منذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"علما کا اتفاق ہے کہ جانوروں کی جفتی پر قیمت وصول کرنا بیع فاسد ہے۔"[4]

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [2284]

[2] صحيح مسلم، رقم الحديث [1565]

[3] صحيح الجامع، رقم الحديث [6937]

[4] الإجماع [ص: 474]

مندرجہ بالا دلائل کے علاوہ کچھ اور بھی چیزیں ہیں، جو اس بیع کے فاسد ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

بھنسی: وہ کونسی چیزیں ہیں؟

استاد: ① یہ دھوکے کی بیع ہے، یعنی بندے کو اس بات کا کلی یقین نہیں ہوتا کہ اس کی گائے اس بیل سے حاملہ ہوئی ہے یا نہیں؟

② یہ غیر معروف یعنی مجہول چیز کی بیع ہے۔

③ اس سارے معاملے کا انحصار سانڈ پر ہوتا ہے، جس کی وجہ سے بسا اوقات گائے بار بار حاملہ کروانی پڑتی ہے، لہٰذا پہلی دفعہ جب گائے حاملہ ہوئی ہی نہیں تھی تو کرایہ یا اجرت کس چیز کی دی گئی تھی؟

ابو جمعہ: یہ تو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ہمیں گائے کو بار بار بیل کے پاس لے جانا پڑتا ہے۔

استاد: کسی بھی سودے کی درستی کے لیے اس میں تین شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے:

① اس میں دھوکا نہ ہو۔

② اس میں جہالت یعنی پوشیدگی نہ ہو۔

③ سودے پر مکمل ملکیت ہو، جب کہ اس بیع میں یہ تینوں شرطیں مفقود ہیں۔

بھنسی: استاد صاحب! ہم بیل کو باقی مویشیوں سے زیادہ خوراک ڈالتے ہیں، تاکہ اس کی طاقت برقرار رہ سکے، اسی وجہ سے ہم اس کا کرایہ وصول کرتے ہیں؟

استاد: یہ اعتراض لغو ہے، اس لیے کہ خوراک تم نے ہر صورت میں ڈالنی ہوتی ہے، خواہ وہ جفتی کا کام کرے یا نہ کرے۔

بھنسی: اگر اجرت لینا حرام ہے تو آیندہ سے میں اپنا بیل کسی کو استعمال نہیں کرنے دوں گا، کیونکہ اس سے بہر حال کمزوری تو واقع ہوتی ہے۔

استاد: ارے بھائی! آپ صدقہ اور نیکی سمجھ کر یہ کام کیوں نہیں کرتے؟ کیونکہ صدقے کی ترغیب میں بے شمار دلائل ملتے ہیں۔

بھنسی: ہاں، ایسا میں کر سکتا ہوں، لیکن ایک مسئلہ ہے۔

استاد: کیا مسئلہ ہے؟

بھنسی: بعض دفعہ لوگ ہمارے مانگے بغیر اپنی مرضی سے اجرت دے دیتے ہیں، اگر ہم نہ لیں تو وہ اصرار کرتے ہیں۔ کیا ایسی صورت میں وہ اجرت جائز ہوگی؟

استاد: ایسی صورت میں یہ اجرت نہیں ہوگی، بلکہ یہ ایک نیکی ہوگی اور اسے لینے میں کوئی حرج نہیں۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بنی کلاب کا ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے سانڈ سے جفتی پر اجرت کے بارے میں سوال کیا:

«فَنَهَاهُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ إِنَّا نُكْرَمُ عَلٰى ذٰلِكَ فَرَخَّصَ لَهُ فِي الْكَرَامَةِ» [1]

"تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے منع کر دیا، اس نے عرض کی کہ اس پر بہ طورِ عزت افزائی ہمیں کچھ دیا جاتا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: ایسی صورت میں رخصت ہے۔"

یعنی اگر مونث جانور کا مالک مذکر جانور کے مالک کو ہدیتاً کوئی پیسے وغیرہ دیتا ہے تو یہ اجرت نہیں ہوگی، بلکہ ہدیہ ہوگا اور یہ جائز ہے، البتہ اس میں بھی دو شرطیں ہیں:

① مذکر جانور کا مالک اجرت کا سوال نہ کرے۔

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث [1274] سنن النسائي، رقم الحديث [4686]

② اس میں اقربا پروری نہ پائی جائے۔

بھنسی: اقربا پروری کا کیا معنی ہے؟

استاد: یعنی اگر کوئی ایسا آدمی آئے جو تمھارا دوست یا قریبی ہو تو تم بہ خوشی اسے اجازت دے دو اور وہ جو ہدیہ دے اسے لے لو، لیکن کوئی دوسرا آدمی جو ہدیہ نہیں دیتا اور وہ تمھارا دوست یا قریبی بھی نہیں ہے تو تم یہ سوچ کر کہ اس نے کون سی کوئی چیز دینی ہے اور نہ یہ میرا قریبی ہے، لہٰذا تم اسے ٹال مٹول کر دو، تم کل آنا، فلاں دن آنا، اب سانڈ تھکا ہوا ہے یا سویا ہوا ہے وغیرہ۔

بھنسی: لیکن استاد صاحب! حدیث میں تو کسی شرط کا ذکر نہیں ہے؟

استاد: ان دو شرطوں کی دلیل مندرجہ ذیل حدیث میں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ مال دیا، میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اے عمر!)

« إِذَا آتَاكَ اللّٰهُ مَالًا لَمْ تَسْأَلْهُ، وَلَمْ تَشْرَهْ إِلَيْهِ نَفْسُكَ فَاقْبَلْهُ، فَإِنَّمَا هُوَ رِزْقٌ سَاقَهُ اللّٰهُ إِلَيْكَ »[1]

''جب تجھے اللہ تعالیٰ بن مانگے کوئی مال دے اور تیرا دل اس کا حریص نہ ہو تو اس کو قبول کر لے، بے شک وہ رزق ہے جو اللہ تعالیٰ نے تیری طرف بھیجا ہے۔''

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مندرجہ ذیل دو شرطوں کے ساتھ مال لینا جائز قرار دیا ہے:

① اس کا سوال نہ کیا ہو۔

[1] المستدرك للحاكم [286/3] صححه الألباني

② دل اس کا حریص نہ ہو۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ہم دنیا کی کوئی چیز مانگتے نہیں تھے اور اللہ کی طرف سے آئے ہوئے رزق کو واپس نہیں کرتے تھے۔

بھنسی: ان شاء اللہ آج کے بعد ہم سانڈ کی اجرت وصول نہیں کریں گے۔

ابو جمعہ: اب میں گائے کو لگوانے کے لیے کیا کروں؟

بھنسی: آپ جب مرضی ہماری حویلی میں چلے جانا اور گائے لگوا لینا اور ہمارے لیے صرف دعا کر دینا۔

(ابو جمعہ گائے لے کر بھنسی کی حویلی میں گیا، گائے لگوائی اور واپس آ کر اپنے بیٹے کو حکم دیا کہ اپنی حویلی سے چارے کی بڑی گٹھلی اٹھاؤ اور بھنسی کی حویلی میں رکھ آؤ)

بھنسی: ابو جمعہ صاحب! آپ کو کہا تھا کہ بس دعا کر دینا، یہی کافی ہے۔

ابو جمعہ: یہ میں اپنی خوشی سے بھیج رہا ہوں۔

استاد: اللہ تعالیٰ تم کو برکت دے۔ یہ صورت ٹھیک ہے، اس میں کوئی حرج نہیں۔

بیالیسواں باب

مزدوروں کو اُجرت ادا نہ کرنا

عبدالخالق: بھنسی صاحب! وہ کون آ رہا ہے؟

بھنسی: وہ عبدالجواد ہے۔

عبدالخالق: لو، ایک اور مشکل آن پڑی ہے۔

عطیہ: خیر تو ہے؟ کیا مشکل آن پڑی ہے؟

عبدالخالق: پچھلے ہفتے میں نے عبدالجواد اور اس کے دیگر ساتھیوں سے گندم کی کٹائی کروائی تھی، ان کے ساتھ ایک آدمی کی مزدوری پندرہ (15) درہم طے ہوئی تھی، لیکن ابھی تک میں ان کو مزدوری ادا نہیں کر سکا۔

استاد: کیوں؟ کیا کسی مالی تنگ دستی کا شکار ہو؟

عبدالخالق: نہیں ایسی کوئی بات نہیں، اللہ کا شکر ہے۔

استاد: اگر ہر طرح کی خیر ہے تو تم نے ابھی تک ان لوگوں کو مزدوری کیوں نہیں دی، جب کہ تیرا کام مکمل ہو چکا ہے؟ کیا بخل کی وجہ سے ایسا کر رہے ہو یا ان کی مزدوری ہڑپ کرنا چاہتے ہو؟ اتنی شدید گرمی اور دھوپ میں انھوں نے تیرا کام کیا ہے اور تم ان کے ساتھ یہ سلوک کر رہے ہو؟

عبدالخالق: استاد صاحب عنقریب دے دوں گا۔

استاد: کب تک؟ ایک ہفتہ مزید ان غریبوں کا حق اپنے پاس رکھو گے؟ کیا

تم نے نبی ﷺ کی یہ حدیث نہیں سنی:

«أَعْطُوا الْأَجِيرَ حَقَّهُ قَبْلَ أَنْ يَجِفَّ عَرَقُهُ» [1]

''مزدور کو اس کی مزدوری اس کا پسینا خشک ہونے سے پہلے ادا کر دو۔''

(اسی دوران میں عبدالجواد غصے میں عبدالخالق کو گھورتا ہوا اس مجلس میں پہنچ گیا)

عبدالجواد: السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

استاد: وعلیکم السلام، عبدالجواد! تشریف رکھو، میں عبدالخالق سے تمھاری مزدوری کے بارے میں بات کر رہا ہوں، ان شاء اللہ جلد وہ تم سب کو تمھاری اجرت دے دے گا۔

(عطیہ نے عبدالجواد کے لیے کپ میں چائے ڈالی، وہ بیٹھ گیا اور استاد صاحب عبدالخالق کو جو وعظ و نصیحت فرما رہے تھے، اسے غور سے سننے لگا)

استاد: عبدالخالق صاحب! ہمارے معاشرے میں مزدوروں اور ملازموں کے حقوق کے حوالے سے مندرجہ ذیل ظالمانہ صورتیں پائی جاتی ہیں:

1. بعض لوگ مزدوروں کی اجرت دینے سے بالکل انکار کر دیتے ہیں اور مزدور کمزور ہونے کی وجہ سے اپنا حق نہیں لے پاتے، لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا حق ضائع نہیں ہوتا۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مظلوم کو ظالم سے اس کا حق دلوائیں گے اور قیامت کے دن ظالموں کے پاس مال و دولت نہیں ہوگا، بلکہ وہاں نیکیوں اور برائیوں کے ساتھ فیصلہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ مظلوم کو ظالم کی نیکیاں دے دیں گے اور اگر ظالم کی نیکیاں ختم ہو گئیں تو مظلوم کی برائیاں ظالم کے پلڑے میں ڈال دی جائیں گی، اس کے بعد ظالم کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام

[1] سنن ابن ماجه، رقم الحديث [2443]

سے دریافت کیا: کیا تم جانتے ہو: کنگال کون ہے؟ صحابہ کرام نے جواب دیا: کنگال وہ ہے جس کے پاس درہم اور دنیاوی ساز و سامان نہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ أُمَّتِي مَنْ يَّأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلَاةٍ وَصِيَامٍ وَزَكَاةٍ، وَيَأْتِي وَقَدْ شَتَمَ هٰذَا، وَقَذَفَ هٰذَا وَأَكَلَ مَالَ هٰذَا، وَسَفَكَ دَمَ هٰذَا، وَضَرَبَ هٰذَا، فَيُعْطٰى هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ، وَهٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ فَإِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهُ قَبْلَ أَنْ يُّقْضٰى مَا عَلَيْهِ أُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ، فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ، ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ» [1]

”بے شک کنگال میری امت کا وہ شخص ہے، جو قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ اس کے پاس نمازیں، روزے اور زکات جیسی نیکیاں ہوں گی، لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر بہتان لگایا ہوگا، کسی کا (ناجائز) مال کھایا ہوگا، کسی کا (ناحق) خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا، پس اس (مظلوم) کو اس (ظالم) کی نیکیاں دی جائیں گی۔ اگر ظالم کی نیکیاں ختم ہوگئیں اور مظلوموں کا حق ابھی باقی ہوا تو ان (مظلوموں) کی برائیاں اس (ظالم) پر ڈال دی جائیں گی، پھر اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔“

٢ بعض لوگ مزدوروں کو ان کی پوری اجرت نہیں دیتے، بلکہ ناجائز طور پر کچھ کم کر دیتے ہیں، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿ وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ

---

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث [2581]

یَسْتَوْفُوْنَ ۝ وَاِذَا کَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ یُخْسِرُوْنَ﴾

[المطففین: 1 -3]

''بڑی ہلاکت ہے ماپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے۔ وہ لوگ کہ جب لوگوں سے ماپ کر لیتے ہیں تو پورا لیتے ہیں۔ اور جب انھیں ماپ کر، یا تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں۔''

۳ بعض لوگ ملازموں کے ساتھ شروع میں جو قواعد و ضوابط، تنخواہ اور کام وغیرہ طے کرتے ہیں، بعد میں اس پر پورا نہیں اترتے۔ کبھی قواعد میں تبدیلی کر دیتے ہیں، کبھی تنخواہ اور کام کے معاملات میں اونچ نیچ کر دیتے ہیں، جو ملازمین کے ساتھ طے کیے گئے معاملات کے برعکس ہوتے ہیں اور یہ چیزیں اس وقت اور زیادہ خطرناک بن جاتی ہیں، جب مالک مسلمان اور ملازم کافر ہو۔ مالک کے اس رویے کی وجہ سے کافر ملازمین اس بندے سے بھی اور اسلام سے بھی متنفر ہوتے ہیں۔

۴ بعض لوگ اپنے ملازمین سے اضافی کام بہت زیادہ کرواتے ہیں، جو ان کی ڈیوٹی کا حصہ نہیں ہوتے اور ان کے بدلے اضافی اجرت نہیں دیتے۔

۵ بعض لوگ مزدوری کے وقت ٹال مٹول سے کام لیتے ہیں اور تاخیری حربے استعمال کرتے ہیں، تاکہ مزدور بار بار مانگنے کے بعد بالآخر اسے چھوڑ دے۔

مزدوروں کے ساتھ ظلم کی کوئی بھی صورت اختیار کی جائے، وہ قابلِ مذمت ہے اور مزدور کی زندگی پر اس کے گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں، وہ ذہنی طور پر پریشان ہوتا ہے، اس کے گھر کے اخراجات پورے نہیں ہوتے، اس کی بیوی بچے روزی سے محروم رہتے ہیں۔ اپنے مزدوروں اور ملازمین کے ساتھ ظلم کرنے

والوں کو اللہ تعالیٰ کے سخت عذاب اور پکڑ سے ڈرنا چاہیے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«ثَلَاثَةٌ أَنَا خَصمُهُم يَومَ الْقِيَامَةِ: رَجُلٌ أَعطیٰ بِي ثُمَّ غَدَرَ، وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَأَكَلَ ثَمَنَهُ، وَرَجُلٌ اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا فَاستَوفیٰ مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِهِ أَجْرَهُ» [1]

''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: تین طرح کے لوگ ایسے ہیں جن کا قیامت کے دن میں مدعی بنوں گا۔ ایک وہ شخص جس نے میرے نام پر عہد کیا اور پھر توڑ ڈالا، (دوسرا) وہ شخص جس نے کسی آزاد انسان کو بیچ کر اس کی قیمت کھائی، (تیسرا) وہ شخص جس نے کوئی مزدور اجرت پر رکھا، اس سے پوری طرح کام لیا، لیکن اس کی مزدوری نہیں دی۔''

تم غور کرو! کیا کوئی آدمی اللہ تعالیٰ کے ساتھ اعلانِ جنگ کر کے فلاح پا سکتا ہے؟ جس کے لیے مدعی خود اللہ تعالیٰ بن جائیں گے، اس کی قسمت کا فیصلہ کون کرے گا؟ ایسا آدمی ہرگز ہرگز کامیاب نہیں ہو پائے گا۔

عبدالخالق! تم اللہ سے ڈرو، ان فقرا پر رحم کھاؤ اور جلد از جلد ان کو ان کا حق دو۔

عبدالخالق: جواد بھائی! آپ پانچ آدمی تھے اور آپ کی مزدوری ٹوٹل پچھتر درہم تھی۔ یہ لو پچھتر درہم اور باقی آدمیوں کو بھی ان کے حصے دے دینا اور برائے مہربانی مجھے میری غلطی معاف کر دینا۔

عبدالجواد: استاد صاحب! اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے، آپ نے ہماری مشکل حل کرنے میں مدد کی۔

استاد: اللہ تعالیٰ آپ سب کی مدد فرمائے۔

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [2227]

تینتالیسواں باب

کسانوں میں پائی جانے والی سود کی ایک قسم

ابو جمعہ: بھنسی صاحب! کیا آپ کے پاس کرنل چاول ہیں؟

بھنسی: ہاں، کیوں، آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟

ابو جمعہ: میں اس سال بیج کے لیے کرنل چاول خریدنا چاہتا ہوں، کیونکہ یہ عمدہ اور زیادہ نفع مند ہوتے ہیں۔

بھنسی: ٹھیک ہے، جیسے آپ کی مرضی۔

عبدالخالق: آج کل کرنل کا کیا ریٹ چل رہا ہے؟

عطیہ: پچھلے ہفتے سو (100) روپے کلو تھے۔

بھنسی: ابو جمعہ! آپ کیا چاہتے ہیں؟

ابو جمعہ: میرے پاس سپر چاول ہیں۔ یہ بھی عمدہ کوالٹی کے ہیں اور ذائقہ بھی اچھا ہے، لیکن میں یہ دے کر کرنل چاول خریدنا چاہتا ہوں۔

بھنسی: یہ بات تو ٹھیک ہے، لیکن کرنل چال سپر چاول سے مہنگے ہیں۔

ابو جمعہ: جی، مجھے علم ہے۔

بھنسی: معذرت! میں نے صرف یاددہانی کے لیے عرض کیا ہے۔

ابو جمعہ: میں تجھ کو سپر چاول ایک سو تین (130) کلو دیتا ہوں اور آپ مجھے اس کے بدلے میں کرنل چاول سو (100) کلو دے دو، کیونکہ آپ کے

چاول ذرا مہنگے ہیں۔ لہٰذا آپ تیس (30) کلوکم دے دیں۔

بھنسی: ٹھیک ہے، مجھے منظور ہے۔

عمار: آپ لوگوں نے آج اتنی وعظ ونصیحت کی باتیں سنی ہیں، لیکن افسوس کہ اس کے باوجود آپ لوگوں میں تبدیلی نہیں آئی۔

بھنسی: کیا مطلب؟

عمار: ابھی ابھی آپ دونوں نے ایک سودا طے کیا ہے، لیکن آپ نے یہ جاننے کی زحمت نہیں کی کہ اس سودے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

بھنسی: (استاد صاحب سے مخاطب ہوا) کیا یہ سودا ناجائز ہے؟

استاد: ہاں! یہ ناجائز ہے۔

ابوجمعہ: کیوں ناجائز ہے؟

استاد: اس لیے کہ اس میں سود ہے۔

بھنسی: اس میں کس طرح سود ہے؟

استاد: کسی بھی جنس کی چیز میں سود ہونے کی دو وجوہات ہوتی ہیں:

① ایک جنس کی اشیا کا سودا اگر برابر برابر ہو تو درست ہے، یعنی ایک کلو چاول کے بدلے ایک کلو چاول ہی لیے جائیں گے، کیونکہ اس سودے کی جنس ایک ہے، اس میں کمی بیشی ناجائز ہے اور سود کے زمرے میں آتی ہے۔

② جس مجلس میں سودا طے کیا جائے، اسی میں قبضہ بھی لیا جائے۔

کسی سودے میں مندرجہ بالا دو شرطوں میں سے کوئی ایک شرط بھی مفقود ہوئی تو اس سودے میں سود آ جائے گا اور وہ بیع فاسد ہوگی، لہٰذا ایک سو تیس (130) کلو کے بدلے سو (100) کلو لینا جائز نہیں ہے۔

ابوجمعہ: اس کی دلیل کیا ہے؟

استاد: ہاں، اس کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ مِثْلًا بِمِثْلٍ، فَمَنْ زَادَ أَوْ ازْدَادَ فَقَدْ أَرْبٰى، بِيعُوا الذَّهَبَ بِالْفِضَّةِ كَيْفَ شِئْتُمْ، يَداً بِيَدٍ، وَبِيعُوا الشَّعِيرَ بِالتَّمْرِ كَيْفَ شِئْتُمْ، يَداً بِيَدٍ» [1]

''سونے کے بدلے سونا، چاندی کے بدلے چاندی، گندم کے بدلے گندم، جَو کے بدلے جَو، کھجور کے بدلے کھجور، نمک کے بدلے نمک برابر برابر اور نقد خرید و فروخت کرو اور جس نے زیادہ دیا یا زیادہ طلب کیا، اس نے سود کا معاملہ کیا، سونا چاندی کے بدلے جیسے چاہو نقد فروخت کرو اور جَو کھجور کے بدلے جیسے چاہو نقد فروخت کرو۔''

بھنسی: استاد صاحب اس حدیث میں چاولوں کا ذکر تو نہیں ہے؟

استاد: ہاں یہ بات درست ہے کہ اس حدیث میں چاولوں کا ذکر نہیں ہے، لیکن جمہور علما کا موقف ہے کہ ایسی صورت میں ہر اس چیز میں سود داخل ہو گا جو حدیث میں مذکور اشیا کے ساتھ مشترک ہو گی اور مشترک ہونے کی دو علتیں ہیں:

① قیمت کی علت۔ ② ماپنے اور کھانے کی علت۔

چاول، گندم، جَو، کھجور اور نمک کے ساتھ ماپنے اور کھانے میں مشترک ہیں، جس کی وجہ سے تمھارا سودا فاسد ہے۔

ابو جمعہ: اگر میں سپر چاول کے عوض کرنل چاول لینا چاہوں، تو اس کا شرعی طریقہ کیا ہے؟

---

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث [1587]

استاد: شریعت کے مطابق اس کے دو طریقے ہیں:

سپر چاول ایک سوتیس (130) کلو دے کر کرنل چاول بھی ایک سوتیس (130) کلو ہی وصول کرو، کوئی کمی بیشی نہیں ہونی چاہیے۔

بھنسی: استاد صاحب! کرنل چاول سپر سے قیمتی اور مہنگے ہیں، اس طرح تو میں نقصان میں رہوں گا؟

استاد: اگر اس طریقے کے مطابق تمھیں نقصان کا اندیشہ ہے تو تم دوسرا طریقہ اختیار کر لو۔

ابوجمعہ: وہ کون سا ہے؟

استاد: تم دو علاحدہ علاحدہ سودے کر لو۔

بھنسی: وہ کیسے؟

استاد: پہلے ابوجمعہ تمھیں کرنل چاول ایک سوتیس (130) کلو موجودہ بازار کی قیمت پر فروخت کرے اور اس کی مکمل قیمت تم سے وصول کرے، اس کے بعد وہ اس رقم سے کرنل چاول خرید لے، خواہ تجھ سے خریدے یا کسی اور سے، اس طریقے سے دو علاحدہ علاحدہ سودے ہو جائیں گے اور سود بھی داخل نہیں ہوگا۔

بھنسی: استاد صاحب! کان اِدھر سے پکڑ لو یا اُدھر سے بات تو ایک ہی ہے؟

ابوجمعہ: استاد صاحب! بات تو ایک ہی ہے، خواہ دو علاحدہ علاحدہ سودے کر لیں یا 130 کلو کے عوض 100 کلو خرید لیں، نتیجہ تو دونوں صورتوں میں ایک ہی نکلتا ہے؟

استاد: ایک بات اچھی طرح سمجھ لو کہ شرعی احکامات میں کسی طرح بھی عقل سے استدلال نہیں کرنا چاہیے، مذکورہ بالا مسئلے میں نبی مکرم ﷺ اور تمام

اہلِ علم کا یہی حکم ہے، جو میں نے بیان کر دیا ہے۔

ابو جمعہ: استاد صاحب اس مسئلے میں مندرجہ بالا دو طریقوں سے ملتا جلتا ایک اور طریقہ بھی ہے۔

استاد: وہ کون سا طریقہ ہے؟

ابو جمعہ: وہ یہ کہ میں بھنسی کو سپر چاول سو (100) کلو دے کر اس کے عوض کرنل چاول بھی سو (100) کلو ہی لوں، لیکن ساتھ دو ہزار (2000) روپیہ نقد دے دوں، کیونکہ کرنل چاول مہنگے ہیں؟

استاد: یہ صورت بھی ناجائز ہے، کیونکہ اس میں تفاضل آرہا ہے، یعنی جس جنس کا سودا کیا جارہا ہے وہ تو برابر برابر ہے، لیکن دو ہزار (2000) روپے زائد دیے جارہے ہیں، جو سود ہے۔

ابو جمعہ: بھنسی صاحب! ہمیں کتاب و سنت کی پیروی کرنی چاہیے اور حق بات کو قبول کر لینا چاہیے، لہٰذا ہم دو علاحدہ علاحدہ سودوں والی صورت پر عمل کر لیتے ہیں، تاکہ شریعت کی مخالفت نہ ہو۔

استاد: اللہ تعالیٰ تمھیں برکت عطا فرمائے۔

(استاد، عطیہ، بھنسی اور عبدالخالق وغیرہ باتوں میں مصروف تھے، اُدھر سے عطیہ کے بیٹے نے اطلاع دی کہ کھانا تیار ہو چکا ہے)

عطیہ: آؤ، کھانا تناول فرمائیں۔

بھنسی: عطیہ صاحب! مجھے، عبدالخالق اور فرید کو اجازت دو ہم چلتے ہیں۔

عطیہ: کیا کوئی ضروری کام ہے؟

فرید: نہیں، بس آپ کھانا کھائیں، ہم جارہے ہیں۔

عطیہ: ارے، تمھیں کھانا کھانے کے بعد اجازت ملے گی۔

(سب لوگوں نے مل کر کھانا کھایا اور عطیہ کے لیے دعاؤں کا ہدیہ پیش کیا)

عطیہ: استاد صاحب! آج کا دن میرے لیے بہت خوشی کا دن ہے، ہمیں آپ سے بہت کچھ سیکھنے کو ملا ہے اور مزید یہ کہ آپ کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانے کا شرف بھی ملا ہے۔

عطیہ نے اپنے بیٹے کو حکم دیا کہ کار گیراج سے باہر نکالو، استاد صاحب نے عطیہ کا شکریہ ادا کیا، بعد ازاں عطیہ کار پر استاد صاحب اور عمار کو گھر کی طرف چھوڑنے روانہ ہوا، دیگر لوگ وہاں سے اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔

خلاصہ

استاد صاحب راستے میں عمار سے مخاطب ہوئے۔

استاد: عمار! اللہ کا شکر ہے، آج ہم نے کافی لوگوں کو وعظ و نصیحت کی ہے۔ خصوصاً ہمارے کسان بھائی جن کوتاہیوں کا شکار تھے، ہم نے انھیں راہِ راست پر لانے کی کوشش کی ہے، کیا تم بتا سکتے ہو کہ آج ہم نے کن چیزوں کے بارے میں لوگوں کو آگاہ کیا ہے؟

عمار: اللہ تعالیٰ کی توفیق سے آج ہم نے مندرجہ ذیل امور کا حکم واضح کیا ہے:

۱. راستے کی جگہ کو اپنی زمین میں شامل کرنا۔
۲. بیٹیوں کا حصہ ادا نہ کرنا۔
۳. بھنگ، افیون اور چرس وغیرہ کاشت کرنا۔
۴. شراب تیار کرنے والی فیکٹری کو انگور فروخت کرنا۔
۵. جفتی کے لیے سانڈ کرائے پر دینا۔
۶. مزدوروں کے حقوق غصب کرنا۔
۷. کسانوں میں پائی جانے والی سود کی اہم قسم ''تفاضل'' کا تذکرہ۔

استاد صاحب! آج آپ نے ان تمام چیزوں کی حرمت بیان فرمائی ہے۔

عطیہ نے استاد صاحب کے گھر کے سامنے گاڑی روکی۔ استاد صاحب عطیہ کے بھرپور احسانات اور ضیافت کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کار سے اترے اور عطیہ کو پابند کیا کہ عمار کو اس کے گھر اتار کر واپس جانا۔ عمار نے استاد صاحب کے ساتھ اگلے دن دس بجے کا ٹائم طے کر لیا اور گاڑی عمار کے گھر کی طرف روانہ ہوئی۔

چوتھا دورہ

① ہیر ڈریسنگ اور بیوٹی پارلر مارکیٹ۔

② الیکٹرونک مارکیٹ۔

③ کتاب مارکیٹ۔

۱

ہیر ڈریسنگ اور بیوٹی پارلر مارکیٹ میں دورہ

عمار نے حسبِ معمول گھر جا کر آج کے دن کی تمام کارروائی اپنی کاپی پر نوٹ کی اور اگلے دن دس بجے استاد صاحب کے گھر کی طرف روانہ ہوا اور دروازے پر پہنچ کر دستک دی۔

استاد: کون ہے؟

عمار: میں عمار ہوں۔

استاد: خوش آمدید، استاد صاحب نے عمار کو گرم جوشی سے گلے لگایا اور گھر لے گئے، اس کی مہمان نوازی کی۔

عمار: استاد صاحب! آج کس مارکیٹ میں گشت کرنے کا ارادہ ہے؟

استاد: میرا خیال ہے، آج صالون کی طرف چلتے ہیں، میرے سر کے بال کافی بڑے ہو چکے ہیں، وہاں سے کٹنگ کرواتے ہیں۔

عمار: ٹھیک ہے۔

چوالیسواں باب

چہرے کے بال صاف کرنا

استاد صاحب صالون پر گئے، وہاں دروازے پر یہ آیت مبارکہ لکھی ہوئی تھی:

﴿ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ﴾ [الغاشية: 8]

''کئی چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے۔''

استاد صاحب السلام علیکم کہتے ہوئے حمام میں داخل ہوئے، وہاں پہلے سے پانچ نوجوان اپنی باری کے انتظار میں بیٹھے تھے، استاد صالون کے مالک سے مخاطب ہوئے۔

استاد: اگر برا نہ مانو تو آپ سے ایک بات پوچھ لوں؟

حجام: جی پوچھیں۔

استاد: آپ نے دکان کے دروازے پر یہ آیت مبارکہ کیوں لکھی ہوئی ہے؟

حجام: اس آیت کو لکھنے کا مقصد تو واضح ہے کہ جو بھی یہاں آتا ہے، وہ چاندی کی طرح چمکتا ہوا چہرہ لے کر واپس لوٹتا ہے۔

استاد: یعنی آپ کے خیال میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ ڈاڑھی منڈوانے والے آدمی کی خودساختہ خوبصورتی کو واضح کرنے کے لیے نازل فرمائی تھی؟

حجام: میرے خیال میں تو ایسے ہی ہے۔

استاد: ارے بھائی! اس آیت مبارکہ کا یہ مطلب نہیں جو تم مراد لے رہے ہو،

بلکہ اس میں اللہ تعالیٰ نے اہلِ جنت کے لیے نعمتوں کو بیان کیا ہے یعنی قیامت کے دن ان کے چہرے چمک رہے ہوں گے۔ جو معنی تم مراد لے رہے ہو، یہ تحریف ہے اور قرآن مجید میں تحریف کرنے والا آدمی ملحد ہوتا ہے، لہٰذا تمھارا یہ فعل حرام اور کبیرہ گناہ ہے۔

حجام: اس کا حل کیا ہے؟

استاد: اس آیت مبارکہ کو دروازے سے فوراً مٹا دو اور اللہ تعالیٰ سے اس فعلِ بد کی معافی مانگو۔

حجام: میں ابھی اسے مٹا دیتا ہوں۔

استاد: اللہ تعالیٰ آپ کے کام میں برکت پیدا کرے، ما شاء اللہ آپ نے بہت جلد حق بات کو قبول کیا ہے۔

استاد اور عمار دکان میں ایک طرف بیٹھ کر تلاوتِ قرآن میں مصروف ہو گئے، دورانِ تلاوت استاد کی نظر حجام اور اس کے سامنے کرسی پر بیٹھے نوجوان پر پڑی۔ حجام اس نوجوان کے چہرے سے دھاگے کے ساتھ بال اکھاڑنے کی تیاری کر رہا تھا۔

استاد صاحب خاموش ہو کر بڑے غور سے حجام کی طرف دیکھنے لگے۔

حجام نے محسوس کیا کہ تلاوت کی آواز آنا رک گئی ہے، چنانچہ وہ استاد صاحب سے مخاطب ہوا۔

حجام: استاد صاحب! خیریت ہے آپ بڑے غور سے میری طرف دیکھ رہے ہیں؟

استاد: تم یہ کیا کرنے لگے ہو؟

حجام: میں اس نوجوان کی پیشانی، پلکوں اور رخساروں کے زائد بال اکھاڑنے لگا ہوں۔

استاد: لاحول ولا قوة إلا بالله، اب مرد بھی یہ کام کرنا شروع ہو گئے ہیں؟

حجام: کیا اس میں کوئی حرج ہے؟

استاد: شریعت میں اسے "نمص" کہتے ہیں، یعنی چہرے اور پلکوں کے بال اکھاڑنا، یہ حرام اور ناجائز ہے۔ یہ چیز عورتوں کے لیے حرام ہے، تم خود غور کرو کہ مردوں کے لیے کیسے جائز ہو سکتی ہے؟

حجام: استاد صاحب! آپ اپنی طرف سے اسے حرام قرار نہ دیں۔

استاد: اللہ تمھیں سیدھے راستے کی توفیق عطا فرمائے، میں اپنی طرف سے اسے حرام نہیں ٹھہرا رہا۔

حجام: یہ کیسے حرام ہو سکتا ہے، جب کہ ساری دنیا یہ کام کر رہی ہے اور آج تک ہم نے کسی سے اس کی حرمت کے بارے میں نہیں سنا۔

(نوجوان نے زوردار قہقہہ لگایا اور حجام سے مخاطب ہوا)

نوجوان: ارے بھائی! آپ حجامت کریں، اس ملاّ کے ساتھ باتوں میں وقت ضائع نہ کریں۔

استاد: تمھارا بھی ان لوگوں جیسا حال ہے جو کہتے تھے:

﴿ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ﴾

[الزخرف: 23]

"کہ بے شک ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک راستے پر پایا اور بے شک ہم انھی کے قدموں کے نشانوں کے پیچھے چلنے والے ہیں۔"

حجام: ہم "نمص" کی حرمت پر قرآن وسنت سے دلیل سننا چاہتے ہیں۔

استاد: قرآن مجید میں اس کی حرمت کے بے شمار دلائل ہیں۔ مثلاً:

﴿ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾

[الحشر: 7]

''اور رسول تمھیں جو کچھ دے تو وہ لے لو اور جس سے تمھیں روک دے تو رک جاؤ۔''

﴿ وَاِنْ تُطِيعُوْهُ تَهْتَدُوْا﴾ [النور: 54]

''اور اگر اس کا حکم مانو گے تو ہدایت پا جاؤ گے۔''

﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾

[آل عمران: 31]

''کہہ دے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ وَالنَّامِصَاتِ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ اَلْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰهِ» [1]

''اللہ تعالیٰ نے حُسن کے لیے گودنے والیوں، گدوانے والیوں پر، بال نوچنے والیوں پر، حُسن کے لیے دانتوں کے درمیان فاصلہ پیدا کرنے والیوں پر اور اللہ کی تخلیق میں تبدیلی کرنے والیوں پر لعنت فرمائی ہے۔''

یعنی پلکوں سے بال اکھاڑنے والی عورتیں ملعون ہیں اور اللہ کی رحمت سے دور کر دی گئی ہیں۔

نوجوان: اس حدیث میں عورتوں کے لیے ممانعت ہے، نہ کہ مردوں کے لیے؟

استاد: (حسرت بھرے لہجے میں مخاطب ہوئے) افسوس! آپ جیسا نوجوان جو اپنے دین اور عقیدے سے دور ہو چکا ہے، اس سے اسی بات کی توقع کی جا سکتی تھی۔

کیا تمھیں معلوم ہے کہ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کا

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5931] صحيح مسلم، رقم الحديث [2125]

تذکرہ کیوں نہیں کیا؟

نوجوان: نہیں۔

استاد: اس لیے کہ اس دور میں عرب معاشرے میں اس طرح کی تزئین و آرایش مرد نہیں کیا کرتے تھے، بلکہ یہ سب کام عورتیں کرتی تھیں، جس کی وجہ سے حدیث میں صرف عورتوں کا تذکرہ ہے اور تم یہ غور کرو کہ جو کام عورت انتہائی مجبوری کی حالت میں بھی نہیں کر سکتی، یعنی خاوند کے لیے بھی اس طرح کی تزئین و آرایش کرنا جائز نہیں، وہ کام مردوں کے لیے کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ جس نوجوان سے دین کی نصرت کی امید تھی، افسوس کہ وہ نوجوان آج ہیجڑوں والے کاموں میں مصروف ہو چکا ہے۔

اللہ کے بندو! جان لو کہ چہرے، پلکوں، رخساروں اور پیشانی وغیرہ کے بال اکھاڑنا اور اکھڑوانا ناجائز اور حرام ہے۔ اس کام کی اجرت حرام کمائی کے زمرے میں آتی ہے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

« وَ إِنَّ اللّٰهَ إِذَا حَرَّمَ شَيْئًا حَرَّمَ ثَمَنَهُ »[1]

”اللہ تعالیٰ جب کسی چیز کو حرام کر دیتے ہیں تو اس کی قیمت کو بھی حرام کر دیتے ہیں۔“

بے شمار علما نے اس فعل کی حرمت پر فتوے دیے ہیں۔

علامہ ابن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”پلکوں کے بال اتارنا یا چھوٹے کروانا ناجائز ہے، کیونکہ نبی مکرم ﷺ

---

[1] مسند أحمد [293/1] صحيح الجامع، رقم الحديث [5107]

نے چہرے کے بال اکھاڑنے اور اکھڑوانے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔"[1]

تمام اہلِ علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مرد اور عورتیں دونوں کے لیے چہرے کے بال اتروانا ناجائز ہے۔

علامہ ابن عثیمین فرماتے ہیں:

"بعض عورتیں خوبصورتی کی خاطر اپنے چہروں سے بال اُکھڑواتی ہیں، یہ حرام ہے، کیونکہ نبی مکرم ﷺ نے ایسی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے اور جب یہ فعل عورتوں کے لیے حرام ہے تو مردوں کے لیے کیسے حلال ہوسکتا ہے؟

نوجوان: یعنی شریعت میں اس کی کوئی گنجایش نہیں؟

استاد: اگر کسی جگہ کوئی گنجایش ہوتی تو میں ضرور اس کی وضاحت کرتا۔

نوجوان: (حجام سے مخاطب ہوا) بھائی یہ چہرے کے بال رہنے دو۔

حجام: اگر تم یہ بات نہ کہتے تو میں نے پھر بھی نہیں اتارنے تھے، لہٰذا میں اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتا ہوں۔

نوجوان: استاد! معاف کرنا، مجھے اس مسئلے کا علم نہیں تھا۔

استاد: کوئی بات نہیں، اللہ تعالیٰ تمھیں معاف فرمائے۔

---

[1] فتاویٰ المرأة [171]

پنتالیسواں باب

ڈاڑھی منڈوانا

اس نوجوان نے سر کے بال کٹوائے اور السلام علیکم کہتے ہوئے واپس چلا گیا، اس کے بعد جس نوجوان کی باری تھی، وہ حجام کے سامنے کرسی پر بیٹھ گیا۔

حجام: ہاں جی، بال کٹوانے ہیں یا ڈاڑھی منڈوانی ہے؟

نوجوان: نہیں، صرف ڈاڑھی منڈوانی ہے۔

(حجام نے اس نوجوان کے سینے پر کپڑا ڈالا اور اس کے چہرے پر کریم ملنا شروع کر دی، استاد صاحب جلدی سے بولے)

استاد: ارے بھائی! ذرا ٹھہر جاؤ اور میری بات سنو۔

نوجوان: (غصے میں بولا) اب آپ کہیں گے کہ ڈاڑھی منڈوانا بھی حرام ہے؟!

استاد: براہِ مہربانی! آپ صرف پانچ منٹ میری بات سن لو، اس کے بعد جو جی میں آئے کر لینا۔

(حجام رک گیا اور دکان میں موجود تمام لوگ استاد صاحب کی طرف متوجہ ہو گئے)

استاد: اللہ کے بندو! ڈاڑھی ایک عظیم نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے مردوں کے چہروں پر سجایا ہے۔ یہ مردوں کو عورتوں سے ممتاز کرتی ہے، اس سے مرد کی مردانگی، قوت اور وقار واضح ہوتا ہے۔ یہ صرف چہرے پر بالوں کا

بڑھ جانا ہی نہیں، بلکہ یہ اسلام کے شعائر میں سے ہے۔ ہم اس کا احترام کر کے اور اسے چہرے پر سجا کر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ ذٰلِكَ وَ مَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ﴾

[الحج: 32]

''یہ اور جو اللہ کے نام کی چیزوں کی تعظیم کرتا ہے تو یقیناً یہ دلوں کے تقوے سے ہے۔''

اس سے اہم بات یہ ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی وہ سنت ہے جسے آپ ﷺ نے خوب بڑھانے کا حکم دیا ہے، لیکن افسوس کہ آج اکثر مسلمان اس عظیم نعمت کے بارے میں کوتاہی کا شکار ہو چکے ہیں، اس کی عزت و تکریم اور احترام دلوں سے ختم ہو چکا ہے، اسے منڈوانا اور اس کے طرح طرح کے ڈیزائن بنانا مسلمان نوجوانوں کا شیوہ بن چکا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی یہ پیاری سنت مذاق بن کر رہ گئی ہے۔

نوجوان: استاد صاحب! اسلام میں ڈاڑھی کی کیا اہمیت ہے؟

استاد: ڈاڑھی رکھنا انبیا، صحابہ کرام اور سلف صالحین کی پسندیدہ ترین سنت تھی، تمام اخیارِ امت اس کی تکریم کرتے تھے، ان میں سے کوئی بھی ڈاڑھی نہیں منڈواتا تھا۔

اپنے ایمان کو تازہ کرنے کے لیے چند ایک واقعات سنو:

① حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کے چہرے پر قدرتی طور پر ڈاڑھی نہ تھی، ان کی قوم کے لوگ کہتے تھے کہ ہمارے سردار قیس بن سعد بڑے بہادر اور سمجھ دار آدمی ہیں، لیکن افسوس کہ ان کے چہرے پر ڈاڑھی نہیں ہے۔ کاش! اگر

ڈاڑھی درہموں کے عوض خریدی جا سکتی تو ہم انھیں خرید دیتے، تا کہ یہ مکمل آدمی نظر آتے۔

② قاضی شریح فرماتے تھے: میں چاہتا ہوں کہ کاش میری ڈاڑھی ہوتی، اگر چہ مجھے اس کی قیمت دس ہزار درہم ادا کرنا پڑتی۔

③ حضرت احنف بن قیس بڑے عقل مند اور دانا آدمی تھے اور اپنے قبیلے کے سردار تھے، ان کے چہرے پر ڈاڑھی نہ تھی، ان کی قوم کے لوگ کہتے تھے: ہم چاہتے ہیں کہ ہم اپنے سردار احنف کے لیے ڈاڑھی خرید لیں، اگر چہ ہمیں بیس ہزار درہم ادا کرنا پڑیں۔

ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلاف کے نزدیک ڈاڑھی نہ ہونا ناپسندیدہ سمجھا جاتا تھا، حالانکہ یہ لوگ قدرتی طور پر ڈاڑھی سے محروم تھے، لیکن ان میں ڈاڑھی رکھنے کا ذوق شوق اور جذبہ بہت زیادہ تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ ڈاڑھی سے مسلمان کی شخصیت میں حسن آتا ہے۔ حتی کہ بعض لوگ ایسے تھے جو اپنی گردن کٹوانا ڈاڑھی کٹوانے سے زیادہ آسان سمجھتے تھے، لیکن افسوس آج کے مسلمان نوجوان میں ڈاڑھی کی اہمیت کا حال یہ ہے کہ وہ اسے تلف کرنے کے لیے مسلسل ہزاروں روپے خرچ کر رہا ہے۔ کیا تمھیں علم ہے کہ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے اس کے بارے میں کیا فرمایا ہے؟

نوجوان: نہیں، کیا فرمایا ہے انھوں نے؟

استاد: علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"تم اس بات پر غور کرو کہ بلوغت کی عمر تک مرد و عورت کی شکل و صورت ایک جیسی ہوتی ہے، لیکن بلوغت کے بعد مرد ڈاڑھی کی وجہ سے عورت سے منفرد نظر آتا ہے۔

دراصل اللہ تعالیٰ نے مرد کو جو ذمے داریاں عطا کی ہیں، ان کی نوعیت کا تقاضا ہے کہ مرد میں ہمت، جرأت، قوت، طاقت، عزت اور وقار ہونا چاہیے اور ڈاڑھی ان تمام تقاضوں سے ہم آہنگ نظر آتی ہے۔ دوسری طرف عورتوں کو جو ذمے داریاں عطا کی گئی ہیں، ان کا تقاضا ہے کہ عورت کے چہرے پر ڈاڑھی نہ ہو۔"

نوجوان: استاد صاحب! ڈاڑھی کی وجہ سے انسان بدشکل نظر آتا ہے، ڈاڑھی والا انسان جن بھوت لگتا ہے، جب کہ اس کے بغیر انسان مہذب نظر آتا ہے۔

استاد: اللہ تعالیٰ نے مرد و عورت کے لیے ایسی شکل وصورت تخلیق کی ہے، جو دونوں کے لیے علاحدہ علاحدہ مناسب ترین ہے۔ دونوں کی خوبصورتی کو مدنظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ایک فرق رکھا ہے اور وہ فرق ڈاڑھی کی وجہ سے نمایاں ہوتا ہے۔ بسا اوقات انسان کسی چیز کو اپنے لیے خوبصورت سمجھتا ہے، حالانکہ حقیقت میں وہ خوبصورتی کی علامت نہیں ہوتی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ﴾ [الفاطر: 8]

"تو کیا وہ شخص جس کے لیے اس کا برا عمل مزین کر دیا گیا تو اس نے اسے اچھا سمجھا۔"

یعنی انسان اپنی عقل کی بنا پر فیصلہ کرتا ہے کہ ڈاڑھی منڈوانا، کتروانا یا اس کے مختلف ڈیزائن بنانا خوبصورتی کی علامت ہے، لیکن یہ سوچ اللہ تعالیٰ کی منشا کے خلاف ہے، انسان کی سوچ محدود ہے اور اللہ تعالیٰ انسان کے وسیع تر مفاد کو مدنظر رکھتے ہوئے احکامات دیتے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ ءَ اَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ ﴾ [البقرة: 140]

''کیا تم زیادہ جاننے والے ہو یا اللہ؟''

اگر اللہ تعالیٰ انسان کی شخصیت کو بغیر ڈاڑھی کے بہتر سمجھتے تو کبھی اس کے چہرے پر ڈاڑھی نہ اگاتے۔

اے انسان! ذرا سوچ! جس چیز کو تیرے مالک نے تیرے لیے خوبصورتی کا باعث بنایا ہے تو کیوں اسے تلف کر رہا ہے؟ کیا تجھے کچھ فائدہ ہوتا ہے یا اجر وثواب ملتا ہے؟ یا کسی دنیاوی منفعت کی خاطر تو ڈاڑھی جیسی عظیم سنت کا قتل عام کر رہا ہے؟ یا اس کا وزن بہت زیادہ ہے جو تجھ سے اٹھایا نہیں جاتا؟

اے انسان! جس سخت عذاب سے تجھے ڈرنا چاہیے تھا تو کیوں اپنے آپ کو اس کی طرف دھکیل رہا ہے؟ کبھی سوچا کہ میں اس نافرمانی میں اپنا کتنا مال اور وقت ضائع کر رہا ہوں؟

نوجوان: میں دوسروں پر رعب ڈالنے اور بہادری ظاہر کرنے کے لیے ڈاڑھی منڈواتا اور مونچھیں بڑھاتا ہوں۔

استاد: کیا تم نے نبی ﷺ کی وہ حدیث نہیں سنی، جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

« خَالِفُوا الْمُشْرِكِينَ: وَفِّرُوا اللُّحٰى وَأَحْفُوا الشَّوَارِبَ »[1]

''مشرکین کی مخالفت کرو، ڈاڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں کٹواؤ۔''

افسوس! بعض انھی یہود و نصاریٰ کی پیروی کرتے ہیں، جن کی مخالفت کا حکم دیا گیا ہے، چنانچہ وہ مونچھیں بڑھاتے ہیں اور ڈاڑھی کٹواتے ہیں یا منڈواتے ہیں۔ حکم یہ تھا کہ یہود و نصاریٰ کی مخالفت کرو، لیکن انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5892] صحيح مسلم، رقم الحديث [259]

مخالفت شروع کر دی اور یہ معاملہ محض بال کٹوانے کا نہیں، بلکہ رسول اللہ ﷺ کی اتباع اور فرماں برداری کا ہے۔ آپ ﷺ کی اتباع اور پیروی ہی میں عزت وتکریم ہے۔

نوجوان: میں چاہتا ہوں کہ آپ ڈاڑھی کے وجوب اور منڈوانے کی حرمت پر کچھ دلائل دیں۔

استاد: قرآن مجید سے دلائل سنیے:

① اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ لَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ﴾ [النساء: 119]

''اور یقیناً میں انھیں ضرور حکم دوں گا تو یقیناً وہ ضرور اللہ کی پیدا کی ہوئی صورت بدلیں گے۔''

ڈاڑھی کٹوانا یا منڈوانا اللہ تعالیٰ کی تخلیق کو بدلنے کے مترادف ہے۔

② فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ﴾ [الأنعام: 90]

''یہی وہ لوگ ہیں جنھیں اللہ نے ہدایت دی، سو تو ان کی ہدایت کی پیروی کر۔''

تمام انبیا اور رسولوں کی ڈاڑھی تھی۔ اگر یقین نہ آئے تو حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کا قصہ پڑھ لو:

﴿لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَ لَا بِرَاْسِيْ﴾ [طہٰ: 94]

''نہ میری ڈاڑھی پکڑ اور نہ میرا سر۔''

③ مزید ارشاد ہوتا ہے:

﴿ وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ﴾

[الحشر: 7]

''اور رسول تمھیں جو کچھ دے تو وہ لے لو اور جس سے تمھیں روک دے تو رک جاؤ۔''

رسول اللہ ﷺ نے ڈاڑھی بڑھانے اور مونچھیں کٹوانے کا حکم دیا ہے۔

نوجوان: یہ تو عمومی دلائل ہیں۔ میں چاہتا ہوں کوئی ایسی دلیل پیش کریں جس میں واضح طور پر ڈاڑھی بڑھانے کا حکم دیا گیا ہو۔

استاد: اگر تم سمجھتے ہو کہ یہ عمومی دلائل ہیں تو میں تمھیں حدیث نبوی سے کچھ اور دلائل دیتا ہوں۔

1. رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«خَالِفُوا الْمُشْرِكِيْنَ: أَخْفُوا الشَّوَارِبَ وَأَوْفُوا اللُّحٰى »[1]

''تم مشرکین کی مخالفت کرو، ڈاڑھی چھوڑ دو اور مونچھیں کتراؤ۔''

2. رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«خَالِفُوا الْمُشْرِكِيْنَ: أَحْفُوا الشَّوَارِبَ وَأَوْفِرُوا اللُّحٰى »[2]

''تم مشرکین کی مخالفت کرو، مونچھیں خوب کتروالیا کرو اور ڈاڑھی کو بڑھاؤ۔''

3. نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«أَنْهِكُوا الشَّوَارِبَ وَأَعْفُوا اللُّحٰى »[3]

''مونچھیں چھوٹی کرواؤ اور ڈاڑھی بڑھاؤ۔''

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5892]

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث [5892]

[3] صحيح البخاري، رقم الحديث [5893]

4 حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَ بِإِحْفَاءِ الشَّوَارِبِ، وَإِعْفَاءِ اللُّحٰى »[1]

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مونچھیں کتروانے اور ڈاڑھی بڑھانے کا حکم دیا۔“

5 حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« جُزُّوا الشَّوَارِبَ وَأَرْخُوا اللُّحٰى وَخَالِفُوا الْمَجُوسَ »[2]

”مجوسیوں کے برعکس تم مونچھیں کٹواؤ اور ڈاڑھی بڑھاؤ۔“

6 بعض انصاری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ اہلِ کتاب اپنی ٹھوڑی کے بال (ڈاڑھی) کاٹتے ہیں اور ہونٹوں کے اوپر والے بال (مونچھیں) چھوڑتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« قُصُّوا سَبَالَكُمْ وَ وَفِّرُوا عُثَانِيْنَكُمْ وَ خَالِفُوا أَهْلَ الْكِتَابِ »[3]

”تم اپنے ہونٹوں کے اوپر والے بال (مونچھوں) کو کاٹو اور اپنی ٹھوڑی کے بال (ڈاڑھی) کو بڑھاؤ اور اہلِ کتاب کی مخالفت کرو۔“

7 جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسریٰ کے دو قاصدوں کو دیکھا کہ ان دونوں نے اپنی ڈاڑھیاں کٹوائی ہوئی ہیں اور مونچھیں بڑھائی ہوئی ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف دیکھنا ناگوار خیال کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« وَيْلَكُمَا مَنْ أَمَرَكُمَا بِهٰذَا؟ » قَالَا: أَمَرَنَا بِهٰذَا رَبُّنَا يَعْنِيَانِ كِسْرٰى، فَقَالَ ﷺ: « وَلٰكِنَّ رَبِّي أَمَرَنِي بِإِعْفَاءِ لِحْيَتِي وَقَصِّ شَارِبِي »

---

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث [259] سنن أبي داود، رقم الحديث [4199]

[2] صحيح مسلم، رقم الحديث [260]

[3] شعب الإيمان للبيهقي [5/214] صحيح الجامع، رقم الحديث [7114]

”ہلاکت ہو تم دونوں کے لیے، کس نے تمھیں یہ حکم دیا ہے؟
انھوں نے جواب دیا ہمیں ہمارے بادشاہ کسریٰ نے یہ حکم دیا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لیکن مجھے رب نے ڈاڑھی بڑھانے اور مونچھیں کترانے کا حکم دیا ہے۔“

ان تمام نصوص میں صیغۂ امر استعمال کیا گیا ہے، جو وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ صیغۂ امر کے ساتھ جس چیز کا حکم دیا جاتا ہے، اس کے کرنے پر اجر اور چھوڑنے پر عذاب ہوتا ہے۔

مندرجہ بالا تمام روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ ڈاڑھی منڈوانا خلافِ سنت اور کمزور ایمان کی علامت ہے۔

نوجوان: امت کے دیگر علما کا کیا موقف ہے؟

استاد: امام ابوحنیفہ، امام احمد اور امام ثوری رحمہم اللہ فرماتے ہیں:

”ڈاڑھی کا قتل عام کرنے والے پر اسی طرح دیت ہے جس طرح قتل کی دیت ہوتی ہے۔“

امام ابن مفلح رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”ڈاڑھی منڈوانا اپنی آنکھوں کی روشنی ختم کرنے کے مترادف ہے۔“

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا ہے: ”ڈاڑھی منڈوانا حرام ہے۔“

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”ڈاڑھی منڈوانا، کترانا اور تلف کرنا ناجائز ہے۔“

علامہ ابن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”تمام علما کا اتفاق ہے کہ ڈاڑھی کو بڑھانا اور لمبا کرنا فرض ہے۔“

اے نوجوان! تم نے بے شمار دلائل اور علما کی آرا سن لی ہیں، اب تم بتاؤ کہ تمھارا کیا خیال ہے؟

نوجوان: اگر ڈاڑھی رکھنا اتنا اہم فرض ہے تو ہمارے اکثر علما کیوں ڈاڑھی کتراتے ہیں؟

استاد: اے نوجوان! ہمیں اللہ تعالیٰ کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے، عام لوگوں کی پیروی کا قطعاً حکم نہیں دیا گیا۔ ہمیں صرف نص صریح یعنی قرآن و حدیث سے دلیل لینی چاہیے، کوئی کیا کرتا ہے؟ ہمیں اس سے غرض نہیں ہونی چاہیے۔

مصر کے دارالافتا کا متفقہ فتویٰ ہے کہ ڈاڑھی رکھنا واجب ہے۔

ان تمام دلائل کے پیشِ نظر ڈاڑھی کے معاملے میں ہمیں ذرا سی بھی کوتاہی کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔ قرآن مجید کی ایک اور آیت مبارکہ بھی سماعت فرما لو! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ﴾ [الأحزاب: 36]

”اور کبھی نہ کسی مومن مرد کا حق ہے اور نہ کسی مومن عورت کا کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں کہ ان کے لیے ان کے معاملے میں اختیار ہو اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے، سو یقیناً وہ گمراہ ہو گیا، واضح گمراہ ہونا۔“

اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ڈاڑھی بڑھانا واجب اور اسے منڈوانا حرام قرار دیا ہے۔ اگر تمھارے اندر ذرا سی بھی ایمان کی رمق موجود ہے تو فوراً

پیروی کرو اور اگر ایمان کی رمق موجود نہیں تو اپنے ایمان کے بارے میں غور و فکر کرو اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت سے ڈر کر اپنے ایمان کی تجدید و اصلاح کرو۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ [النور: 63]

''سو لازم ہے کہ وہ لوگ ڈریں جو اس کا حکم ماننے سے پیچھے رہتے ہیں کہ انھیں کوئی فتنہ آ پہنچے، یا انھیں دردناک عذاب آ پہنچے۔''

نوجوان: آپ کی ساری گفتگو سے مجھے جو بات سمجھ آئی، وہ یہ ہے کہ ڈاڑھی منڈوانا حرام اور کبیرہ گناہ ہے۔

استاد: اللہ تعالیٰ تمھیں حق بات قبول کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ بعض نادان لوگوں کا خیال ہے کہ یہ صغیرہ گناہ ہے، حالانکہ ان کا یہ خیال باطل ہے۔ تم نے بالکل ٹھیک سمجھا کہ یہ کبیرہ گناہ ہے اور بسا اوقات اس گناہ کی سنگینی دیگر کبیرہ گناہوں سے بڑھ جاتی ہے، کیونکہ یہ شریعت کی کھلم کھلا نافرمانی ہے اور اس طرح کھلم کھلا نافرمانی کرنے والے کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« كُلُّ أُمَّتِي مُعَافًى إِلَّا الْمُجَاهِرِيْنَ »[1]

''میری تمام امت کو معاف کر دیا جائے گا سوائے کھلم کھلا گناہ کرنے والوں کے۔''

اسی طرح یہ جرم اس وقت اور بڑھ جاتا ہے، جس لوگ ڈاڑھی کو مکروہ سمجھتے ہیں، مذاق کرتے ہیں اور طرح طرح کی باتیں کرتے ہیں، کیونکہ شریعت

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [6069] صحيح مسلم، رقم الحديث [2990]

کے احکامات کو ناپسند کرنے والوں کے تمام اعمال باطل ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ﴾

[محمد: 9]

''یہ اس لیے کہ بے شک انھوں نے اس چیز کو ناپسند کیا جو اللہ نے نازل کی تو اس نے ان کے اعمال ضائع کر دیے۔''

میرے بھائی! اللہ تعالیٰ سے توبہ کر لو اور ڈاڑھی منڈوانے سے باز آ جاؤ، اسے اسی طرح رہنے دو، جس طرح اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے، اس نافرمانی کا ارتکاب کر کے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دعوت نہ دو۔ تم لوگ نمازیں پڑھتے ہو، روزے رکھتے ہو، دیگر عبادات کا اہتمام بھی کرتے ہو، لیکن ڈاڑھی کے معاملے میں تمھیں کیا ہو جاتا ہے؟ کیا یہ بھی نماز، روزے اور دیگر احکامات کی طرح اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں ہے؟ اگر دونوں حکم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ہیں تو دونوں پر عمل کے وقت یہ تضاد کیوں ہے؟

تم ڈاڑھی کے معاملے میں کمزور کیوں واقع ہو جاتے ہو؟ کیا تم نے قرآن مجید کی یہ آیت مبارکہ نہیں سنی:

﴿ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰۤى اَشَدِّ الْعَذَابِ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴾

[البقرة: 85]

''پھر کیا تم کتاب کے بعض پر ایمان لاتے ہو اور بعض کے ساتھ کفر کرتے ہو؟ تو اس شخص کی جزا جو تم میں سے یہ کرے اس کے سوا کیا

ہے کہ دنیا کی زندگی میں رسوائی ہو اور قیامت کے دن وہ سخت ترین عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے اور اللہ ہرگز اس سے غافل نہیں جو تم کرتے ہو۔‘‘

ارے بھائی! اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے تمام احکامات خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے؛ سب پر عمل کرو، تم دنیا اور آخرت میں سعادت پاؤ گے۔

دکاندار کو نصیحت:

اے میرے دکاندار بھائی! تم نے ساری گفتگو سنی ہے۔ اب یہ بھی اچھی طرح جان لو کہ جس طرح ڈاڑھی منڈوانا حرام ہے، اسی طرح ڈاڑھی مونڈنے کی اجرت وصول کرنا بھی حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ جب کسی چیز کو حرام قرار دیتے ہیں تو اس کی قیمت بھی حرام ہو جاتی ہے، لہٰذا کوشش کرو کہ تمھاری دکان اس حرام کاروبار سے پاک ہو جائے، اس میں سنتِ رسول ﷺ کی توہین اور تذلیل نہ ہو۔

رسول اللہ ﷺ نے ایسے آدمی سے براءت کا اعلان کیا ہے، جو آپ ﷺ کی سنت سے منہ پھیرتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي))[1]

’’جو شخص میری سنت سے اعراض کرتا ہے وہ مجھ سے نہیں۔‘‘

تمھارا صالون اسلام کے حقوق و واجبات کی پامالی میں ہرگز استعمال نہیں ہونا چاہیے، ورنہ تم بھی گناہ اور زیادتی کے کام پر تعاون میں برابر کے ذمے دار ہو گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5063] صحيح مسلم، رقم الحديث [1401]

الْعُدْوَانِ﴾ [المائدة: 2]

''اور نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔''

حرام ذرائع سے کمایا گیا مال خیر و برکت سے محروم ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« كُلُّ جَسَدٍ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ فَالنَّارُ أَوْلٰى بِهِ »[1]

''ہر وہ جسم جو حرام کمائی سے پرورش پائے، وہ آگ کا زیادہ حق دار ہے۔''

میرے پیارے بھائیو! اپنے ایمان کو پختہ کرو اور اپنے اللہ پر مکمل بھروسا رکھو، اس بات کی ہرگز پروا نہ کرنا کہ ڈاڑھی مونڈنا چھوڑ دینے سے رزق میں کمی واقع ہوگی، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ﴾ [الطلاق: 2-3]

''اور جو اللہ سے ڈرے گا وہ اس کے لیے نکلنے کا کوئی راستہ بنا دے گا اور اسے رزق دے گا جہاں سے وہ گمان نہیں کرتا۔''

یعنی اللہ تعالیٰ ایسے آدمی کے تمام دینی و دنیاوی معاملات میں اس کے لیے کافی ہو جاتے ہیں۔ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے لیے کسی چیز کو چھوڑا، اللہ تعالیٰ اس کو اس سے بہتر عطا فرمائیں گے۔ اس بات پر یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتے، انسان کو جلد بازی سے بچنا چاہیے اور صبر کے ساتھ حلال کی جستجو کرنی چاہیے۔ حلال کی تھوڑی روزی حرام کی زیادہ روزی سے بہتر

[1] صحیح الجامع، رقم الحدیث [4519]

اور بابرکت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَ الطَّيِّبُ وَ لَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ ﴾

[المائدة:100]

''کہہ دے ناپاک اور پاک برابر نہیں، خواہ ناپاک کی کثرت تجھے تعجب میں ڈالے۔''

اگر فرض کر لیا جائے کہ ڈاڑھی مونڈنا چھوڑ دینے سے رزق میں کمی ہوگی اور نفع کم ہوگا تو ایسی صورت میں یہ قطعاً اچھا کام نہیں ہوگا کہ مسلمان زیادہ نفع اور زیادہ رزق کی لالچ میں حرام کا ارتکاب کرے، بلکہ ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے رزق پر صبر، شکر، قناعت اور رضامندی کا اظہار کرنا چاہیے۔ بسا اوقات اللہ تعالیٰ انسان کے ایمان، یقین اور توکل کو پرکھنے کے لیے اسے معاشی طور پر آزمائش میں ڈال دیتے ہیں اور اس کے بعد آدمی کے اسی آزمائش پر پورا اترنے کی صورت میں، حرام کا ارتکاب نہ کرنے کی صورت میں، صبر و شکر کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے دیے پر قناعت کرنے کی صورت میں اللہ تعالیٰ اس آدم کے لیے رزق کے بے شمار دروازے کھول دیتے ہیں۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ حرام مال بہت جلد ختم ہو جاتا ہے اور ہمیشہ کا عذاب باقی رہتا ہے۔

نوجوان: میں جلد اللہ تعالیٰ سے توبہ کروں گا اور ڈاڑھی بھی رکھوں گا۔

استاد: کیا تمھیں اس چیز کا پورا یقین ہے کہ تم مزید زندہ رہو گے؟ تمھیں توبہ کا موقع مل جائے گا اور تم ڈاڑھی رکھ پاؤ گے؟ ارے بھائی! ابھی سے عہد کرو، ابھی سے توبہ کرو، موت کا کوئی پتا نہیں کب آ جائے۔

(نوجوان کھڑا ہوا، منہ سے کریم صاف کی اور دوسرے نوجوانوں کے ساتھ

مل کر بلند آواز سے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور ابھی سے ڈاڑھی رکھنے کا عزم کرلیا)

نوجوان: اللہ تعالیٰ ہمیں معاف فرمائے۔ ہمیں تو علم ہی نہ تھا کہ شریعت میں ڈاڑھی کی اتنی زیادہ اہمیت ہے اور اتنی نصوص اس کے وجوب پر دلالت کرتی ہیں۔

حجام: آج کے بعد میں بھی کسی کی ڈاڑھی نہیں مونڈوں گا۔

استاد: اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت عطا فرمائے اور سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

چھیالیسواں باب

سر پر کچھ بال چھوڑنے اور کچھ مونڈنے کا بیان

استاد صاحب حجام سے باتوں میں مصروف تھے کہ ایک نوجوان ڈاڑھی منڈوانے کے لیے حمام میں داخل ہوا۔

حجام: آج سے ہم نے ڈاڑھی مونڈنا چھوڑ دیا ہے۔

نوجوان: کیوں؟ ہم اتنے عرصے سے حجامت کے لیے آپ کے صالون پر آ رہے ہیں، آج سے کوئی خاص بات ہے؟

حجام: آج ہمیں اس شیخ کی برکت سے ڈاڑھی کے مقام و مرتبے کا علم ہوا ہے، اس لیے ہم نے ڈاڑھی مونڈنا چھوڑ دیا ہے۔

(استاد صاحب کی نظر نوجوان کے سر پر پڑی، اس نے سر کے اطراف سے بال منڈوائے تھے اور سر کے اوپر اور درمیان میں لمبے لمبے بال چھوڑے ہوئے تھے۔ اسے پیالہ کٹنگ کہتے ہیں۔

استاد: تم نے بالوں کا کیا حلیہ بنایا ہوا ہے؟

نوجوان: یہ کٹنگ کا ایک ڈیزائن ہے۔

استاد: یہ ڈیزائن کہاں سے آیا ہے؟

نوجوان: یہ یورپ سے آیا ہے اور ہمارے بے شمار نوجوان اسے پسند کرتے ہیں۔

استاد: لاحول ولا قوة إلا باللہ... سچ فرمایا تھا رسول اللہ ﷺ نے کہ

« لَتَتَّبِعُنَّ سَنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ ، شِبْراً بِشِبْرٍ ، أَوْ ذِرَاعاً بِذِرَاعٍ ، حَتّٰى لَوْ سَلَكُوْا جُحْرَ ضَبٍّ لَسَلَكْتُمُوْهُ. قَالُوْا: اَلْيَهُوْدُ وَالنَّصَارىٰ؟ قَالَ: فَمَنْ؟ »[1]

''البتہ ضرور تم پہلی امتوں کی پیروی کرو گے، بالشت کے بدلے بالشت اور ہاتھ کے بدلے ہاتھ (یعنی قدم بہ قدم) یہاں تک کہ اگر وہ کسی گوہ کے سوراخ میں داخل ہوئے ہوں تو تم بھی اس میں داخل ہو گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم (پہلی امتوں سے مراد) یہود و نصاریٰ ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور کون ہو سکتا ہے؟''

ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کی تقلید کرنے والے مسلمانوں کے لیے شدید وعید بیان فرمائی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ »[2]

''جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے تو وہ انھی میں سے ہے۔''

کس قدر افسوس کی بات ہے کہ اگر یورپ کے لوگ جوتے سر پر رکھ کر ننگے پاؤں چلنا شروع کر دیں تو ہمارے نوجوان ان کی تقلید میں آنکھیں بند کر کے بڑی خوشی کے ساتھ اس طریقے کو بھی اپنا لیں گے۔

نوجوان: استاد صاحب! کیا یہ حرام ہے؟

استاد: اگرچہ حرام نہ ہو، لیکن اس میں کفار سے مشابہت تو پائی جا رہی ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی حرمت بھی ثابت ہے،

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [3456] صحيح مسلم، رقم الحديث [2669]

[2] **صحيح**. سنن أبي داود، رقم الحديث [6119]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

«نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْقَزَعِ »[1]

''رسول اللہ ﷺ نے قزع سے منع فرمایا ہے۔''

نوجوان: قزع کا کیا معنی ہے؟

استاد: امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''قزع کا معنی یہ ہے کہ سر کے کچھ حصے کے بال منڈوا دینا اور کچھ کے نہ منڈوانا۔''[2]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک بچہ دیکھا جس کے سر کے کچھ بال مونڈے ہوئے تھے اور کچھ چھوڑے ہوئے تھے، آپ ﷺ نے ایسا کرنے سے منع کیا اور فرمایا:

«اِحْلِقُوْا كُلَّهٗ أَوِ اتْرُكُوْهُ كُلَّهٗ »[3]

''سر کے تمام بال منڈوا دو یا تمام چھوڑ دو۔''

بعض علما کا خیال ہے کہ ایسی وضع قطع اور کٹنگ شیطانی ہے یا یہودیوں والی ہے۔[4]

تم خود اپنے آپ پر غور کرو کہ تم اپنے دشمنوں کی مشابہت اختیار کر رہے ہو، لیکن تمھیں اس کا احساس تک نہیں ہے۔

نوجوان: استاد صاحب! اتنی سختی نہ کریں، یہ روشن خیالی کا دور ہے۔

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5920] صحيح مسلم، رقم الحديث [2120]

[2] شرح مسلم [107/14]

[3] **صحيح**. سنن أبي داود، رقم الحديث [4195]

[4] شرح صحيح مسلم [107/14]

استاد: یہ روشن خیالی نہیں، بلکہ فضول اور بیہودہ فیشن پرستی ہے۔ یاد رکھو! تمھیں یہود و نصاری کی تقلید سے کچھ نہیں ملے گا۔ تمھارے لیے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی پیروی ہی میں کامیابی ہے اور تمھیں اپنے دین و عقیدے کو مضبوطی سے تھام لینا چاہیے اور ہم سب کو اس پر فخر ہونا چاہیے۔ ہماری اپنی تہذیبی روایات ہیں جو مغرب سے ہزار درجہ بہتر ہیں۔ اہلِ مغرب کی روایات تو اس قدر گھٹیا اور پست ہیں کہ کوئی بھی صاحبِ ایمان آدمی ان سے متاثر نہیں ہوتا، جب کہ ہماری تہذیبی روایات تو ہر مسلم و غیر مسلم کو متاثر کرتی ہیں۔

نوجوانو! کاش تم جدید ٹیکنالوجی اور نئی نئی دریافتوں میں ان کا مقابلہ کر رہے ہوتے، لیکن افسوس! آج تم ان کی گھٹیا اور رذیل عادات کی تقلید کر رہے ہو۔

نوجوانو! اللہ سے ڈر جاؤ اور اس حقیقت کو بھانپ لو کہ تمھارا دشمن تمھیں کن خطرناک راستوں پر ڈالنا چاہتا ہے۔ اگر تمھارا دشمن اپنے عزائم میں کامیاب ہوگیا تو یاد رکھنا اس وقت تمھارے پاس سوائے ندامت کے اور کوئی چارہ کار نہ ہوگا۔

نوجوان: (نوجوان شرمندہ ہوتے ہوئے بولا) استاد صاحب! میں آپ سے معذرت کرتا ہوں۔

استاد: مجھ سے معذرت نہ کرو، بلکہ اپنے اللہ سے توبہ کرو۔

نوجوان: میں اللہ سے توبہ کرتا ہوں اور عہد کرتا ہوں کہ آئندہ ایسی حرکت نہیں کروں گا۔

استاد: اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت عطا فرمائے۔

سینتالیسواں باب

مرد حجام کا عورتوں کے بال کاٹنا

حمام پر موجود نوجوانوں میں سے ایک نوجوان بولا:

نوجوان: استاد صاحب! میں آپ سے ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں؟

استاد: جی پوچھیں۔

نوجوان: میرا بیوٹی پارلر ہے۔ میں وہاں پر دلہنوں کو تیار کرتا ہوں، کیا یہ ٹھیک ہے؟

استاد: یہ بالکل ٹھیک نہیں۔ کسی مرد کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی عورت کے بال کاٹے۔ تم خود غور کر کے بتاؤ کہ اگر کسی عورت کو دیکھنا حرام ہے تو اسے چھونا، اس کے بال پکڑنا وغیرہ کیسے جائز ہو سکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوا مِنْ اَبْصَارِهِمْ ﴾ [النور: 30]

''مومن مردوں سے کہہ دے اپنی کچھ نگاہیں نیچی رکھیں۔''

﴿ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ ﴾ [النور: 31]

''اور مومن عورتوں سے کہہ دے اپنی کچھ نگاہیں نیچی رکھیں۔''

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لَأَنْ يُّطْعَنَ فِيْ رَأْسِ أَحَدِكُمْ بِمِخْيَطٍ مِنْ حَدِيْدٍ خَيْرٌ لَّهُ مِنْ أَنْ يَّمَسَّ امْرَأَةً لَا تَحِلُّ لَهُ» [1]

---

[1] الطبراني، صحيح الجامع، رقم الحديث [5045]

''تم میں سے کسی کے سر میں لوہے کی کنگی پھیری جائے، یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی ایسی عورت کو ہاتھ لگائے جو اس کے لیے حلال نہ ہو۔''

ان واضح نصوص کے ہوتے ہوئے کیسے کوئی حجام کسی عورت کے بال کاٹ سکتا ہے؟ جب کہ وہاں بات صرف بال کاٹنے تک ہی محدود نہیں رہتی، بلکہ اور بہت سے غیر شرعی کام بھی ہوتے ہیں، مثلاً بے پردگی، مرد و زن کا اختلاط وغیرہ۔ لوگ یہ کیسے گوارا کر لیتے ہیں کہ ان کی ماں، بہن، بیٹی کسی غیر محرم کے سامنے بیٹھے اور اس سے بال کٹوائے؟ ذرا شرم و حیا نہیں آتی ایسے لوگوں کو جو خود اپنی عورتوں کو حجام کے حوالے کر آتے ہیں، تاکہ وہ ہاتھوں، آنکھوں، ناک اور کان وغیرہ کا خوب زنا کرے۔ استغفر اللہ...... اور حد یہ ہے کہ بیوٹی پارلروں کے باہر لکھا ہوتا ہے، ''مردوں کا داخلہ ممنوع ہے''

آج حالات یہ ہیں کہ ایسی ایسی کریمیں ایجاد ہو چکی ہیں، جن کو جسم کے ظاہری اعضا پر اس لیے لگایا جاتا ہے، تاکہ ان اعضا کا رنگ بھی لباس کے رنگ کے ساتھ ہم آہنگ ہو جائے اور لباس وہ ہوتا ہے جس میں بازو، ٹانگیں اور سینہ وغیرہ ننگا نظر آتا ہے اور بڑی بے شرمی کے ساتھ حجام اپنے ہاتھوں سے وہ کریمیں عورت کے جسم پر ملتا ہے۔

ایسی عورتوں کے ذمے دار مرد دیوث ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ دَيُّوثٌ. قَالُوا: وَمَنِ الدَّيُّوثُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: الَّذِي يُقِرُّ الْخَبَثَ فِي أَهْلِهِ»[1]

''دیوث جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ صحابہ کرام نے پوچھا: اے اللہ

[1] حسن. مصنف عبد الرزاق [243/11]

کے رسول ﷺ! دیوث کون ہے؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: وہ شخص جو اپنے گھر والوں میں خباثت دیکھ کر خاموش رہتا ہے۔''

کیا اپنی عورتوں کو غیر محرم کے سامنے اس انداز سے پیش کرنے سے بھی بڑی کوئی خباثت ہو سکتی ہے؟

نوجوان: اگر میری نیت بالکل صاف ہو، اس میں کوئی فتور وغیرہ نہ ہو تو؟

استاد: ارے بھائی! جب یہ کام ہی حرام ہے تو پھر نیت خواہ صاف ہو یا نہ صاف ہو، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا اور یہ بات بھی یاد رکھو کہ جو کام حرام ہو، اس کی اجرت بھی حرام ہوتی ہے۔ صاف نیت کسی حرام چیز کو حلال نہیں بنا دیتی۔ تم فوراً اس کام کو چھوڑ کر اللہ سے توبہ کرو اور کوئی نئی ملازمت تلاش کرو۔ یہ کام تو سراسر تمام اعضا آنکھ، ہاتھ، ناک اور کان کا زنا ہے، جو بندے کو شرم گاہ کے زنا کی طرف لے جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«كُتِبَ عَلَى ابْنِ آدَمَ نَصِيبُهُ مِنَ الزِّنَا مُدْرِكٌ ذٰلِكَ لَا مَحَالَةَ، فَالْعَيْنَانِ زِنَاهُمَا النَّظَرُ، وَالْأُذُنَانِ زِنَاهُمَا الْاِسْتِمَاعُ، وَاللِّسَانُ زِنَاهُ الْكَلَامُ، وَالْيَدُ زِنَاهَا الْبَطْشُ، وَالرِّجْلُ زِنَاهَا الْخُطَا، وَالْقَلْبُ يَهْوِي وَ يَتَمَنّٰى، وَيُصَدِّقُ ذٰلِكَ الْفَرْجُ أَوْ يُكَذِّبُهُ»[1]

''انسان پر زنا میں سے اس کا حصہ لکھ دیا گیا ہے، جس سے وہ لازمی دوچار ہوگا، آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے، کانوں کا زنا سننا ہے، زبان کا زنا بولنا ہے، ہاتھوں کا زنا پکڑنا ہے، پاؤں کا زنا چلنا ہے، دل خواہش

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [6243] صحيح مسلم، رقم الحديث [2657]

اور آرزو کرتا ہے، اس کے بعد شرمگاہ اس (خواہش) کی تصدیق کرتی ہے یا تکذیب۔''

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اچھے کاموں کی توفیق عطا فرمائے اور نافرمانی والے کاموں سے بچائے۔ آمین

اڑتالیسواں باب

جسم پر نقش و نگار اور بیل بوٹے بنوانا

نوجوان: استاد صاحب! ہم عورتوں کے چہرے، ہاتھوں پر نقش و نگار اور بیل بوٹے بناتے ہیں۔ یہ بھی زیب و زینت کی ایک صورت ہے۔ کیا یہ جائز ہے؟

استاد: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ»[1]

"اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے مصنوعی بال جوڑنے والیوں پر، جڑوانے والیوں پر، گودنے والیوں پر اور گدوانے والیوں پر۔"

"اَلْوَاشِمَةُ" یعنی وہ عورت جو نقش و نگار بنانے والی ہے، خواہ اپنے جسم پر یا کسی دوسری عورت کے جسم پر۔

"اَلْمُسْتَوْشِمَةُ" یعنی وہ عورت جس کے جسم پر نقش و نگار بنائے جاتے ہیں۔

ایسی دونوں عورتیں ملعون ہیں اور یاد رہے یہ حکم صرف عورتوں کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ مرد و خواتین دونوں کے لیے عام ہے، اس حدیث میں اکیلی عورتوں کا ذکر صرف اس لیے کیا گیا ہے، کیونکہ وہ مردوں کی بہ نسبت ان چیزوں کا زیادہ اہتمام کرتی ہیں۔

وشم سے مراد ہاتھ، پیشانی یا جسم کے کسی حصے میں سوئی گاڑنا، اس کے

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5937] صحيح مسلم، رقم الحديث [2124]

بعد سوئی کی جگہ میں سرمہ، چونا یا کوئی بھی روشنائی بھر دینا جس کے نشانات جلد کے اندر باقی رہ جائیں۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ وَالنَّامِصَاتِ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ اَلْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰهِ»[1]

''اللہ تعالیٰ نے حُسن کے لیے گودنے والیوں، گدوانے والیوں پر، بال نوچنے والیوں پر، حُسن کے لیے دانتوں کے درمیان فاصلہ پیدا کرنے والیوں پر اور اللہ کی تخلیق میں تبدیلی کرنے والیوں پر لعنت فرمائی ہے۔''

یہ خبر بنو اسد کی ایک عورت کو پہنچی، جس کا نام ام یعقوب تھا۔ وہ قرآن پڑھا کرتی تھی۔ وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور کہنے لگی: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم نے گودنے، گدوانے، منہ کے بال اکھاڑنے، اکھڑوانے والیوں اور دانتوں کو کشادہ کرنے والیوں اور اللہ کی خلقت بدلنے والیوں پر لعنت کی ہے، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے، میں اس پر لعنت کیوں نہ کروں؟ پھر یہ تو اللہ کی کتاب میں موجود ہے، اس عورت نے کہا: میں نے تو دو گتوں میں جس قدر قرآن تھا پڑھ لیا ہے، مجھے تو نہیں ملا؟ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر تو غور سے پڑھتی تو تجھے مل جاتا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾

[الحشر: 7]

''اور رسول تمھیں جو کچھ دے تو وہ لے لو اور جس سے تمھیں روک دے تو رک جاؤ۔''

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5931] صحيح مسلم، رقم الحديث [2125]

اس عورت نے کہا: ان چیزوں میں سے کچھ چیزیں تو میں نے تمھاری عورت میں دیکھی ہیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: جا دیکھ، وہ ان کی عورت کے پاس گئی تو کچھ نہ پایا، پھر لوٹ کر آئی اور کہنے لگی: میں نے ان میں سے کوئی چیز نہیں دیکھی۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر وہ ایسا کرتی تو ہم اس سے محبت نہ کرتے۔[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لائی گئی، جو گودنے کا کام کرتی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر (صحابہ سے) کہا: میں تمھیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کسی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے گودنے والی کے متعلق کچھ سنا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کھڑے ہو کر عرض کی: امیر المومنین! میں نے سنا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا سنا ہے؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا:

«لَا تَشِمْنَ وَلَا تَسْتَوْشِمْنَ»[2]

''گودنے کا کام نہ کرو اور نہ گدواؤ۔''

ایسی چیزوں میں ملاوٹ اور دھوکا پایا جاتا ہے، جس کی وجہ سے مندرجہ بالا احادیث میں ان کی مذمت اور شدید وعید بیان کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ یہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق کو بدلنے کے مترادف ہے، اس لیے یہ کام جائز ہے اور نہ اس کی اجرت۔

نوجوان: لیکن میرے روزگار کا تو یہی ایک ذریعہ ہے، اب میں کیا کروں؟

استاد: اس چیز کی حرمت سن لینے کے بعد یہ پوچھنے کا جواز نہیں رہتا کہ میں کیا کروں؟ میرے بھائی تم فوراً اسے چھوڑ کر کوئی حلال ذریعے سے روزی تلاش کرو۔

نوجوان: جزاك الله! میں ان شاء اللہ ضرور عمل کروں گا۔

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5931] صحيح مسلم، رقم الحديث [2125]

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث [5946]

انچاسواں باب

بالوں کو سیاہ کرنا (خضاب لگانا)

نوجوان: استاد صاحب! ایک اور مسئلہ ہے۔

استاد: ہاں، بیان کریں۔

نوجوان: میں اپنے بالوں کو سیاہ کیا کرتا تھا، اس کا کیا حکم ہے؟

استاد: بالوں کو سیاہ کرنا مندرجہ ذیل حدیث کی وجہ سے حرام ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« يَكُونُ قَوْمٌ يَخْضِبُونَ فِي آخِرِ الزَّمَانِ بِالسَّوَادِ كَحَوَاصِلِ الْحَمَامِ لَا يَرِيحُونَ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ »[1]

''آخر زمانے میں ایسے لوگ ہوں گے، جو سیاہ رنگ سے اپنے بال رنگیں گے، جیسے کبوتروں کے سینے ہوتے ہیں۔ یہ لوگ جنت کی خوشبو نہیں پائیں گے۔''

نوجوان: أستغفر اللہ! اتنا سخت عذاب کہ جنت کی خوشبو بھی نصیب نہیں ہوگی!!

استاد: ہمارے بے شمار بوڑھے لوگ اپنے بالوں کو سیاہ کرتے ہیں، جس کے مندرجہ ذیل مفاسد ہیں:

① اس سے اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں ملاوٹ ہوتی ہے۔

[1] صحيح. سنن أبي داود، رقم الحديث [4212]

② اس سے انسان حقیقت کے برعکس نظر آتا ہے، جب کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

«اَلْمُتَشَبِّعُ بِمَا لَمْ يُعْطَ كَلَابِسِ ثَوْبَيْ زُوْرٍ» [1]

''ایسی چیز ظاہر کرنے والا جو حقیقت میں اس کی نہ ہو، اس شخص کی طرح ہے جس نے جھوٹ کا لباس پہنا ہوا ہے۔''

③ دوسرے لوگوں پر اس چیز کا اچھا اثر نہیں پڑتا، کیونکہ یہ فریب اور دھوکے کی ایک قسم ہے۔

نوجوان: یعنی مطلقاً بالوں کو سیاہ کرنا حرام ہے؟

استاد: نہیں مطلقاً حرام نہیں، بلکہ ایک صورت ایسی ہے جس میں بالوں کو سیاہ کیا جا سکتا ہے۔

نوجوان: وہ کون سی صورت ہے؟

استاد: دشمن کے ساتھ جنگ کے وقت بال سیاہ کرنا جائز ہے، کیونکہ اس سے تمام لوگ نوجوان اور طاقتور نظر آئیں گے، جس سے دشمن گھبرا جائے گا اور اس کے دل میں مسلمانوں کا خوف بیٹھ جائے گا۔

نوجوان: سیاہ رنگ کے علاوہ کسی اور رنگ کا کیا حکم ہے؟

استاد: نبی مکرم ﷺ سے ثابت ہے کہ منہدی وغیرہ کے ساتھ سفید بالوں کا رنگ بدلا جا سکتا ہے، یعنی انھیں زرد یا سرخ کیا جا سکتا ہے، جیسا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے والد ابوقحافہ کے بارے میں آتا ہے کہ ان کو فتح مکہ کے دن نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر کیا گیا، ان کا سر اور ڈاڑھی ثغامہ (درخت) کی طرح سفید تھی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5219] صحيح مسلم، رقم الحديث [2130]

«غَيِّرُوا هٰذَا الشَّيْبَ بِشَيْءٍ وَاجْتَنِبُوا السَّوَادَ»[1]

''اس سفیدی کا رنگ کسی چیز کے ساتھ تبدیل کر دو اور انھیں سیاہ رنگ سے بچانا۔''

اس حکم میں مرد و عورت دونوں برابر ہیں، یعنی دونوں کے لیے بال سیاہ کرنا ممنوع اور سرخ یا زرد کرنا جائز ہے۔ بال سیاہ کرنے کی اجرت وصول کرنا بھی حرام ہے، کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«وَ إِنَّ اللّٰهَ إِذَا حَرَّمَ شَيْئًا حَرَّمَ ثَمَنَهُ»[2]

''اللہ تعالیٰ جب کسی چیز کو حرام کر دیتے ہیں تو اس کی قیمت کو بھی حرام کر دیتے ہیں۔''

نوجوان: جزاك الله خيراً.

---

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث [2102] سنن ابن ماجه، رقم الحديث [3624]

[2] مسند أحمد [293/1] صحيح الجامع، رقم الحديث [5107]

پچاسواں باب

اصلی بالوں کے ساتھ نقلی بالوں (وِگ) کو جوڑنا

ساتھ والا حجام بھی وہاں آ گیا اور گفتگو سننے لگا۔ استاد صاحب نوجوان کے سوال کا جواب دے کر فارغ ہوئے تو وہ حجام بولا: استاد صاحب! مجھے بھی ایک سوال کا جواب دیں۔

استاد: جی کیا سوال ہے؟

حجام: شریعت میں "باروکہ" (وِگ) یعنی خوبصورتی بڑھانے کی خاطر اصل بالوں کے ساتھ نقلی بالوں کو جوڑنے کا کیا حکم ہے؟

استاد: اس کے حرام ہونے میں بھی کوئی شک نہیں، کیونکہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی تو اس نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ میں نے اپنی ایک بیٹی کی شادی کی ہے اور اب وہ بیمار ہوگئی ہے، جس کی وجہ سے اس کے بال جھڑنے لگے ہیں۔ کیا میں ان کے ساتھ مصنوعی بال لگا دوں؟ آپ ﷺ نے جواب دیا:

«لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ»[1]

"اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے مصنوعی بال لگانے والی اور لگوانے والی پر۔"

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5935] صحيح مسلم، رقم الحديث [2122]

« زَجَرَ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ تَصِلَ الْمَرْأَةُ بِرَأْسِهَا شَيْئًا »[1]

"نبی ﷺ نے ڈانٹا کہ عورت اپنے سر میں کوئی (مصنوعی) چیز لگائے۔"

آج ہمارے دور میں مردوں اور عورتوں کے لیے ہیر سٹائل کے نام سے اس طرح کی جتنی بھی چیزیں پائی جاتی ہیں، سب حرام ہیں، مثلاً ڈراموں اور فلموں وغیرہ میں اداکار کا اپنا بھیس بدلنے کے لیے یا کسی دوسرے بندے کی شکل اختیار کرنے کے لیے جعلی بال لگانا۔

اس بارے میں علامہ ابن عثیمین کا ایک فتوی ملاحظہ فرمائیں۔

سوال کیا عورت اپنے خاوند کی خاطر اپنے بالوں کے ساتھ جعلی بال لگوا سکتی ہے؟

جواب مصنوعی بال لگانا اور لگوانا حرام ہے اور نبی مکرم ﷺ نے ایسی دونوں عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔ باروکہ (وِگ) کا استعمال اگرچہ خاوند کی رضامندی اور اجازت سے ہو وہ حرام اور ناجائز ہے، کیونکہ اللہ کی معصیت کو کسی کی رضامندی اور اجازت جائز نہیں کر سکتی۔[2]

عالمی مجلس فتاویٰ نے فتویٰ دیا ہے کہ باروکہ خواہ کسی بھی شکل میں ہو، وہ حرام ہے، کیونکہ اس میں کافر عورتوں کے ساتھ مشابہت پائی جاتی ہے اور مسلمان عورت زیب و زینت کی آڑ میں کوئی بھی ایسا کام نہیں کر سکتی، جس میں غیر مسلم عورتوں سے مشابہت پائی جائے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

« مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ »[3]

"جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے تو وہ انھی میں سے ہے۔"

---

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث [2126]

[2] فتاوىٰ المرأة [ص: 179]

[3] سنن أبي داود، صحيح الجامع، رقم الحديث [6149]

دوسری احادیث میں ایسی عورتوں پر لعنت کی گئی ہے۔[1]

اب آخر میں یہ بات بھی اچھی طرح سمجھ لو کہ حرام چیز کی مزدوری اور قیمت بھی حرام ہوتی ہے۔

حجام: جزاك الله.

---

[1] فتاویٰ المرأة [ص: 171]

خلاصہ

استاد اور شاگرد حمام سے فارغ ہونے کے بعد وہاں سے اجازت لے کر واپس آ گئے۔

عمار: استاد صاحب! آج کی مجلس بہت اچھی رہی۔ میرا دل چاہتا ہے کہ ہر روز اس طرح کی مجلس میں حاضر ہوا کروں۔

استاد صاحب! آج آپ نے لوگوں کو مندرجہ ذیل برائیوں سے روکا ہے:

1. مردوں اور عورتوں کا دھاگے کے ساتھ اپنے چہرے کے بال اتروانا۔
2. ڈاڑھی منڈوانا۔
3. سر کے بعض حصے کے بال منڈوا لینا اور بعض کے چھوڑ دینا۔
4. مرد حجام کا عورتوں کے بال کاٹنا۔
5. جسم پر نقش و نگار بنوانا۔
6. بالوں کو سیاہ خضاب لگوانا۔
7. اصلی بالوں کے ساتھ نقلی بال لگوانا۔

استاد: الحمد للہ۔

۲

الیکٹرونک مارکیٹ کا دورہ

استاد اور عمار حمام سے نکلے اور الیکٹرونک مارکیٹ کی طرف چل پڑے، اس مارکیٹ میں استاد صاحب کے ایک دوست فیصل کی الیکٹرونک اشیا کی بہت بڑی دکان تھی۔

استاد: عمار! میرا خیال ہے، اس مارکیٹ سے ایک ٹیپ ریکارڈر خریدتے جائیں۔

عمار: جیسے آپ کی مرضی۔

(دونوں دکان میں داخل ہوئے، فیصل صاحب نے دونوں کا پُر جوش استقبال کیا، ان کو بٹھایا اور ٹھنڈے مشروبات کے ساتھ ان کی مہمان نوازی کی)

فیصل: استاد صاحب! میں آپ سے ملنے کا بہت خواہش مند تھا۔

استاد: ہم ایک ٹیپ ریکارڈ خریدنے آئے ہیں۔

فیصل: جی ضرور خریدیں، بلکہ دکان ہی آپ کی ہے۔

استاد: جزاك الله خيراً.

اکاوناں باب

ٹیلی ویژن کی خرید و فروخت اور مرمت

استاد صاحب دکان میں چل پھر کر دیوار کے ساتھ سجے ہوئے مختلف ڈیزائن کے ٹیپ ریکارڈر دیکھنے لگے، تاکہ وہاں سے اپنی پسند کا سیٹ منتخب کریں، اچانک استاد صاحب کی نظر دکان کے ایک حصے پر پڑی جہاں بے شمار ٹیلی ویژن کے سیٹ پڑے ہوئے تھے۔

استاد: (تعجب کے ساتھ فیصل سے مخاطب ہوئے) فیصل صاحب! کیا آپ ٹیلی ویژن بھی فروخت کرتے ہیں؟

فیصل: (حیران ہو کر بولا) ہاں، کیا اس میں کوئی حرج ہے؟

استاد: تم شرمندہ ہوئے بغیر ہاں کہہ رہے ہو، کوئی ایک حرج؟ اس میں تو بے شمار حرج ہیں۔

فیصل: کیسے؟ ذرا وضاحت کریں!

استاد: ٹیلی ویژن کی خرید و فروخت تو قطعی طور پر حرام ہے۔

فیصل: یہ کیسے حرام ہے اور اس کی کیا دلیل ہے؟

استاد: اس خبیث اور ملعون چیز میں مندرجہ ذیل خرابیاں پائی جاتی ہیں:

① ٹیلی ویژن نوجوانوں کی تربیت پر بُری طرح سے اثر انداز ہوتا ہے۔

② ٹیلی ویژن نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کے درمیان فحاشی، عریانی اور بدتہذیبی

کو فروغ دیتا ہے۔

③ ٹیلی ویژن سے ڈاکا زنی، چوری کے طریقے عام ہوتے ہیں، جس سے پیشہ ور چوروں کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔

④ ٹیلی ویژن سے عورتوں میں ہٹ دھرمی اور خاوندوں کی نافرمانی کے جذبات ابھرتے ہیں، جو بعد میں شکوک وشبہات اور طلاق کا موجب بنتے ہیں۔

⑤ ٹیلی ویژن سے اخلاق رذیلہ، مثلاً جھوٹ، خیانت، فسق، جعل سازی اور ملمع سازی وغیرہ فروغ پاتی ہے۔

⑥ اسلامی تہذیب وتمدن اور روایات کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔

⑦ اس کی وجہ سے طالب علموں کا پڑھنے کا وقت ضائع ہوتا ہے۔

⑧ ٹیلی ویژن کے سامنے بیٹھنے سے اس کی شعائیں انسانی جسم پر بری طرح اثر انداز ہوتی ہیں۔

⑨ اس کی وجہ سے لوگوں کا جتنا وقت ضائع ہوتا ہے، اس کا قومی معیشت کی بربادی پر بہت اثر پڑتا ہے۔

⑩ بچوں کے ہاں عقیدہ توحید ایک کھیل بن جاتا ہے۔

⑪ شرم وحیا اور غیرت کا قتل عام ہوتا ہے اور لچر پن کو فروغ ملتا ہے۔

⑫ مسلمانوں کا کفار کے ساتھ دوستی ودشمنی کا نظریہ شدید متاثر ہوتا ہے۔

⑬ اسلامی تاریخ کو غلط رنگ دے کر نشر کیا جاتا ہے۔

⑭ ٹیلی ویژن میں مشغول رہنے کی وجہ سے والدین اپنی اولاد کے معاملے میں بے پروائی اور کوتاہی کا شکار رہتے ہیں۔

⑮ تمباکو نوشی کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔

⑯ ٹیلی ویژن عبادات مثلاً نماز وغیرہ میں غفلت کا سبب بنتا ہے۔

⑰ اس سے اسلامی وحدت اور عالمی بھائی چارے کو نقصان پہنچتا ہے اور قومیت پرستی کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔

یہ چند وہ نقصانات ہیں، جو عمومی طور پر ٹیلی ویژن میں پائے جاتے ہیں۔ اس کی مزید تفصیل ابو عمار وحید بالی کی کتاب ''المتهم الأول'' میں دیکھی جاسکتی ہے۔

فیصل: شریعت میں اس کا کیا حکم ہے؟

استاد: ابو عمار وحید بالی نے اس کا شرعی حکم بھی واضح کیا ہے۔

فیصل: انھوں نے کیا حکم بیان کیا ہے؟

استاد: انھوں نے لکھا ہے کہ بلاشبہہ ٹیلی ویژن میں دونوں طرح کی چیزیں پائی جاتی ہیں:

① فلمیں، ڈرامے، گانا بجانا اور دیگر فحش حرکات وسکنات۔

② دینی، علمی اور فائدہ مند پروگرام۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ دونوں میں سے غلبہ کس چیز کو حاصل ہے اور یہ بات طے ہے کہ غلبہ موسیقی اور ڈراما وغیرہ کو حاصل ہے۔ اکثر لوگ ٹیلی ویژن پر انھی چیزوں کو دیکھتے ہیں اور ٹیلی ویژن پر زیادہ نشریات بھی انھی چیزوں کی ہوتی ہیں، جب کہ دیگر فائدہ مند چیزیں برائے نام نشر کی جاتی ہیں اور برائے نام ہی دیکھی جاتی ہیں۔ اس اعتبار سے ٹیلی ویژن کا معاملہ شراب کی طرح ہے، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَ الْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّ

مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَ اِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا﴾ [البقرة: 219]

''تجھ سے شراب اور جوئے کے متعلق پوچھتے ہیں، کہہ دے ان دونوں میں بہت بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے کچھ فائدے ہیں اور ان دونوں کا گناہ ان کے فائدے سے بڑا ہے۔''

اس آیت مبارکہ سے یہ اصول نکلتا ہے کہ جس چیز میں گناہ نفع سے زیادہ پایا جائے وہ حرام ہے، چنانچہ ٹیلی ویژن میں بھی گناہ کی چیزیں نفع کی چیزوں سے بہت زیادہ پائی جاتی ہیں، لٰہذا یہ حرام ہے۔[1]

(اسی دوران میں دکان کا ایک ملازم صلاح استاد اور فیصل کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا اور استاد صاحب سے مخاطب ہوا)

صلاح: استاد صاحب میں نے اپنے گھر میں ٹیلی ویژن صرف خبریں سننے کے لیے رکھا ہوا ہے، کیا اس میں کوئی حرج ہے؟

استاد: دو وجوہات کی بنا پر خبریں سننے کے لیے بھی گھر میں ٹیلی ویژن نہیں رکھا جا سکتا:

1. عام طور پر خبریں پڑھنے والے مرد اور عورت دونوں ہوتے ہیں اور تمھارے لیے کسی غیر محرم عورت کو دیکھنا جائز نہیں۔
2. خبروں کے درمیان بسا اوقات بے پردہ اور نیم برہنہ شکل میں عورتوں کی تصاویر آتی ہیں، جو مختلف کمپنیوں کے اشتہارات دے رہی ہوتی ہیں، انھیں دیکھنا بھی تمھارے لیے جائز نہیں۔

صلاح: اس کے علاوہ ہم کھیلیں وغیرہ دیکھتے ہیں، کیا یہ بھی حرام ہیں؟

استاد: ٹیلی ویژن پر کھیلیں وغیرہ دیکھنے کے متعلق ابو عمار وحید بالی نے بڑی

---

[1] حكم الإسلام في وسائل الإعلام [ص: 14]

خوبصورت بات لکھی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

مندرجہ ذیل کچھ وجوہات کی بنا پر ٹیلی ویژن پر کھیلیں دیکھنا بھی ناجائز ہے:

① عام طور پر کھلاڑیوں کی رانیں ننگی ہوتی ہیں اور حدیث میں ران کو ستر کہا گیا ہے، لہٰذا کھلاڑیوں کی رانوں کو دیکھنا ناجائز ہے۔

② یہ محض وقت کا ضیاع ہے، اس میں دین اور دنیا کسی ایک کا بھی فائدہ نہیں۔

③ اس سے مسلمانوں کا کفار کے ساتھ دوستی و دشمنی والا نظریہ کمزور ہوتا ہے۔

④ دوستوں میں ایک دوسرے سے نفرت اور اختلاف کی راہ ہموار ہوتی ہے، کیونکہ ہر بندہ اپنی پسند کے کھلاڑی اور ٹیم کے بارے میں پرجوش ہوتا ہے۔

صلاح: استاد صاحب! اس میں بے شمار مفید چیزیں بھی تو ہیں۔

استاد: میں تمھارے اس اعتراض کا بھی جواب دیتا ہوں کہ اہلِ علم اس کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔

صلاح: جی بتائیں۔

استاد: بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ہم ٹیلی ویژن کا صرف مفید استعمال کرتے ہیں، ہم اس پر کوئی ایسی چیز نہیں دیکھتے جو قابل اعتراض یا غیر شرعی ہو، لیکن یہ محض ایک زبانی دعویٰ ہے، حقیقت اس کے برعکس ہے اور اس کی مندرجہ ذیل وجوہات ہیں:

① اس میں غلط چیزوں کی بہ نسبت مفید چیزیں بہت کم ہیں۔

② پروگرام کی ابتدا میں یہ اندازہ لگانا ممکن نہیں ہوتا کہ یہ مفید ہے یا غیر مفید۔

③ اگر ہم تسلیم کر لیں کہ تم اس کا صرف مفید استعمال کرتے ہو، لیکن اس چیز کی کیا گارنٹی ہے کہ تمھاری عدم موجودگی میں تمھارے بچے بھی اس کا صحیح

استعمال کرتے ہوں گے؟

④ اگر تم اپنے گھر میں اپنے بیوی بچوں پر ڈرامے وغیرہ دیکھنے پر پابندی لگا دو گے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ تمھارے گھر میں لڑائی جھگڑا ہوگا، جس کی وجہ سے گھر میں بے سکونی اور بد امنی ہوگی، لہٰذا اس سے بہتر ہے کہ اس طرح کی بد امنی برپا کرنے والی چیز کو گھر میں رکھا ہی نہ جائے۔

یہ بات تو واضح ہے کہ اگرچہ ٹیلی ویژن میں کچھ مفید چیزیں ہیں، لیکن دیگر خرابیوں کی وجہ سے یہ ایک مشتبہ چیز بن جاتی ہے اور ہمارے دین نے ہمیں مشتبہات سے بچنے کا حکم دیا ہے۔ ٹیلی ویژن کی وجہ سے معاشرہ جس بے راہ روی کا شکار ہے اور اس پر چلنے والی فلموں اور ڈراموں کے جو نتائج نکل رہے ہیں، وہ بھی کسی سے ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔

حقیقی مسلمان اپنے دین، عزت اور اپنی اولاد کو ایسی چیزوں سے بچا کر رکھتا ہے، جو ان کے لیے نقصان دہ ہوں، وہ اپنے گھر اور خاندان کو خطرناک چیزوں کے قریب بھی نہیں پھٹکنے دیتا۔

موجودہ دور میں ٹیلی ویژن انسان کی عزت، اخلاق اور اولاد کی اچھی تربیت کے حوالے سے ایک بہت بڑا خطرہ ہے۔

فیصل: استاد صاحب! اگر ہم اپنے گھر میں ٹیلی ویژن نہیں رکھتے تو ہمارے بچے ہم سے چھپ کر ہمسائیوں کے گھروں میں جا کر ڈرامے وغیرہ دیکھ لیں گے اور الٹا لوگ ہمیں طعنہ بھی دیں گے کہ یہ اپنے بچوں کے لیے ٹیلی ویژن بھی نہیں خرید سکتے، لہٰذا اگر ہم صرف بچوں کے لیے خرید لیں، خود نہ دیکھا کریں تو اس میں کیا حرج ہے؟

استاد: یہ بھی درست نہیں۔

فیصل: سبحان اللہ، اتنی بھی گنجایش نہیں ہے؟

استاد: ① برائی ہمیشہ برائی ہی رہتی ہے۔ تمھیں اپنے بچوں کو نصیحت کرنی چاہیے کہ ڈرامے وغیرہ دیکھنا خواہ کسی بھی جگہ پر ہو حرام ہے۔

② مجھے ایک بات کا جواب دو کہ اگر تمھارے ہمسائے تمھارے بچوں کو شراب پلانا شروع کر دیں اور تمھارے بچے ہر روز شوق کے ساتھ شراب پینے ہمسائیوں کے گھر چلے جایا کریں تو کیا تم اپنے گھر شراب لا کر رکھ لو گے تا کہ بچے ہمسائیوں کے گھر نہ جائیں؟ میرے خیال میں تم اپنے بچوں کو منع کرو گے اور انھیں نصیحت کرو گے کہ شراب حرام ہے اور اس کے بے شمار نقصانات ہیں، بس یہی معاملہ ٹیلی ویژن کا ہے۔

③ صرف اس لیے اپنے گھر میں ٹیلی ویژن رکھ لینا، تا کہ بچے ہمسائیوں کے گھر نہ جائیں یہ زیادہ خطرناک ہے، کیونکہ ہمسائیوں کے گھر جا کر ٹیلی ویژن دیکھنے کا موقع تو کبھی کبھار میسر آئے گا، لیکن اپنے گھر میں وہ ہمیشہ ہی دیکھیں گے۔

صلاح: ہم ابھی ٹی وی کی خرید وفروخت ترک کر دیتے ہیں اور یہ جتنے بھی ٹی وی سیٹ پڑے ہوئے ہیں، ان کو محفوظ مقام پر منتقل کر دیتے ہیں۔

استاد: میں تفصیل کے ساتھ عرض کر چکا ہوں کہ اس فحاشی کی ترویج و اشاعت اور پھیلاؤ میں شامل ہونا درست نہیں ہے، ٹیلی ویژن بیچنے والے، خریدنے والے، اس کی حفاظت کرنے والے سب لوگ گناہ میں برابر کے حصے دار ہیں اور یہی حکم وڈیو گیمز کا ہے۔

فیصل: ہم اللہ سے توبہ کرتے ہیں اور ابھی سے مکمل طور پر ٹیلی ویژن کی خرید وفروخت کے تمام معاملات ترک کر دیتے ہیں۔

بانواں باب

اصلی اور نئے پرزے نکال کر ان کی جگہ پرانے اور استعمال شدہ پرزے لگا دینا

(اسی دکان پر حسام صاحب نے دس دن سے اپنا ٹیپ ریکارڈر ٹھیک کروانے کے لیے دیا ہوا تھا)

حسام: السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔

سب لوگ: وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ۔

حسام: کیا حال ہے؟ امید ہے آپ سب خیریت سے ہوں گے۔

فیصل: الحمد للہ، ہم سب ٹھیک ہیں، اللہ کا شکر ہے۔

حسام: کیا میرا ٹیپ ریکارڈر ٹھیک ہو گیا ہے؟

صلاح: نہیں، ابھی نہیں ٹھیک ہوا، اس کے کچھ پرزے خراب ہو چکے ہیں اور کام کرنا چھوڑ گئے ہیں۔

حسام: تو آپ نے اپنے پاس سے نئے پرزے ڈال دینے تھے۔

صلاح: نئے پرزے ہمارے پاس ہیں، لیکن وہ تجارت کے لیے ہیں۔

حسام: کیا مطلب میں آپ کی بات سمجھا نہیں؟

صلاح: یعنی یہ پرزے اصلی نہیں ہیں اور ہم نے صرف فروخت کرنے کے لیے

رکھے ہوئے ہیں، کیونکہ یہ تین مہینے سے زیادہ نہیں چلتے۔ عام طور پر جب گاہک کوئی چیز ٹھیک کروانے آتا ہے تو اکثر کاریگر اس طرح کے جعلی اور گھٹیا پرزے ڈال کر اس کی چیز مرمت کر دیتے ہیں اور قیمت وہ وصول کرتے ہیں جو اصلی اور پائیدار پرزوں کی ہوتی ہے، لیکن گاہک کو اس ساری صورت حال سے آگاہ نہیں کرتے۔

میرا خیال تھا کہ میں تم سے پوچھ کر اس ٹیپ ریکارڈر میں اصلی اور پائیدار پرزے ڈالوں، کیونکہ وہ ذرا مہنگے ہوتے ہیں، مثلاً جو پرزے میں نے ڈالنے ہیں، وہ پچاس پاؤنڈ کے ملتے ہیں اور اگر تم مجھ سے ٹیپ ریکارڈر ٹھیک کروا کر کسی اور کاریگر کو دکھاتے تو اس نے کہنا تھا: میں نے تمھیں یہ بیس پاؤنڈ میں ٹھیک کر دینا تھا اور اس نے وہی جعلی اور غیر پائیدار پرزے ڈال کر تمھارے حوالے کر دینا تھا۔ مگر تمھارے دل میں ہمارے بارے میں شک اور بدگمانی آجانی تھی کہ ہم نے زیادہ قیمت وصول کی ہے، اس لیے میں چاہتا تھا کہ تم سے پوچھے بغیر اسے مرمت نہ کروں۔

ہمارے ساتھ والی دکان پر ایک کاریگر ہے، وہ اسی طریقے سے گاہکوں کو دھوکا دیتا ہے۔ ہم اکثر اسے منع کرتے ہیں اور اس کے انجام سے ڈراتے ہیں، لیکن وہ ہماری باتوں پر یقین نہیں کرتا اور نہ ملاوٹ سے باز آتا ہے۔

فیصل: استاد صاحب! کیا آپ اسے کچھ نصیحت کرنا چاہیں گے؟

استاد: کیوں نہیں ضرور کریں گے، وہ کہاں ہے؟

صلاح: ایک منٹ میں ابھی اسے بلاتا ہوں۔

(صلاح جلدی سے ساتھ والی دکان سے منتصر کو بلا لایا)

منتصر: السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔

استاد: وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ۔

منتصر: مجھے پتا چل گیا ہے کہ تم لوگوں نے مجھے کیوں بلایا ہے؟

فیصل: بتاؤ، کیوں بلایا ہے؟

منتصر: اسی موضوع پر بات کرنے کے لیے جس پر پہلے بھی کرتے رہتے ہیں۔

صلاح: کون سا موضوع؟

منتصر: پرزے ڈالنے والا موضوع۔

فیصل: ہاں، کیا آج تک تم ہماری باتوں سے مطمئن ہوئے ہو کہ یہ حرام کام ہے؟

منتصر: میں کیسے یقین کر لوں کہ یہ حرام کام ہے، کیونکہ گاہک کو تو صرف چیز مرمت ہوئی ملنی چاہیے، اسے اس سے کوئی غرض نہیں کہ اس میں کیا ڈالا ہے اور کیا نکالا ہے۔

استاد: ارے بھائی! فقط چیز ٹھیک کر دینا مقصود نہیں، بلکہ یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ اس میں کون سے پرزے ڈالے ہیں، اصلی، نقلی، جعلی، پائیدار، غیر پائیدار، نئے یا پرانے، ورنہ یہ ملاوٹ اور دھوکا ہوگا کہ تم قیمت نئے پرزے کی وصول کرو اور ڈال پرانا دو۔

منتصر: استاد صاحب! یہ رزق کمانے کا ایک ذریعہ ہے اور میرے نزدیک اہم بات یہ ہے کہ چیز ٹھیک ہونی چاہیے اور یہی گاہک کا مقصود ہوتا ہے۔

استاد: منتصر صاحب! آپ کی یہ توجیہ مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر شریعت کے خلاف ہے:

1. کاروبار اور خرید وفروخت کے معاملے میں ضروری ہے کہ سودے کی نوعیت، قسم اور قیمت وغیرہ بالکل واضح ہونی چاہیے اور فریقین اس پر متفق ہوں۔

اگر فریقین میں سے کوئی ایک سودے کے بارے میں ابہام کا شکار ہو یا جس چیز پر دونوں متفق ہوں، اس کے علاوہ کوئی اور چیز ڈال دینا دھوکا ہے اور یہ حرام ہے۔ گاہک پر جب یہ حقیقت واضح ہو گی کہ تم نے وہ پرزہ نہیں ڈالا جس کی قیمت وصول کی ہے تو لازمی بات ہے وہ تم سے لڑے گا اور کہے گا کہ تم ۔نے مجھ سے وعدہ خلافی کی ہے۔

۲ جس سودے یا پرزے پر دونوں کا اتفاق ہوا تھا، اس کے علاوہ کوئی اور پرزہ ڈال دینا جو قیمت میں اس سے کم ہو، یہ ملاوٹ ہے اور نبی مکرم ﷺ سے اس کی ممانعت منقول ہے۔ مثلاً آپ ﷺ نے فرمایا:

«الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَبْتَاعَ مِنْ أَخِيهِ بَيْعًا فِيهِ عَيْبٌ إِلَّا بَيَّنَهُ لَهُ»[1]

”مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو عیب والی چیز فروخت کرے ہاں، البتہ جب وہ اس عیب کو واضح کر دے (تو جائز ہے)۔“

ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ بازار میں ایک سودا فروخت کرنے والے آدمی کے پاس سے گزرے، وہ غلہ بیچ رہا تھا، آپ ﷺ نے اس غلے (کے ڈھیر) میں اپنا ہاتھ داخل کیا تو آپ ﷺ کے ہاتھ کو تری پہنچی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: غلے والے! یہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! بارش کی وجہ سے یہ گیلا ہو گیا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَفَلَا جَعَلْتَهُ فَوْقَ الطَّعَامِ حَتّٰى يَرَاهُ النَّاسُ! مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا»[2]

---

[1] سنن ابن ماجه، رقم الحديث [2246]

[2] صحيح مسلم، رقم الحديث [102]

’’تو نے اسے ڈھیر کے اوپر کیوں نہیں کیا، تاکہ لوگ بھی دیکھ لیں؟
جس نے دھوکا دیا وہ ہم میں سے نہیں۔‘‘

تم غور کرو کہ یہاں پر اس تاجر نے رسول اللہ ﷺ سے یہ تو نہیں کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ گاہک کو فقط غلہ چاہیے، خواہ وہ خشک ہو یا تر۔ دوسری بات یہ ہے کہ کچھ عرصہ بعد یہی ایک غیر پائیدار پرزہ مکمل سیٹ کی خرابی کا سبب بن سکتا ہے، یعنی تم نے درحقیقت غیر پائیدار پرزہ ڈال کر اس کے مکمل سیٹ کو داغ دار کر دیا ہے۔ اتنے دلائل کے باوجود تم کیسے اپنے بھائی کا مال ملاوٹ اور دھوکے کے ساتھ ہڑپ کر رہے ہو؟ یہ بات بھی ذہن نشین کر لو کہ تم پر دوسروں کے ساتھ اسی طرح کا معاملہ کرنا لازم ہے، جس طرح تم اپنے لیے پسند کرتے ہو، کیا تم پسند کرتے ہو کہ تمھارے ساتھ کوئی اس طرح کا سلوک کرے جس طرح کا تم دوسروں کے ساتھ کر رہے ہو؟

منتصر: نہیں۔

استاد: بڑی عجیب بات ہے کہ ایک چیز تم اپنے لیے تو ناپسند کرتے ہو لیکن وہی چیز دوسروں کے لیے پسند کر رہے ہو اور مسلسل اس پر عمل کرتے آ رہے ہو۔ اس طریقے سے تم ان لوگوں کے اعتماد کو ٹھیس پہنچا رہے ہو، جو بڑے اعتماد کے ساتھ اپنی چیز تمھارے حوالے کر جاتے ہیں۔ وہ تمھیں امانت دار سمجھتے ہیں، لیکن تم بڑی ڈھٹائی کے ساتھ ان کو دھوکا دے رہے ہو۔

منتصر: آپ کے خیال میں اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

استاد: میں نے تو اس کی حرمت کے تمام دلائل بیان کر دیے ہیں۔

منتصر: میں اللہ سے توبہ کرتا ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ آج کے بعد یہ کام نہیں کروں گا۔

استاد: جزاك الله! اللہ ہم سب کو سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

فیصل: استاد صاحب! آج آپ ہمارے لیے بابرکت ثابت ہوئے ہیں، ورنہ ہم منتصر کو سمجھا سمجھا کر تھک چکے تھے۔

استاد: فیصل صاحب! لوگوں میں خیر و بھلائی کا عنصر موجود ہے۔ جب ان کو نصیحت کی جائے، وہ اسے قبول کرتے ہیں، لیکن ان کو کسی ایسے شخص کی ضرورت ہے، جو نہایت احسن انداز میں ان کے سامنے امورِ دین پیش کرے۔

فیصل: واقعی آپ سچ کہہ رہے ہیں۔

ترپنواں باب:

وکالت میں دھوکا دینا

استاد صاحب وہاں کھڑے باتیں کر رہے تھے کہ ایک گاہک فریزر خریدنے آیا۔

گاہک: السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔

سب لوگ: وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ۔

گاہک: میں ایک فریزر خریدنا چاہتا ہوں۔

فیصل: ہمارے پاس جو سٹاک موجود ہے اس میں سے دیکھ لیں، اگر آپ کو کوئی پسند نہ آیا تو ہم آرڈر پر آپ کی مرضی کا فریزر منگوا دیں گے۔

گاہک: جزاك الله.

(وہ آدمی فریزر دیکھنے لگا، اس نے دو دروازوں والا چودہ فٹ کا ایک فریزر پسند کیا)

گاہک: فیصل صاحب! اس کی کتنی قیمت ہے؟

فیصل: آپ فکر نہ کریں مناسب ہی ہوگی۔

گاہک: بتائیں تو سہی؟

فیصل: اس کی قیمت 2500 پاؤنڈ ہے۔

گاہک: میرے لیے کتنی قیمت ہے؟ میں تو آپ کا پرانا گاہک ہوں۔

فیصل: اس سائز کے فریزر کی یہ انتہائی مناسب قیمت ہے۔
گاہک: میں نے عرض کی کہ میں آپ کا پرانا گاہک ہوں، کچھ رعایت کریں۔
میں پہلے بھی کئی مرتبہ آپ کی دکان پر آچکا ہوں، میرے خیال میں شاید آپ نے مجھے پہچانا نہیں ہے؟
فیصل: جناب میں نے پہچان لیا ہے، کیا آپ کا نام محمد نہیں ہے؟
گاہک: ہاں، محمد ہی ہے۔
فیصل: آپ کے لیے 100 روپے رعایت ہے، آپ 2400 دے دیں، اس سے کم نہیں ہوگا۔
محمد: (استاد سے مخاطب ہوا) استاد صاحب! ان سے کہیں کہ کچھ اور کم کر دیں۔
استاد: فیصل صاحب 100 روپے اور چھوڑ دیں 2300 کا دے دیں۔
فیصل: استاد صاحب! 2300 میں مجھے گھاٹے میں پڑ رہا ہے۔
استاد: کوئی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ کسی اور طرف سے اس خسارے کو پورا کر دیں گے۔
فیصل: استاد صاحب! میں آپ کی بات موڑ نہیں سکتا، ٹھیک ہے 2300 پاؤنڈ میں مجھے منظور ہے۔
استاد: جزاك الله خيراً.
فیصل: ہمارے پاس انتہائی عمدہ کوالٹی کے 18 فٹ کے کچھ فریزر ہیں، ان کی قیمت صرف 2900 پاؤنڈ ہے، دوسری کسی کوالٹی کے فریزر ان کے ہم پلہ نہیں ہو سکتے۔
محمد: یہ فریزر میں اپنے لیے نہیں خرید رہا، بلکہ اپنے دوست سفیان صاحب کے لیے خرید رہا ہوں۔ وہ خود بیرون ملک رہتے ہیں۔ انھوں نے مجھے 2500 پاؤنڈ بھیجے اور کہا کہ اتنی قیمت کا فریزر خرید کر ہمارے گھر پہنچا دو،

اب بقیہ دوسو پاؤنڈ میں اپنے پاس رکھوں گا۔

استاد: کیا کہا آپ نے؟ کیا واقعی یہ 200 پاؤنڈ تم اپنے پاس رکھو گے؟

محمد: جی ہاں، کیا میں نے فریزر خریدنے کے لیے کوشش، محنت اور مشقت نہیں اٹھائی اور ویسے بھی سفیان صاحب کو پتا ہے کہ اس کوالٹی اور سائز کے فریزر کی قیمت 2500 پاؤنڈ ہے، اسی لیے انھوں نے اتنی رقم بھیجی ہے، یہ دوسو پاؤنڈ تو میں نے اپنی ذہانت اور محنت سے بچائے ہیں، لہٰذا میں یہ اپنے پاس ہی رکھوں گا اور یہ میرے لیے حلال ہیں۔

استاد: تمھیں کس نے کہا کہ یہ تیرے لیے حلال ہیں؟

محمد: اس میں کسی دوسرے سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے کہ یہ حلال ہیں یا نہیں؟ یہ بات تو واضح ہے کہ جس آدمی نے کوئی چیز خریدنا میرے سپرد کیا ہے اور وہ اس کی قیمت بھی جانتا ہے۔ میں نے وہی چیز اسے خرید کر دی ہے، اسے اس بات سے کوئی سروکار نہیں کہ وہ چیز کتنے کی آئی ہے، اسے تو بس مطلوبہ چیز اتنی قیمت میں چاہیے، خواہ میں وہ 2000 میں خرید کر دے دوں۔

استاد: نہیں بھائی یہ بقایا رقم تمھارے لیے کسی طرح بھی حلال نہیں ہے، اہلِ علم کہتے ہیں کہ جو آدمی کسی کو اپنا وکیل یا نمایندہ مقرر کرے، اسے اپنے مؤکل کی خیر خواہی کرنی چاہیے۔

محمد: استاد صاحب! آپ اتنی سختی نہ کریں، میں نے عرض کی کہ یہ میری محنت کا پھل ہے۔ اگر میرے دوست سفیان صاحب خود آ کر خریدتے تو ان کو 2500 پاؤنڈ کا ہی ملنا تھا۔ ویسے آپ کے پاس اس کے حرام ہونے کی کیا دلیل ہے؟

استاد: ارے بھائی، ایک بات یاد رکھیں کہ شرعی احکامات کو عقل اور لوگوں کی

رائے پر قیاس نہیں کرنا چاہیے۔ اگر ہم نے شرعی احکامات میں عقل اور رائے کی پیروی شروع کر دی تو ہم کتاب و سنت سے بہت دور چلے جائیں گے۔ رہی یہ بات کہ اس کی دلیل کیا ہے تو سنو کہ سنت رسول ﷺ سے ثابت ہے کہ وکیل کو اپنے مؤکل کا کام ایمانداری سے کرنا چاہیے اور جو رقم وغیرہ بچ جائے وہ اپنے مؤکل کو واپس کرے۔

نبی مکرم ﷺ نے حضرت عروہ بن جعد البارقی کو ایک دینار دیا اور کہا:

« اشْتَرِ لَنَا بِهِ شَاةً » ''ہمارے لیے اس کے ساتھ ایک بکری خرید لاؤ۔''

عروہ کہتے ہیں: میں منڈی میں آیا، میں نے ایک دینار سے دو بکریاں خریدیں۔ جب میں واپس آ رہا تھا تو راستے میں مجھے ایک آدمی ملا، اس نے مجھ سے سودا کیا، میں نے اسے ایک دینار کے عوض ایک بکری فروخت کر دی اور ایک دینار اور ایک بکری لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ آپ کا دینار اور یہ آپ کی بکری ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا:

« وَصَنَعْتَ كَيْفَ؟ » ''تم نے یہ کیسے کیا ہے؟''

میں نے ساری بات بیان کر دی تو آپ ﷺ نے فرمایا: (یعنی دعا کی)

« اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُ فِي صَفْقَةِ يَمِينِهِ »[1]

''اے اللہ! اس کے دائیں ہاتھ کے سودے میں برکت عطا فرما۔''

اس سارے واقعے پر غور کر کے بتاؤ کہ کیا حضرت عروۃ نے اس سارے معاملے میں کوشش نہیں کی تھی اور کیا انھوں نے اپنے پاس کچھ رکھا تھا؟

محمد: حضرت عروہ رضی اللہ عنہ نے تقوے اور عاجزی کی بنا پر سب کچھ واپس کر دیا ہو گا، ورنہ یہ ان کا حق تھا وہ چاہتے تو لے بھی سکتے تھے۔

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [3642]

استاد: أستغفر اللہ، اللہ سے ڈرو، یہ کیسے ممکن ہے کہ رسول اللہ ﷺ جو عدل و انصاف کا پیکر تھے، وہ کسی دوسرے کا مال اپنے پاس رکھ لیتے۔ اگر حضرت عروہ کا کوئی حق ہوتا تو آپ ضرور انھیں دیتے۔ تم حضرت عروہ پر بہت بڑا بہتان لگا رہے ہو۔ مومن بندے کو چاہیے کہ اپنی غلطی پر اصرار نہ کرے، بلکہ حق بات واضح ہو جانے کے بعد فوراً اس پر عمل کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے جائز اور ناجائز سب کچھ واضح کر دیا ہے، اب کسی شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنی ضرورت اور مرضی سے کسی ناجائز چیز کو جائز کر لے۔

محمد: یعنی باقی ماندہ رقم کسی طرح بھی میرے لیے حلال نہیں ہے؟

استاد: ہاں، ایک صورت میں جائز ہے کہ جب تم فریزر کے مالک سے اس کی اجازت لے لو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَا يَحِلُّ مَالُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ إِلَّا بِطِيبِ نَفْسٍ مِنْهُ»[1]

"مسلمان بندے کا مال اس کی رضا مندی کے بغیر (لینا) حلال نہیں ہے۔"

یعنی اگر سفیان صاحب کی رضا مندی سے تم یہ 200 پاؤنڈ لے لو تو کوئی حرج نہیں۔

محمد: ان شاء اللہ، میں واپس کر دوں گا۔

استاد: اللہ آپ کو برکت دے۔

---

[1] سنن أبي دواد، صحيح الجامع، رقم الحديث [7662]

چورانواں باب:

ایک سودے میں دو سودے کرنا

محمد: فیصل صاحب میں ایئر کنڈیشنڈ خریدنا چاہتا ہوں، کیا آپ کے پاس ہے؟

فیصل: ہاں، الحمد للہ۔

محمد: کتنی قیمت ہے؟

فیصل: ایئر کنڈیشنڈ کی قیمت 3300 پاؤنڈ ہے، لیکن آپ کو 100 پاؤنڈ رعایت کر کے 3200 میں مل جائے گا۔

محمد: میرے خیال میں آپ ایک سو روپے کم کر کے اپنے آپ کو خسارے میں تو نہیں ڈال رہے ہوں گے، یقیناً آپ کو کچھ نہ کچھ نفع تو ہو رہا ہوگا۔

فیصل: آپ کی بات ٹھیک ہے، لیکن اگر اس سے زیادہ رعایت کی گنجایش ہوتی تو میں ضرور کرتا۔

محمد: اس وقت میرے پاس اتنی رقم نہیں ہے۔

فیصل: کوئی حرج نہیں، آپ اے، سی لے جائیں، اگر نقد پیسے دینے ہوئے تو 3200 پاؤنڈ اور اگر قسطوں میں دینے ہوئے تو 4000 پاؤنڈ قیمت ہے۔

محمد: میں ابھی 1000 پاؤنڈ دے کر اے، سی لے جاتا ہوں، گھر پہنچ کر فیصلہ کروں گا کہ پیسے نقد ادا کرنے ہیں یا قسطوں میں؟

فیصل: ٹھیک ہے، مجھے منظور ہے۔

استاد: یہ بھی دیکھ لو کہ اس طرح سودا کرنا جائز بھی ہے یا نہیں؟

محمد: استاد صاحب! کیا یہ صورت بھی پہلے کی طرح حرام ہے؟

استاد: سب سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ شرعی اصطلاح میں سودا کرنے کی اس صورت کا کیا نام ہے؟

فیصل: استاد صاحب! آپ بتائیں اس کا کیا نام ہے؟

استاد: علما کے نزدیک اس صورت کا نام "بَيْعَتَيْنِ فِيْ بَيْعَةٍ" ہے (ایک سودے میں دو سودے کرنا) یعنی بیچنے والا خریدار سے کہے کہ یہ چیز نقد ایک ہزار میں اور ادھار دو ہزار میں ملے گی۔ تمھیں نقد یا ادھار خریدنے کا اختیار ہے، اس کے بعد خریدار وہ چیز لے جاتا ہے، لیکن دونوں یہ بات طے نہیں کرتے کہ یہ سودا نقد طے ہوا ہے یا ادھار۔

اس طریقے سے سودے کی خرید و فروخت فاسد اور ناجائز ہے، کیونکہ اس طرح سودہ مبہم اور معلق رہتا ہے، جب کہ خرید و فروخت کے معاملات میں ضروری ہوتا ہے کہ سودا واضح اور غیر معلق ہو، اس میں کسی طرح کا ابہام اور غیر طے شدہ بات نہ ہو۔ جس طریقے سے تم دونوں نے ابھی سودا طے کیا ہے کہ محمد صاحب اے، سی لے جاتے ہیں اور گھر جا کر فیصلہ کریں گے کہ نقد لینا ہے یا قسطوں پر۔ اگر رقم کا انتظام ہوگیا تو نقد ورنہ قسطوں پر۔

محمد: استاد صاحب! اس کے بارے میں علما کا کیا موقف ہے؟

استاد: علما فرماتے ہیں کہ یہ صورت مندرجہ ذیل دو وجوہات کی بنا پر حرام ہے:

1. اس صورت میں قیمت متعین نہیں ہوتی، بلکہ معلق رہتی ہے، یعنی جس مجلس میں سودا طے ہو رہا ہے، اسی مجلس میں یہ بات طے نہیں ہوتی کہ یہ سودا نقد

ہے یا قسطوں پر۔

② اس سودے کے وقوع اور عدمِ وقوع کا انحصار مستقبل پر ہوتا ہے، جس سے ملکیت برقرار نہیں رہتی۔

فیصل: اس کی دلیل کیا ہے؟

استاد: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ بَاعَ بَيْعَتَيْنِ فِي بَيْعَةٍ فَلَهُ أَوْكَسُهُمَا أَوِ الرِّبَا»[1]

''جس نے ایک سودے میں دو سودے کیے تو اس کے لیے ان میں سے یا تو کم قیمت ہے یا سود ہے۔''

یعنی اس طرح سودا کرنا دو حالتوں سے خالی نہیں ہوگا:

① یا تو کم قیمت لے کر نقصان اٹھائے گا۔

② زیادہ قیمت وصول کر کے سود حاصل کرے گا۔

جس سودے میں دونوں میں سے کوئی بھی صورت پائی گئی وہ فاسد ہوگا۔

محمد: اس کا حل اور شرعی طریقہ کیا ہے؟

استاد: اس کا بڑا آسان حل ہے، تم دونوں اسی مجلس میں یہ طے کر لو کہ اس کی قیمت نقد ادا کی جائے گی یا قسطوں میں۔

محمد: الحمد للہ! آج ہم شرعی احکامات سے کافی مستفید ہوئے ہیں اور ہمیں علم ہوا ہے کہ خرید و فروخت کی یہ صورتیں حرام ہیں۔ فیصل صاحب! میں یہ اے، سی قسطوں پر خریدنا چاہتا ہوں، آپ کی کیا رائے ہے؟

فیصل: ٹھیک ہے، مجھے منظور ہے۔

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [3461] صحيح الجامع، رقم الحديث [6116]

محمد: پیسوں کو ادا کرنے کا طریقہ کار کیا ہے؟

فیصل: ایک ہزار آپ کو ابھی دینا ہو گا اور باقی پندرہ مہینوں میں، ہر مہینے کی قسط 200 پاؤنڈ ہے۔

محمد: شکریہ، اس کا بل بنا دیں۔

استاد: بارك الله.

پچپنواں باب:

قسط لیٹ ہونے کی صورت میں جرمانہ وصول کرنا

محمد: فیصل صاحب! قسطوں پر چیز لینے کی شرائط میں سے ایک شرط مجھے سمجھ نہیں آئی۔

فیصل: کون سی شرط؟

محمد: شرط نمبر 5۔

فیصل: ہاں، اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر گاہک مقررہ تاریخ تک قسط ادا نہ کرے تو اسے 20 پاؤنڈ یومیہ جرمانہ ہوسکتا ہے۔

محمد: یہ تو گاہک پر کھلا ظلم ہے، بندے سے تنگدستی کی وجہ سے قسط لیٹ بھی ہوسکتی ہے، اس میں اتنی سختی اور زائد رقم لینے کی کیا ضرورت ہے؟

فیصل: یہ ظلم اور سختی نہیں، بلکہ اپنے حقوق کی حفاظت کی ایک صورت ہے۔

محمد: استاد صاحب! آپ کا کیا خیال ہے؟

استاد: یہ چیز بغیر کسی اختلاف کے حرام ہے، بلکہ سراسر جاہلیت والا سود ہے، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً﴾

[آل عمران: 130]

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! مت کھاؤ سود کئی گنا، جو دگنے کیے

ہوئے ہوں اور اللہ سے ڈرو، تاکہ تم فلاح پاؤ۔“

اس زمانے میں طریقہ کار یہ تھا کہ جس آدمی نے کسی دوسرے سے قرض لینا ہوتا تھا، وہ مقرر وقت آنے پر اس سے پوچھتا تھا کہ کیا تم قرض ادا کرنا چاہتے ہو یا اور مہلت لینا چاہتے ہو؟

اگر اور مہلت لینی ہے تو تمھارے قرض میں اتنی رقم کا اضافہ ہو جائے گا، اسی طرح جب دوبارہ مقررہ وقت آتا تو وہ یہی بات پوچھتا تھا۔ تین چار مہلتوں میں وہ رقم کافی بڑھ جاتی تھی، اللہ تعالیٰ نے اسے جاہلیت کا سود قرار دیا ہے۔

فیصل: لیکن استاد صاحب میرے پاس کیا گارنٹی ہے کہ قسط لیٹ ہونے کی صورت میں مجھے خسارہ نہیں ہوگا اور میرا حق مجھے مل جائے گا۔

استاد: اس کے دو طریقے ہیں:

① تم گاہک سے چار قسطیں ایڈوانس لے لو، تاکہ ماہانہ قسط لیٹ ہونے کی صورت میں تم ایڈوانس اقساط میں سے ایک قسط اس مہینے میں شامل کر لو۔

② تم گاہک سے کوئی ضمانت لے لو کہ وہ قسط لیٹ نہیں کرے گا۔

صلاح: قسطوں کے سودے کی اس سے ملتی جلتی ایک اور صورت بھی ہے، جس میں قیمت کا تعین کیے بغیر چیز فروخت کر دی جاتی ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

استاد: وہ کون سی صورت ہے؟

صلاح: یعنی گاہک کہتا ہے کہ مجھے فلاں قسم کا فریزر دے دو۔ دکاندار کہتا ہے اگر نقد خریدو گے تو 1000 پاؤنڈ کا ہے، اس کے بعد گاہک پوچھتا ہے کہ قسطوں میں کتنی قیمت ہے؟ دکاندار یہ جواب دیتا ہے کہ ہم قسطوں پر سودا فروخت کرنے کی قیمت متعین نہیں کرتے۔ آپ فریزر لے جاؤ اور اصل

رقم 1000 کے علاوہ ایک مہینے کے 30 پاؤنڈ چارج ہوں گے، اگر تم دو قسطوں میں رقم ادا کرنا چاہتے ہو تو ایک ہزار ساٹھ پاؤنڈ اور اگر چار قسطوں میں رقم ادا کرنا چاہتے ہو تو ایک ہزار ایک سو بیس پاؤنڈ، اسی طرح تم جتنی زیادہ قسطیں کرنا چاہو گے ہر قسط کے 30 پاؤنڈ چارج ہوں گے۔

استاد: ایسی صورت میں یہ سود ہے، سودا صحیح اس وقت ہو گا جب اسی مجلس میں ہر چیز طے کر لی جائے کہ قسطوں پر ہے یا نقد، اگر قسطوں پر ہے تو ماہانہ کتنی قسط ہے اور کل کتنی قسطیں ہیں اور کل رقم کیا ہے وغیرہ۔

فیصل: جزاك الله خيراً.

چھپنواں باب:

بیع عینہ کا بیان

استاد صاحب وہی بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ ایک آدمی دکان میں داخل ہوا، وہ اے، سی خریدنا چاہتا تھا۔

خریدار: السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

سب لوگ: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ۔

خریدار: میں فلاں قسم کا اے، سی خریدنا چاہتا ہوں، اس کی کتنی قیمت ہے؟

صلاح: اگر آپ نقد خریدنا چاہتے ہیں تو تین ہزار پاؤنڈ اور اگر قسطوں پر خریدنا چاہتے ہیں تو چار ہزار۔

خریدار: میں قسطوں پر خریدنا چاہتا ہوں، لیکن میرے پاس اس وقت صرف چار سو پاؤنڈ ہیں۔

صلاح: آؤ دکان کے منیجر فیصل صاحب سے پوچھ لیتے ہیں، وہ کیا کہتے ہیں۔

فیصل: جی کیا مسئلہ ہے؟

صلاح: یہ صاحب قسطوں پر اے، سی لینا چاہتے ہیں، لیکن ان کے پاس ایڈوانس دینے کے لیے صرف چار سو پاؤنڈ ہیں۔

فیصل: نہیں بھائی، اصول کے مطابق آپ کو ایک ہزار پاؤنڈ ایڈوانس ادا کرنا ہوں گے۔

خریدار: لیکن میرے پاس اتنے پیسے نہیں ہیں۔

فیصل: چلیں آپ بقیہ رقم پندرہ قسطوں کے بجائے 12 قسطوں میں ادا کر دیں یعنی ماہانہ 300 پاؤنڈ۔

خریدار: فیصل صاحب! مالی تنگدستی کی وجہ سے قسطوں پر چیزیں لینا پڑتی ہیں۔

استاد: عجیب بات ہے، ایک طرف مالی تنگدستی ہے اور دوسری طرف تم اے، سی خرید رہے ہو۔

فیصل: (استاد صاحب عنقریب آپ کے سامنے ساری حقیقت واضح ہو جائے گی) ہاں بھائی جان! آپ نے کون سا اے، سی پسند کیا ہے؟

خریدار: یہ دائیں جانب والا۔

فیصل: (صلاح سے مخاطب ہوا) اس گاہک کے ساتھ جو معاملات طے ہوئے ہیں، انھیں لکھ لو۔

(صلاح نے تمام معاملات کاپی پر لکھ لیے اور وہ گاہک 400 پاؤنڈ فیصل کو تھماتے ہوئے بولا)

خریدار: اگر یہی اے، سی میں آپ کو نقد فروخت کرنا چاہوں تو آپ کتنے میں لیں گے؟

فیصل: 3000 پاؤنڈ میں۔

خریدار: ٹھیک ہے مجھے منظور ہے۔

استاد: تم دونوں یہ کیا کر رہے ہو؟

فیصل: استاد صاحب! یہ آدمی مالی تنگدستی کا شکار ہے، یہ مختلف دکانوں سے مختلف اشیا قسطوں پر خریدتا ہے، اس کے بعد اسی دکان پر وہ اشیا نقد بیچ دیتا ہے اور پیسے لے لیتا ہے، مثلاً اگر اسے دس ہزار کی ضرورت ہو تو یہ کسی

دکان پر جا کر قسطوں پر 12000 کی کوئی چیز خریدتا ہے اور سودا طے ہو جانے کے بعد وہی چیز اسی دکان پر 10000 میں فروخت کر دیتا ہے، دس ہزار کے ساتھ اپنی ضرورت پوری کر لیتا ہے اور دکاندار کو قسطوں میں بارہ ہزار ادا کر دیتا ہے۔ آج یہی طریقہ اس نے ہمارے ساتھ اپنایا ہے۔

استاد: یعنی اپنے معاشی حالات بدلنے کے لیے یہ ایک حیلہ اختیار کیا جاتا ہے۔

فیصل: ہاں۔

استاد: لیکن افسوس کہ آپ نے معاہدہ کرتے ہوئے یہ پوچھنا گوارہ نہیں کیا کہ یہ صورت جائز بھی ہے یا نہیں؟

فیصل: استاد صاحب! کیا یہ بھی حرام ہے؟

استاد: فیصل صاحب میرا خیال ہے آپ کو کاروبار شروع کرنے سے پہلے اس کے بارے میں اسلامی احکامات جان لینے چاہییں تھے۔

فیصل: آپ نے درست کہا۔

خریدار: استاد صاحب! اس موجودہ صورت کا کیا حکم ہے؟

استاد: سب سے پہلے ہمیں یہ جاننا چاہیے کہ شرعی اصطلاح میں اسے کیا کہتے ہیں؟

فیصل: جی کیا کہتے ہیں؟

استاد: فقہا نے اس کا نام بیع عینہ رکھا ہے۔

صلاح: بیع عینہ کیا ہوتی ہے؟

استاد: یعنی ادھار سودا خرید کر اسی جگہ پر اسی حالت میں نقد بیچ دینا، اس کی صورت یہ ہے کہ میں زید صاحب کو ادھار ایک سال کے وعدے پر 20000 میں ایک کار فروخت کرتا ہوں، اس کے بعد نقد رقم کے ساتھ وہی کار 18000 میں خرید لیتا ہوں، یہ حرام اور ناجائز ہے، کیونکہ اس

میں نہ کوئی چیز دی جاتی ہے اور نہ لی جاتی ہے، بلکہ صرف زبانی کلامی باتیں ہوتی ہیں۔ دراصل یہ سود کا ایک دروازہ ہے، ظاہراً یہ 18000 کے بدلے 20000 لیے جا رہے ہوتے ہیں۔

خریدار: استاد صاحب! میں ایک عرصہ سے یہ کام کرتا آ رہا ہوں، آج تک کسی سے نہیں سنا کہ یہ حرام ہے، آپ کے پاس اس کی حرمت کی کیا دلیل ہے؟

استاد: ایک بات یاد رکھو کہ شرعی احکامات میں کسی کی پسند، ناپسند، عقل اور رائے نہیں دیکھی جاتی اور نہ اس چیز کا اعتبار کیا جاتا ہے کہ کتنے عرصے سے یہ کام جاری ہے، بلکہ اس میں صرف قرآن و سنت کو ملحوظ رکھا جاتا ہے، رہی بات دلیل کی تو سنو۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بے شک نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِذَا تَبَايَعْتُمْ بِالْعِينَةِ، وَأَخَذْتُمْ أَذْنَابَ الْبَقَرِ، وَ رَضِيتُمْ بِالزَّرْعِ، وَتَرَكْتُمُ الْجِهَادَ سَلَّطَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ ذُلًّا لَا يَنْزِعُهُ حَتّٰى تَرْجِعُوا إِلٰى دِينِكُمْ»[1]

"جب تم عینہ کی بیع کرنے لگو گے، بیلوں کی دُمیں پکڑ لو گے، کھیتی باڑی پر ہی مطمئن ہو جاؤ گے اور جہاد چھوڑ دو گے تو اللہ تم پر ایسی ذلت مسلط کر دے گا جو کسی طرح زائل نہ ہو گی، حتی کہ تم اپنے دین کی طرف لوٹ آؤ۔"

امام ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جس شخص نے ادھار سودا بیچا، اس کے بعد کم قیمت میں اسے نقد خرید

[1] **صحيح.** سنن أبي داود، رقم الحديث [3462]

لیا تو یہ ناجائز ہے، کیوں کہ یہ سود کا ایک ذریعہ ہے۔''

یہی بات مندرجہ ذیل اہلِ علم، حضرت عبد اللہ بن عباس، حضرت عائشہ، حضرت حسن، امام ابن سیرین، امام الشعبی، امام نخعی، امام سفیان ثوری، امام اوزاعی، امام مالک، امام اسحاق، امام احمد، امام ابن قدامہ اور ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہم سے بھی منقول ہے۔

خریدار: اگر یہ حرام ہے تو ہمیں فوراً اس سے رک جانا چاہیے۔

استاد: اللہ تعالیٰ آپ کو برکت دے اور ہمیں ہر طرح کی نعمت سے نوازے۔

خلاصہ

(استاد صاحب گفتگو سے فارغ ہوئے، فیصل کو ریکارڈر کی قیمت ادا کی اور شکریہ ادا کرتے ہوئے وہاں سے واپس روانہ ہوئے)

فیصل: استاد صاحب! اللہ آپ کی حفاظت فرمائے، آج ہم آپ سے کافی مستفید ہوئے ہیں۔

عمار: واپسی پر راستے میں عمار استاد صاحب سے مخاطب ہوا:

استاد صاحب! آج آپ نے مندرجہ ذیل امور کی نشاندہی کی ہے:

١ ٹیلی ویژن کی خرید وفروخت اور حرمت کی ممانعت۔

٢ جعلی، نقلی اور پرانے پرزے ڈالنا۔

٣ وکالت میں دھوکا دینا۔

٤ ایک سودے میں دوسودے کرنا۔

٥ قسط لیٹ ہونے کی صورت میں زیادہ رقم وصول کرنا۔

٦ بیع عینہ۔

استاد: الحمد لله رب العالمين.

(۳)

کتاب مارکیٹ کا دورہ

الیکٹرونک مارکیٹ سے واپسی پر استاد اور عمار کتاب مارکیٹ کے پاس پہنچے تو استاد صاحب عمار سے مخاطب ہوئے۔

استاد: عمار تھوڑی دیر ٹھہرو! میں نے یہاں سے کچھ سٹیشنری کا سامان لینا ہے۔

عمار: استاد صاحب! میں بھی آپ کے ساتھ جاتا ہوں۔

استاد: آؤ۔

(دونوں ایک بک سٹور میں داخل ہوئے)

استاد: السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

مدیر: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ۔

استاد: امید ہے مزاج بہ خیریت ہوں گے۔

مدیر: الحمد للہ، خوش آمدید۔

استاد: (بک سٹور میں ٹہلتے ہوئے بولے) ہم کچھ سٹیشنری کا سامان خریدنا چاہتے ہیں۔

مدیر: جو چاہیں خریدیں، ہم حاضر ہیں۔

ستانواں باب:

بے ہودگی اور غلیظ مواد پر مبنی کتب کی خرید وفروخت

بک سٹور میں مندرجہ ذیل کتب پر استاد صاحب کی نظر پڑی:

① فصوص الحکم۔

② فتوحات مکیہ۔

③ شمس المعارف۔

④ بدائع الذہور فی وقائع الدہور۔

⑤ محبت اور جنسی معاملات کے بارے میں 200 سوالات۔

استاد: (مدیر سے مخاطب ہوئے) آپ نے یہ بیہودہ اور بدعتی کتابیں سٹور پر کیوں رکھی ہوئی ہیں؟

مدیر: استاد صاحب! یہ بڑی مفید کتابیں ہیں۔

استاد: نہیں بھائی جو کتابیں گمراہی، فساد اور اخلاقی زوال پیدا کرنے والی ہوں، وہ مفید کیسے ہوسکتی ہیں؟ مسلمان بندے کے لیے یہ انتہائی خطرناک ہیں۔

کتاب الفصوص اور فتوحات مکیہ اس مصنف کی کتابیں ہیں، جو عقیدہ حلول کا قائل تھا، جب کہ یہ عقیدہ صریحاً آسمانی شریعت کے خلاف ہے۔ شمس المعارف جادوگری کی تعلیم دیتی ہے، جس کے سبب سے مسلمانوں میں فتنے برپا ہورہے ہیں۔ بدائع الذہور جھوٹی، من گھڑت، موضوع اور باطل حکایتوں سے بھری پڑی

ہے، جو شریعت اور عقل دونوں کے معیار پر پوری نہیں اترتیں۔ ''محبت اور جنسی تعلیم پر مشتمل 200 سوال'' جیسی فحاشی و عریانی پھیلانے والی کتاب جو مسلمان بچوں اور بچیوں کو قبیح، گندے اور رذیل اخلاق کی تعلیم دیتی ہے، اس کو غلاظت اور گندگی کے ڈھیر پر پھینکنا چاہیے۔

یہ اور اس طرح کی دیگر کتب جو اسلامی عقائد و نظریات کے خلاف ہیں، جو مسلمانوں کے عقیدے کے لیے خطرناک ہیں اور جن میں خیر و بھلائی کا نام و نشان تک نہیں ہے، ایسی کتب کی خرید و فروخت گناہ اور برائی کے کاموں میں تعاون کرنے کے مترادف ہے، جب کہ مسلمان بندے کو نیکی اور تقوے کے کاموں میں تعاون کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

تم جانتے ہو کہ عشقیہ قصے کہانیوں پر مشتمل کتابیں انسان کو اخلاقی پستی اور جنسی بے راہ روی کی طرف لے جاتی ہیں، لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور مسلمانوں کو گمراہ کرنے والی کتب کی ترویج و اشاعت میں حصے دار بننے سے بچو اور یاد رکھو کہ ایسی کتابوں کی خرید و فروخت حرام ہے۔

تمھیں قرآن مجید، حدیث، تفسیر اور اس کے علاوہ دیگر اسلامی کتابیں جو امر بالمعروف، نہی عن المنکر، تعاون علی البر والتقویٰ کا درس دیتی ہیں، ان کی خرید و فروخت کرنی چاہیے، جو لوگوں کے لیے نفع کا باعث بنیں اور تیرے لیے صدقہ جاریہ، حلال روزی اور مال میں برکت کا سبب بنیں، کیونکہ ہر مسلمان پر ایسی کتابیں پڑھنا حرام ہے، جو جھوٹ، گمراہی، بدعتی امور اور اسلامی طرز زندگی کی مخالفت پر مبنی ہوں، ایسی کتابیں انسانی زندگی پر تباہ کن اثرات مرتب کرتی ہیں۔

مدیر: استاد صاحب! مجھے ان چیزوں کا علم نہیں تھا، بہت مہربانی آپ نے

مجھے نصیحت فرمائی، میں آیندہ ایسی تمام چیزوں سے بچنے کی کوشش کروں گا، جو گمراہی پھیلانے کا سبب بنتی ہیں، آپ نے جن چیزوں کی طرف میری راہنمائی کی ہے، میں آیندہ ان کا خاص خیال رکھوں گا۔

استاد: جزاك الله! اللہ آپ کو حلال اور وسیع روزی عطا فرمائے۔

اس گفتگو کے بعد مدیر نے وہ تمام کتابیں اکٹھی کیں، جن کی طرف استاد نے اشارہ کیا تھا اور ان کو جلانے کے لیے ایک خاص جگہ پر رکھ دیا۔

اٹھانواں باب

فحش رسائل و جرائد کی خرید و فروخت

استاد صاحب نے بک سٹور پر ایک الماری میں فحاشی، گھٹیا پن اور بے حیائی پر مشتمل رسائل و جرائد دیکھے، جن میں بدکار اور فاسق و فاجر مرد و خواتین کے قصے کہانیاں تھیں، اس کے علاوہ کچھ ناول بھی دیکھے۔

استاد: اللہ تعالیٰ تمھیں ہر برائی سے محفوظ رکھے! یہ کیا پڑا ہوا ہے؟

مدیر: یہ ثقافتی رسائل و جرائد ہیں، کیا ان میں بھی کوئی حرج ہے؟

استاد: ان میں پہلی کتابوں کی بہ نسبت زیادہ فحاشی اور عریانی پائی جاتی ہے۔ مثلاً:

① ایسے رسائل سے فحاشی کو فروغ ملتا ہے، کیونکہ ان میں ایسے وسائل اور طریقے بیان کیے جاتے ہیں، جو لوگوں کے لیے فحاشی اور عریانی کا راستہ ہموار کرتے ہیں۔

② ان رسائل میں بدکار، بے حیا اور بدکردار مردوں، عورتوں کے تعلقات، میل جول، ملاقاتوں اور باہمی روابط کا تذکرہ ہوتا ہے، ان کی باہمی گفتگو اور انتہائی فحش قسم کی تصاویر لگائی گئی ہوتی ہیں، جن میں مرد اور عورتیں نیم برہنہ لباس میں ایک دوسرے سے گپیں لگاتے ہوئے اور اکھٹے بیٹھے ہوئے دکھائے جاتے ہیں، ان تصاویر میں خواتین کے حسن اور خوبصورتی کو خوب اجاگر کر کے شائع کیا گیا ہوتا ہے، ان کی باہمی گفتگو میں نرم اور ملائم قسم کے الفاظ کا چناؤ کیا گیا ہوتا ہے، جو انسان کے جذبات کو ابھارتے

ہیں، جس کے وجہ سے انسان میں عشقیہ ذوق پروان چڑھتا ہے۔ ہمارے نوجوان بچے اور بچیاں جب اس قسم کے رسائل کو پڑھتے ہیں تو ان کے اندر بھی اسی طرح کی باتیں کرنے اور ان جیسی دیگر حرکات وسکنات کرنے کا شوق پیدا ہوتا ہے، جو انتہائی نا مناسب اور قابلِ مذمت ہے۔

③ بعض رسائل و جرائد اور اخبارات میں انتہائی گناؤنے جرائم کی خبریں شائع کی گئی ہوتی ہیں، جنھیں پڑھ کر انسان خود شرمندہ ہوتا ہے اور اس کا سر شرم سے جھک جاتا ہے اور اخبار یا رسالے کے سرورق پر مجرموں کی تصاویر نمایاں شائع کی گئی ہوتی ہیں۔ مثلاً:

ایک مرد اور ایک عورت کے درمیان اتنے عرصے سے ناجائز تعلقات تھے، جب وہ رنگے ہاتھوں پکڑے گئے تو انھیں غیرت کے نام پر قتل کر دیا گیا یا لڑکے اور لڑکی کے درمیان معاشقہ چل رہا تھا، شادی میں ناکامی پر دونوں نے خودکشی کر لی وغیرہ۔ ایسی خبریں اس وقت اور زیادہ توجہ کا مرکز بن جاتی ہیں، جب ان کی تحقیقاتی رپورٹ مرتب ہونا شروع ہو جاتی ہے، یعنی اس طریقے سے یہ برائی مزید پھیلتی ہے، ایسی خبروں کی مسلسل تشہیر بھی فحاشی پھیلنے کا ایک سبب بنتی ہے۔

④ اس طرح کی نیم برہنہ تصاویر دیکھنا حرام ہے، کیونکہ مومن مرد اور عورتوں کو اپنی نگاہیں جھکانے کا حکم دیا گیا ہے، اگرچہ غیر محرم تصاویر کی شکل میں ہی سامنے کیوں نہ ہو۔

⑤ کتنے نوجوان اس طرح کے ناول، افسانے اور عشقیہ کہانیاں پڑھ کر نفسانی خواہشات کا شکار ہو جاتے ہیں اور غلط راستے پر چل پڑتے ہیں، جس سے ان کی صحت برباد ہو جاتی ہے۔

⑥ ایسے خبیث قسم کے مجلّات اور رسائل دینی اور شرعی اخلاقیات کا جنازہ نکال

رہے ہیں، بلکہ ان رسالوں کے مصنف، پبلشر، ناشر وغیرہ سیدھا سیدھا اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے اعلانِ جنگ کر رہے ہیں، لہٰذا ان رسائل و جرائد اور اخبارات کی خرید و فروخت، ان سے حاصل ہونے والی کمائی حرام اور ناجائز ہے۔

مدیر: استاد صاحب! یہ رسالے فنون لطیفہ اور عصر حاضر کی خبروں پر مشتمل ہوتے ہیں، موجودہ دور میں ترقی کرنے کے لیے ان چیزوں کا سہارا لینا بہت ضروری ہے۔

استاد: افسوس! آج فحاشی، عریانی ایک فن بن چکی ہے۔ فنون لطیفہ کے نام پر یہود اور غیر مسلم ہماری نوجوان نسل کو تباہ کر رہے ہیں۔ ارے بھائی! اللہ سے ڈرو اور اس طرح کی باطل سوچوں میں نہ پڑو، یہ محض شیطان کا وسوسہ ہے کہ تم ان چیزوں کے بغیر ترقی نہیں کر سکتے۔

ہر مسلمان کی ذمے داری ہے کہ اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو ایسی تمام چیزوں سے بچائے جو اُمت میں فساد پیدا کرتی ہیں، ان رسالوں کا مقصد سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ امت میں بدکاری، فحاشی، ہم جنس پرستی، مرد و زن کا اختلاط اور برائی، بے حیائی پھیلے۔ اللہ کے بندے تمھیں اس میں حصے دار بننے سے بچنا چاہیے۔

مدیر: استاد صاحب! یہ رسالے تو بہت شہرت پا چکے ہیں۔ نوجوان نسل انھیں بہت پسند کرتی اور خرید کر پڑھتی ہے، جس وجہ سے یہ ایک بہترین کاروبار بن چکا ہے۔

استاد: یہی بات تو میں سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں کہ نوجوان ان چیزوں کی طرف بہت زیادہ رغبت رکھتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ایسی چیزیں بہت جلد پھیل جاتی ہیں اور اس کی وجہ سے ہم جس اخلاقی پستی کی طرف جا رہے ہیں وہ بھی

آپ کے سامنے ہے۔ رہی بات یہ کہ یہ ایک بہترین کاروبار بن چکا ہے تو یاد رکھو کہ حرام چیز کی تجارت بھی حرام ہوتی ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ جب کسی چیز کو حرام ٹھہراتے ہیں تو اس کی قیمت بھی حرام ہو جاتی ہے۔

ایسی چیزیں جو انسان کو زنا، فحاشی، لواطت اور شراب خوری وغیرہ کی طرف آمادہ کریں، ان کی ترویج میں کسی طرح بھی معاون بننا درست نہیں ہے اور یہ گناہ پر تعاون کرنے کے مترادف ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ﴾ [المائدة: 2]

''اور نیکی اور تقوے پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« مَنْ دَعَا إِلَى هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلَ أُجُوْرِ مَنْ تَبِعَهُ، لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ أُجُوْرِهِمْ شَيْئًا، وَمَنْ دَعَا إِلَى ضَلَالَةٍ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلَ آثَامِ مَنْ تَبِعَهُ لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ آثَامِهِمْ شَيْئًا »[1]

''جو سیدھے راستے کی طرف راہنمائی کرے اسے اس قدر ثواب ہے جس قدر اس کی اتباع کرنے والے کو ہوگا، ان اتباع کرنے والوں میں سے کسی کے ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوگی اور جس نے کسی گمراہی کی طرف راہنمائی کی تو اسے اس قدر گناہ ہوگا جس قدر اس کی اتباع کرنے والوں کو ہوگا، اس وجہ سے ان کے گناہوں میں کوئی کمی نہ ہوگی۔''

---

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث [2674] سنن أبي داود، رقم الحديث [4609]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« صِنْفَانِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ لَمْ أَرَهُمَا: ...وَنِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مَائِلَاتٌ مُمِيلَاتٌ رُؤُوسُهُنَّ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يَجِدْنَ رِيحَهَا »[1]

''دوزخیوں کی دو قسمیں ہیں جن کو میں نے نہیں دیکھا ہے... وہ عورتیں جو لباس پہنتی ہیں مگر ننگی رہتی ہیں، دوسروں کو بہکانے والی، خود بھکنے والی، ان کے سر بختی اونٹ کی کوہان کی طرح ایک طرف جھکے ہوئے، وہ جنت میں داخل نہ ہوں گی، بلکہ وہ اس کی خوشبو بھی نہیں پائیں گی۔''

اے اللہ! ہمارے معاشرے سے ایسی چیزوں کو فنا کر دے، جو گناہ اور غلط کاری کا سبب بنتی ہیں اور ہمیں صحیح اسلامی معاشرہ قائم کرنے کی توفیق عطا فرما دے۔

مدیر: اگر شریعت میں یہ اتنا بڑا جرم ہے تو میں آج ہی سے اس کام سے رک جاتا ہوں۔

استاد: جزاك الله خيراً.

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث [2128]

انسٹھواں باب

تصویروں والے سکول بیگ کی خرید وفروخت

مدیر: استاد صاحب! طلبا و طالبات کے لیے ایسے سکول بیگ یا بستے جن پر فحش اور انتہائی شرم ناک قسم کی تصویریں بنی ہوتی ہیں، جو جذبات کو برانگیختہ کرتی ہیں، مثلاً عورتوں کی فحش تصاویر وغیرہ، ان کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

استاد: کوئی بھی ایسی چیز جو بچوں اور بچیوں میں فحاشی کا سبب بنے، جیسے ہم دیکھتے ہیں کہ گاڑیوں، دیواروں، کتابوں اور بستوں وغیرہ پر فحش تصاویر بنی ہوتی ہیں، یہ سب ناجائز ہیں، کیونکہ ان میں مندرجہ ذیل برائیاں پائی جاتی ہیں:

① حرام چیز کو دیکھنا۔

② ایسی چیزوں سے نوجوان بچوں اور بچیوں کے جذبات ابھرتے ہیں۔

③ مومنوں میں اخلاق رذیلہ کی اشاعت ہوتی ہے۔

④ ایسی چیزوں سے فتنے پیدا ہوتے ہیں۔

⑤ نفسانی خواہشات جنم لیتی ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ»[1]

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5818] صحيح مسلم، رقم الحديث [2641]

یعنی قیامت کے دن آدمی انہی لوگوں کے ساتھ ہو گا جن کو وہ پسند کرتا تھا۔

فحش تصویروں والے بستے خریدنا اس بات کی علامت ہے کہ اس آدمی کو ان چیزوں سے محبت ہے اور وہ ان کو پسند کرتا ہے، لہٰذا ایسا بندہ قیامت کے دن اسی طرح کے کافروں اور فاجروں کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔ میری رائے میں ہر طالب علم بچے اور بچی کو غور کرنا چاہیے کہ اس کی پسند کیا ہے؟ ورنہ ہمارے مسلمان بچے بھی کافروں کے ساتھ ہوں گے۔

مدیر: ان شاء اللہ آیندہ میں ایسی چیزی نہیں خریدوں گا، جو میری روزی کو حرام بنا دیں۔

استاد: جزاك الله خيراً.

ساٹھواں باب

آلاتِ موسیقی کی خرید وفروخت

استاد صاحب دکان کے ایک کونے میں موسیقی کے کچھ آلات دیکھ کر گہرے رنج اور افسوس میں مبتلا ہو گئے اور مدیر سے مخاطب ہوئے۔

استاد: یہ سب کیا ہے؟

مدیر: (زور دار قہقہہ لگاتے ہوئے بولا) لگتا ہے سابقہ چیزوں کی طرح اب یہ بھی حرام ہو جائیں گے۔ استاد صاحب! آج آپ نے میرا سارا کاربار حرام قرار دے دیا ہے۔

استاد: ادھر اُدھر کی باتیں مت کرو، بلکہ جلدی سے یہ جاننے کی کوشش کرو کہ موسیقی کے بارے میں ہمیں قرآن و حدیث سے کیا ہدایات ملتی ہیں؟ کیا اسلام میں گانے بجانے کی کوئی گنجایش ہے یا یہ حرام ہے؟

مدیر: جی بتائیں! قرآن وحدیث میں موسیقی کے بارے میں کیا وارد ہوا ہے؟

استاد: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ﴾ [لقمان: 6]

''اور لوگوں میں سے بعض وہ ہے جو غافل کرنے والی بات خریدتا ہے، تاکہ جانے بغیر اللہ کے راستے سے گمراہ کرے۔''

مدیر: ﴿لَهْوَ الْحَدِيْثِ﴾ سے کیا مراد ہے؟

استاد: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''﴿لَهْوَ الْحَدِيْثِ﴾ سے مراد گانا بجانا ہے۔''

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اکثر مفسرین کے نزدیک اس سے مراد گانا بجانا ہے۔

دوسری جگہ پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَ اسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَ اَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَ رَجِلِكَ﴾ [الإسراء: 64]

''اور ان میں سے جس کو تو اپنی آواز کے ساتھ بہکا سکے بہکا لے اور اپنے سوار اور اپنے پیادے ان پر چڑھا کر لے آ۔''

علما فرماتے ہیں اس سے مراد گانا بجانا اور آلاتِ موسیقی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« لَيَكُونَنَّ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّونَ الْحِرَ وَالْحَرِيْرَ وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ »[1]

''ایک وقت ایسا آئے گا کہ میری امت کے کچھ لوگ زنا، ریشم، شراب اور موسیقی کو حلال کر لیں گے۔''

مدیر: اس حدیث کا کیا معنیٰ ہے؟

یعنی عنقریب مسلمانوں میں ایسی قومیں آ جائیں گی، جن کا خیال ہوگا کہ زنا، ریشم کا لباس پہننا، شراب پینا اور موسیقی حلال ہے، حالانکہ حقیقت میں یہ

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5590]

چیزیں حرام ہیں۔

"اَلْمَعَازِفَ" سے مراد ہر وہ چیز ہے، جس سے سریلی اور گانے والی آواز نکالی جائے، جیسے ڈھول، گھٹار، دف، بانسری، سارنگی وغیرہ ہے، حتی کہ گھنٹی کا شمار بھی انھی چیزوں میں ہوتا ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اَلْجَرَسُ مَزَامِيرُ الشَّيْطَانِ»[1] "گھنٹی شیطان کا باجا ہے۔"

"يَسْتَحِلُّوْنَ" سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حقیقت میں یہ چیزیں حرام ہیں، لیکن ان کو حلال کر لیا جائے گا۔ ہمارے ہاں شادی، منگنی اور دیگر خوشی کے مواقع پر جس طرح گانے بجانے کی محفلیں سجائی جاتی ہیں اور اس کے بعد محفلوں میں جو بے حیائی پائی جاتی ہے، اس کی وجہ سے نوجوان نسل میں خواہشات ابھرتی ہیں، جو بعد میں زنا اور فحاشی کا موجب بنتی ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَيَكُوْنَنَّ فِي هٰذِهِ الْأُمَّةِ خَسْفٌ وَقَذْفٌ وَ مَسْخٌ، وَذٰلِكَ إِذَا شَرِبُوا الْخُمُوْرَ وَاتَّخَذُوا الْقَيْنَاتِ وَضَرَبُوا الْمَعَازِفَ»[2]

"ایک وقت ایسا آئے گا کہ میری امت کے لوگ (زمین میں) دھنسا دیے جائیں گے، ان پر پتھر برسائے جائیں گے اور ان کی شکلیں مسخ کی جائیں گی، ایسا اس وقت ہوگا جب وہ شراب پییں گے، گلوکار عورتیں گے اور آلاتِ موسیقی کو استعمال میں لائیں گے۔"

یہ محفلیں اس وقت اور زیادہ خطرناک بن جاتی ہیں، جب ان میں نیم برہنہ اور عریاں لباس میں لڑکیاں ڈانس کرتی ہیں، گانوں کے بول، محبت، عشق

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث [2114]

[2] سنن الترمذي، رقم الحديث [2212] صححه الألباني في الصحيحة [2203]

اور مستی والے ہوتے ہیں، اسی لیے علما نے موسیقی کو زنا کا مقدمہ قرار دیا ہے، یعنی موسیقی انسان کو زنا پر ابھارتی ہے، تم موسیقی کے آلات کی خرید و فروخت کر کے موسیقی کے پھیلاؤ میں برابر کے ذمے دار ہو، کیوں کہ تمھارا یہ کاروبار گناہ کے کاموں پر تعاون کرنے کے مترادف ہے۔ تم یہ بھی اچھی طرح سمجھ چکے ہو کہ اللہ تعالیٰ جس چیز کو حرام ٹھہراتے ہیں، اس کی قیمت بھی حرام ہوتی ہے۔ موسیقی سے متعلقہ ہر طرح کی تجارت حرام ہے۔

مدیر: سبحان اللہ! یہ سارے دلائل موسیقی کی حرمت بیان کر رہے ہیں؟

استاد: ہاں، ابھی میں نے بہت اختصار کے ساتھ ان کا ذکر کیا ہے۔

مدیر: ہم اللہ سے توبہ کرتے ہیں اور آیندہ کبھی ایسے آلات کی خرید و فروخت نہیں کریں گے۔

استاد: اگر ممکن ہو تو ان کی جگہ پر ایسی سی ڈیز اور کیسٹیں لے آؤ جن میں تلاوتیں، نعتیں اور علما کی تقاریر ہوں۔

مدیر: ان شاء اللہ۔ مدیر کھڑا ہوا اور الماری سے آلاتِ موسیقی کو باہر نکالنے لگا۔

استاد: جزاك الله خيراً .

اکسٹھواں باب

جاندار چیزوں کی تصویروں کی خرید وفروخت

(استاد صاحب پین اور پنسلیں پسند کرنے کے لیے بک سٹور کے پچھلے حصے کی طرف گئے۔ وہاں دیوار کے ساتھ انسانوں، حیوانات اور دیگر جاندار چیزوں کی تصویریں آویزاں کی گئی تھیں۔ استاد صاحب ان کو غور سے دیکھتے ہوئے مدیر سے مخاطب ہوئے)

استاد: میرے خیال میں ہر کاروباری آدمی کے لیے لازمی قرار دیا جانا چاہیے کہ وہ کاروبار شروع کرنے سے پہلے تجارت کے اسلامی اصول سیکھے، تاکہ وہ کاروبار شروع کرنے کے بعد اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو حرام رزق سے بچا سکے اور ہمیشہ انہی چیزوں کی خرید وفروخت کرے جو اسلامی شریعت کے خلاف نہ ہوں۔

مدیر: استاد صاحب! کیا آپ نے یہاں کوئی اور حرام چیز تو نہیں دیکھ لی؟

استاد: یہ تصویریں کیوں آویزاں کی گئی ہے؟

مدیر: کیا یہ بھی حرام ہیں؟

استاد: آؤ، سابقہ مسائل کی طرح اس مسئلے میں بھی شریعت سے راہنمائی لیتے ہیں کہ قرآن وحدیث میں تصویروں کے بارے میں ہمیں کیا ہدایات دی گئی ہیں؟

مدیر: جی ضرور۔

استاد: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« إِنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْمُصَوِّرُوْنَ »[1]

"قیامت کے دن اللہ کے ہاں تصویریں بنانے والوں کو سخت ترین عذاب ہوگا۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذَهَبَ يَخْلُقُ كَخَلْقِي فَلْيَخْلُقُوا حَبَّةً أَوْ لِيَخْلُقُوا ذُرَّةً »[2]

"اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہو گا جو میری مخلوق کی طرح پیدا کرنے چلا ہے، اسے چاہیے کہ ایک دانہ پیدا کرے یا ایک چیونٹی پیدا کرے۔"

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« كُلُّ مُصَوِّرٍ فِي النَّارِ، يُجْعَلُ لَهُ بِكُلِّ صُوْرَةٍ صَوَّرَهَا نَفْسٌ فَيُعَذِّبُ بِهَا فِي جَهَنَّمَ »[3]

"ہر تصویر بنانے والا جہنم میں جائے گا اور ہر ایک تصویر کے بدلے ایک جاندار شخص بنایا جائے گا، جس کی وجہ سے اسے جہنم میں عذاب دیا جائے گا۔"

یہ تمام احادیث تصویروں کی حرمت پر دلالت کرتی ہیں، خواہ وہ تصویریں

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5950]

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث [5953]

[3] صحيح البخاري، رقم الحديث [2255] صحيح مسلم، رقم الحديث [2110]

انسانوں کی ہوں، حیوانات کی ہوں یا دیگر جانداروں کی، سایہ دار ہوں یا بغیر سائے کے، کاغذ پر طبع کی گئی ہوں یا کیمرے سے ان کا عکس لیا گیا ہو یا ان کو پتھروں اور لکڑیوں پر کندہ کروایا گیا ہو، احادیث میں ان تمام قسم کی تصاویر کو حرام قرار دیا گیا ہے۔

مدیر: استاد صاحب! ذرا ٹھہریں، اتنی جلدی حکم صادر نہ کریں۔ آپ یہ بھی غور کریں کہ تصویریں ہماری ضرورت بن چکی ہیں اور قابل ذکر بات یہ ہے کہ وہ تصویریں حرام ہیں، جو مجسمے کی شکل میں ہوں اور سایہ دار ہوں، اس کے علاوہ غیر سایہ دار تصویریں حرام نہیں ہیں۔

استاد: اگر آپ تصویروں کی حرمت میں وارد ہونے والی تمام احادیث کا بغور مطالعہ کریں تو آپ کا یہ اعتراض باقی نہیں رہے گا۔

مدیر: کیسے؟

استاد: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے اور میں نے اپنے ایک طاق کو ایک پردے سے ڈھانکا تھا، جس میں تصویریں تھیں، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھا تو اسے پھاڑ ڈالا اور آپ کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« يَا عَائِشَةُ! أَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّذِيْنَ يُضَاهُوْنَ بِخَلْقِ اللّٰهِ » قَالَتْ: فَجَعَلْنَا مِنْهُ وِسَادَةً أَوْ وِسَادَتَيْنِ.[1]

”عائشہ! سب سے زیادہ سخت عذاب قیامت کے دن ان لوگوں کو ہوگا جو اللہ کی مخلوق کی سی شکل بناتے ہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے اسے کاٹ کر ایک یا دو تکیے بنا لیے۔“

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5964] صحيح مسلم، رقم الحديث [2107]

دراصل ان احادیث میں تصویر حرام ہونے کی علت اللہ تعالیٰ کی تخلیق کے مشابہہ کوئی چیز تیار کرنا ہے۔

اب ذرا غور کر کے یہ بتاؤ کہ کیا کوئی عقلمند آدمی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے نتیجہ نکال سکتا ہے کہ صرف جسم والی تصویریں حرام ہیں، صحیح بات یہ ہے کہ اس پردے پر تصویریں نقش کی گئی تھیں نہ کہ وہ پتھروں کے مجسمے تھے۔

مدیر: استاد صاحب! ہم ان کی عبادت تو نہیں کرتے ہیں؟

استاد: مسلمان آدمی شرعی معاملات میں بحث و مباحثہ اور جھگڑا نہیں کرتا، بلکہ وہ نصوص کو تسلیم کرتا ہے اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہے، رہی یہ بات کہ ہم ان کی عبادت تو نہیں کرتے۔ ٹھیک ہے ہم ان کی عبادت نہیں کرتے، لیکن تصویر حرام ہونے کی اور بھی کئی حکمتیں ہیں۔ مثلاً:

1. تصویروں کے سبب فحاشی کو فروغ ملتا ہے۔
2. کائنات میں شرک کی ابتداء اور غیراللہ کی عبادت کا آغاز تصویروں کی پرستش سے ہوا تھا، جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام کے واقعے سے واضح ہوتا ہے۔
3. جس گھر میں تصویریں ہوں اس گھر میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيهِ كَلْبٌ وَلَا صُورَةٌ»[1]

”فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جہاں کتا یا کوئی تصویر ہو۔“

عام طور پر گھروں اور دکانوں وغیرہ میں اپنے بزرگوں اور پیروں وغیرہ کی تصویریں آویزاں کی گئی ہوتی ہیں، یہ بھی حرام ہے۔

مدیر: استاد صاحب! والدین اور بزرگوں کی تصویریں محض ان کی یاد کی خاطر

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [3225] صحيح مسلم، رقم الحديث [2106]

لٹکائی جاتی ہیں نہ کہ ان کی عبادت مقصود ہوتی ہے۔

استاد: یاد رکھنے کے لیے تصویریں لٹکانا ضروری نہیں ہوتا، بلکہ یاد وہ ہوتی ہے کہ دل سے ان کی بخشش اور مغفرت کے لیے دعائیں نکلیں۔ گھروں سے تصویریں نکالنا اور مسخ کرنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابو الہیاج سے کہا تھا: کیا میں تمھیں اس مشن پر نہ بھیجوں جس پر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا۔ اس نے کہا کیوں نہیں (ضرور بھیجیں) حضرت علی نے کہا:

”أَنْ لَّا تَدَعُ صُورَةً إِلَّا طَمَسْتَهَا وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا إِلَّا سَوَّيْتَهُ“[1]

”(جاؤ) کوئی تصویر نہ چھوڑنا، مگر اسے مسخ کر دینا اور کوئی اونچی قبر نہ چھوڑنا، مگر اسے برابر کر دینا۔“

مدیر: استاد صاحب! یہ کاروبار ہے اور رزق کا ایک ذریعہ ہے۔

استاد: اگر کاروبار اور رزق کی خاطر یہ کام نہیں چھوڑ سکتے تو ایسی تصویریں رکھ لو جو جاندار چیزوں کی نہ ہوں، جیسے قدرتی مناظر اور درخت وغیرہ ہیں، کیونکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے تصویریں بنانے والوں سے کہا تھا:

”إِنْ كُنْتَ لَا بُدَّ فَاعِلًا، فَاصْنَعِ الشَّجَرَ وَمَا لَا رُوحَ فِيهِ“[2]

”کہ اگر تم لازمی تصویریں بنانا چاہتے ہو تو درختوں اور ایسی اشیا کی بنا لو، جن میں روح نہ ہو۔“

مدیر: یعنی تصویر خواہ کسی بھی صورت میں ہو، وہ حرام ہے؟

استاد: ہاں، ہر طرح کی ذی روح تصویریں خواہ وہ مجسمے کی صورت میں ہوں یا غیر

---

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث [969]

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث [2225]

مجسمے کی صورت میں سب حرام ہیں، البتہ بعض اہلِ علم نے انتہائی ضرورت کے وقت تصویر بنوانے کی اجازت دی ہے، جیسے شناختی کارڈ وغیرہ کے لیے۔

مدیر: کیا ان کا کاروبار بھی حرام ہے؟

استاد: اللہ تعالیٰ جب کسی چیز کو حرام کرتے ہیں تو اس کی قیمت بھی حرام ہو جاتی ہے۔

مدیر: ان شاء اللہ میں اس کام سے بھی رک جاؤں گا۔

استاد: اللہ تعالیٰ تمھاری حفاظت فرمائے، اب ہمیں ہمارے سامان کی قیمت بتاؤ۔

مدیر: اس سامان کے پچپن دینار بنتے ہیں، لیکن آپ صرف پچاس دے دیں۔

استاد: جزاك الله خيراً!

استاد صاحب نے قیمت ادا کی، بک سٹور والے کا شکریہ ادا کیا اور اپنے شاگرد عمار کے ساتھ وہاں سے واپسی کو روانہ ہوئے۔

خلاصہ

عمار: استاد صاحب! اللہ کے فضل و کرم سے آج آپ نے مندرجہ ذیل امور سے لوگوں کو روکا ہے:

① بدعات پر مشتمل کتابوں کی خرید وفروخت۔

② فحش رسائل و جرائد کی خرید وفروخت۔

③ تصویروں والے سکول بیگز کی خرید وفروخت۔

④ آلاتِ موسیقی کی خرید وفروخت۔

⑤ تصویروں کی خرید وفروخت۔

استاد: الحمد لله رب العالمين.

(استاد اور عمار واپس گھر پہنچ گئے)

عمار: استاد صاحب! اب مجھے اجازت ہے؟

استاد: پہلے دونوں اکٹھے کھانا کھائیں گے، اس کے بعد اجازت ملے گی۔

(دونوں گھر میں داخل ہوئے، کھانا کھایا اور اگلے دن نمازِ عصر کا وقت مقرر ہوا)

پانچواں دورہ

① ٹیکسی سٹینڈ۔

② ہسپتالوں میں کیے جانے والے حرام کام۔

③ مسلمان گھرانوں میں ہونے والے حرام کام۔

④ ایسے حرام امور جن کا عموماً عورتیں گھروں میں ارتکاب کرتی ہیں۔

١

ٹیکسی سٹینڈ کا دورہ

اگلے دن نمازِ عصر کے وقت عمار استاد صالح کے گھر پہنچ گیا، استاد نے عمار کو بٹھایا اور اس کی ضیافت کی۔

عمار: استاد صاحب! آج کہاں کا ارادہ ہے؟

استاد: میں نے ڈینٹل ہسپتال میں دانتوں کے ڈاکٹر سے آج کے دن کا وقت لیا ہوا ہے، لہٰذا ہم ہسپتال کی طرف چلتے ہیں۔

عمار: اللہ آپ کو شفا دے! ٹھیک ہے۔

استاد: مجھے درد وغیرہ نہیں ہے، بلکہ میں صرف دانتوں کی صفائی کروانا چاہتا ہوں۔

(استاد اور عمار ہسپتال کی طرف روانہ ہوئے)

استاد: عمار! ہسپتال جانے کے لیے کسی ٹیکسی کو روکو۔

(عمار نے ٹیکسی روکی، دونوں اس میں سوار ہوئے اور ٹیکسی ہسپتال کی طرف روانہ ہوئی)

باسٹھواں باب:

ناجائز کاموں کے لیے ٹیکسی کی خدمات مہیا کرنا

استاد اور عمار ٹیکسی پر سوار ہو کر ہسپتال کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں ایک سٹاپ پر دو منچلے لڑکے اور ان کے ساتھ دو لڑکیاں کھڑی تھیں۔ ان کے چہرے کی ہوائیاں اڑی ہوئی تھیں اور شرمندہ نظر آ رہے تھے۔ جب ٹیکسی ان کے قریب پہنچی تو ایک نوجوان نے ڈرائیور کو رکنے کا اشارہ کیا، ڈرائیور نے گاڑی روک لی۔

ڈرائیور: ہاں جی۔

نوجوان: ہمیں پانچ گھنٹے کے لیے ٹیکسی چاہیے۔

ڈرائیور: پانچ منٹ یہیں رکو، میں ان دو لوگوں کو ہسپتال اتار کر واپس آ تا ہوں۔

نوجوان: ٹھیک ہے، ہم تمھارا انتظار کرتے ہیں۔

ڈرائیور: کل والی جگہ پر جانا ہے؟

نوجوان: ہاں۔

(ڈرائیور نے گاڑی دوبارہ دوڑا دی، عمار ڈرائیور سے مخاطب ہوا)

عمار: ارے بھائی جان! ان منچلوں کے ساتھ تمھارا کیا تعلق ہے؟

استاد: یہ روزانہ کہاں جاتے ہیں؟

ڈرائیور: استاد صاحب! یہ برے لوگ ہیں اور شیطانی کام کرتے ہیں۔ آپ ان میں کیوں دلچسپی لے رہے ہیں؟

استاد: اگر یہ شیطانی کام کرتے ہیں اور برے لوگ ہیں تو آپ ان کو ساتھ کیوں لے جاتے ہو؟

ڈرائیور: استاد صاحب! میں تو رزق کی تلاش میں نکلا ہوں، مجھے ٹیکسی کا کرایہ دے کر کوئی جہاں مرضی لے جائے۔

استاد: کیا اس کے علاوہ رزق کمانے کا کوئی اور ذریعہ نہیں ہے؟

ڈرائیور: ان کے ساتھ جانے کا مجھے کافی فائدہ ہوتا ہے۔ یہ مجھے پانچ گھنٹے کا 100 پاؤنڈ کرایہ دے دیتے ہیں، جب کہ اگر اس کے علاوہ میں سارا دن بھی گاڑی گھماتا رہوں تو مجھے 50 پاؤنڈ نہیں بچتے۔

استاد: سبحان اللہ! صرف 5 گھنٹوں کے 100 پاؤنڈ!!

ڈرائیور: ہاں، اللہ کی قسم سچ کہہ رہا ہوں۔

استاد: وہ کہاں جاتے ہیں؟

ڈرائیور: بہتر ہے کہ آپ یہ بات نہ معلوم کریں۔

استاد: باتوں میں مشغول رہنے سے سفر آسانی کے ساتھ طے ہو جاتا ہے اور ویسے بھی مجھے ان لڑکوں کے معاملے نے بہت زیادہ تجسس میں ڈال دیا ہے۔ میں ان کے بارے میں ضرور جاننا چاہتا ہوں۔

ڈرائیور: استاد صاحب! یہ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں یونیورسٹی کی ہیں، ان لوگوں نے مسلمان معاشرے کو داغ دار کیا ہوا ہے۔

استاد: ہاں یہ تو درست ہے، لیکن کیا کوئی ان کو اللہ سے ڈرانے والا نہیں ہے؟

ڈرائیور: یہ بیس پاؤنڈ فی گھنٹہ کے عوض ٹیکسی کرائے پر لیتے ہیں اور ان لڑکیوں کو ساتھ لے کر شہر سے باہر ویران جگہوں پر یا باغات اور پارکوں میں لے

جاتے ہیں۔

استاد: (افسوس کے ساتھ اپنا سر پکڑتے ہوئے بولے) إنا لله و إنا إليه راجعون.
لا حول ولا قوة إلا بالله، کیا حالات یہاں تک پہنچ چکے ہیں؟

ڈرائیور: اس سے بھی آگے بڑھ چکے ہیں۔

استاد: جب یہ لوگ وہاں ٹھہر کر گناؤنے جرائم کا ارتکاب کر رہے ہوتے ہیں تو تم اس دوران میں کہاں ٹھہرتے ہو؟

ڈرائیور: میں ان لوگوں سے ذرا دور بیٹھ کر سیگرٹ نوشی میں مصروف ہو جاتا ہوں اور جب وہ واپس آنا چاہتے ہیں تو میں ان کو لے آتا ہوں۔

استاد: یعنی تم دلاّل کی ڈیوٹی دیتے ہو؟

ڈرائیور: (غصے میں بولا) آپ یہ کیا بات کر رہے ہیں؟

استاد: غصے میں نہ آؤ۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ تمھاری گاڑی ان کو لے کر جاتی ہے، تم اسے چلاتے ہو اور اب قائد کہلانے میں شرم محسوس کر رہے ہو؟ کیا تمھیں اپنی گاڑی کے ساتھ اس گناہ کے کام میں شریک ہوتے ہوئے اللہ کا ڈر نہیں آتا؟ آج تک تم اپنی اولاد کو اس قبیح اور حرام ذریعے سے کھلاتے آئے ہو، بلکہ ان کے پیٹوں میں جہنم کی بدترین آگ بھرتے آئے ہو۔ کیا تمھیں مسلمانوں کی بدکار بچیوں کو زنا کی طرف لے جاتے ہوئے ذرا بھی ڈر نہیں آتا؟ کیا تم پسند کرو گے کہ کوئی دوسرا ڈرائیور تمھاری بیٹیوں کو اس طرح کے مشن پر لانے اور لے جانے کا کام کرے؟ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ انسان کو اس کے برے اعمال کا بدلہ اسی صورت میں ملتا ہے، الا یہ کہ کوئی شخص توبہ کر لے اور برے اعمال چھوڑ دے تو اللہ تعالیٰ اس سے درگزر کر دیتے ہیں۔

کیا تم نے کبھی نہیں سوچا کہ اگر ان کو گناہ کی طرف لے جاتے ہوئے راستے میں اللہ کے عذاب نے اپنی لپیٹ میں لے لیا تو سب ہلاک ہو جائیں گے اور تم بھی ان کے ساتھ ہلاک ہو جاؤ گے؟

ڈرائیور: استاد صاحب! وہ لوگ وہاں جا کر جو بھی کرتے ہیں، مجھے اس سے کوئی غرض نہیں، نہ میں کبھی ان کے ساتھ شریک ہوا ہوں۔ مجھے صرف اپنے کرائے سے غرض ہے، کیونکہ میرا کام ہی یہ ہے کہ سواریاں اِدھر اُدھر لے جانا۔ آپ یہ ساری باتیں ان سے کریں جو یہ غلط حرکتیں کرتے ہیں۔

استاد: کتنی عجیب سوچ ہے تمھاری! کیا تمھیں وہ نصوص یاد نہیں جو تمھاری گاڑی کے اس فعل کی حرمت پر دلالت کرتی ہیں؟

ڈرائیور: وہ کون سی نصوص ہیں؟

استاد: 1 اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ [النور: 19]

”بے شک جو لوگ پسند کرتے ہیں کہ ان لوگوں میں بے حیائی پھیلے جو ایمان لائے ہیں، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

اگر دیکھا جائے تو تم اس حرام کام کو نہ صرف پسند کرتے ہو، بلکہ بڑی خوشی اور رغبت کے ساتھ اس میں شریک ہوتے ہو۔ گویا تم مسلمانوں میں فحاشی پھیلانے کے عمل کو پسند کرتے ہو، اگر تم نے توبہ نہ کی تو تم بھی اس آیت کا مصداق ٹھہرو گے۔

۲ کسی عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ غیر محرم کے ساتھ گاڑی میں سفر کرے، خواہ وہ ڈرائیور ہو یا کوئی اور، کیوں کہ یہ خلوت کے زمرے میں آتا ہے۔ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

«لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا وَمَعَهَا ذُوْ مَحْرَمٍ»[1]

''کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ علاحدگی میں نہ جائے الا یہ کہ اس عورت کے ساتھ کوئی محرم رشتے دار ہو۔''

جس معاملے پر ہم بات کر رہے ہیں، اس میں بات صرف غیر محرم کے ساتھ سفر کرنے تک محدود نہیں رہتی، بلکہ معاملہ زنا تک پہنچ جاتا ہے۔ زانی مردوں اور عورتوں کے لیے دنیا و آخرت میں ذلت و رسوائی ہے۔ ایسے لوگوں کو قیامت کے دن جہنم کے ایسے گڑھے میں عذاب میں مبتلا کیا جائے گا، جو اوپر سے تنگ اور نیچے سے کافی وسیع ہوگا، جیسے تندور ہوتا ہے۔ یہ لوگ برہنہ اس تندور نما گڑھے میں پھینکے جائیں گے اور ان کے لیے آگ کو خوب بھڑکایا جائے گا۔ آگ کے شعلے ان لوگوں کو جلاتے ہوئے اوپر تک لے آئیں گے، حتی کہ جب وہ لوگ گڑھے کے اوپر والے کنارے کے پاس آئیں گے تو خیال کریں گے کہ وہ باہر نکلنے والے ہیں، لیکن اچانک آگ کے شعلے کم ہوں گے اور یہ لوگ دوبارہ اس گڑھے کی نچلی سطح پر چلے جائیں گے، قیامت تک ان کے ساتھ اسی طرح کا سلوک کیا جاتا رہے گا۔

روزانہ آدھی رات کے وقت جب آسمان کے دروازے کھلتے ہیں اور دعاؤں کی قبولیت کا وقت ہوتا ہے تو زانی مرد اور عورتیں اپنے اس قبیح فعل کی وجہ سے دعا کی

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5233] صحيح مسلم، رقم الحديث [1339]

قبولیت اور اس وقت کی برکت سے محروم رہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« تُفْتَحُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ نِصْفَ اللَّيْلِ، فَيُنَادِي مُنَادٍ: هَلْ مِنْ دَاعٍ فَيُسْتَجَابُ لَهُ؟ هَلْ مِنْ سَائِلٍ فَيُعْطَى؟ هَلْ مِنْ مَكْرُوبٍ فَيُفَرَّجُ عَنْهُ؟ فَلَا يَبْقَى مُسْلِمٌ يَدْعُو اللّٰهَ إِلَّا اسْتَجَابَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَهُ إِلَّا زَانِيَةً تَسْعَى بِفَرْجِهَا، أَوْ عَشَّاراً »[1]

''آدھی رات کے وقت آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور ایک اعلان کرنے والا (فرشتہ) اعلان کرتا ہے: کیا کوئی پکارنے والا ہے، اس کی پکار کو قبول کیا جائے گا؟ کیا کوئی سوال کرنے والا ہے، اس کو عطا کیا جائے گا، کیا کوئی مصیبت زدہ ہے، پس اس کی مصیبت کو دور کیا جائے گا؟ جو بھی مسلمان اللہ تعالیٰ کو (اس وقت) پکارتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی پکار کا جواب دیتے ہیں مگر وہ عورت جو بدکار ہو اور اپنی شرم گاہ کا غلط استعمال کرنے والی ہو اور وہ شخص جو (ناجائز) ٹیکس لیتا ہو (ان کی دعا قبول نہیں کی جاتی)۔''

ضرورت اور فقر و فاقہ اس چیز کا قطعاً عذر نہیں ہیں کہ اللہ کی حدوں کو پامال کرنے والے کاموں سے مال کمایا جائے۔ حکما کا قول ہے کہ بھوکی آزاد عورت اپنے ہی پستان نوچنا شروع نہیں کر دیتی۔ وہ اپنی شرم گاہ کا غلط استعمال کیسے کر سکتی ہے۔

سواریاں لانے اور لے جانے میں اکثر تمھارا واسطہ عورتوں سے پڑتا ہے، لہٰذا تمھیں اپنے اندر زیادہ سے زیادہ تقویٰ اور حسنِ سلوک پیدا کرنا چاہیے، تاکہ تمھاری یہ پرہیزگاری حرام کاری سے بچنے کا ایک ذریعہ ثابت ہو سکے۔ تمھیں اپنے اور حرام کاموں کے درمیان ایک مضبوط دیوار بنانی چاہیے اور وہ دیوار تقوے کے

[1] صحيح الجامع، رقم الحديث [2971]

ذریعے سے تعمیر ہو سکتی ہے۔ یہ ٹیکسی تمھارے پاس اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، تیرے لیے یہ جائز نہیں کہ تو اس نعمت کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور مخالفت والے کاموں میں مشغول کر دے۔ اگر یہ نعمت تم سے چھن گئی تو ساری زندگی اپنے آپ کو ملامت کرتے رہو گے، لیکن اس وقت تمھارا اپنے آپ کو ملامت کرنا کچھ نفع نہیں دے گا۔

ڈرائیور: یعنی اس طرح کے غلط اور نافرمانی والے کام میں مجھے ٹیکسی نہیں لے جانی چاہیے؟

استاد: ہاں، بالکل نہیں لے جانی چاہیے، اس مسئلے میں لمبے چوڑے دلائل کی ضرورت نہیں۔ یہ بات اگر تم کسی بے عقل سے بھی پوچھو گے تو وہ بھی یہی کہے گا، کیونکہ کوئی بھی مسلمان اس طرح کی بے غیرتی اور بے حیائی کو پسند نہیں کرتا۔

ڈرائیور: اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟

استاد: اب تمھیں دوبارہ ان لڑکوں کی طرف نہیں جانا چاہیے۔

ڈرائیور: اگر میں نہ جاؤں گا تو وہ کوئی اور ٹیکسی لے جائیں گے۔

استاد: تم اپنی فکر کرو، کسی دوسرے کی گمراہی تمھیں کچھ نقصان نہیں پہنچائے گی۔ تم اپنے آپ کو جہنم کے گھڑے میں گرنے سے بچاؤ۔

سڑک پر سے گزرتے ہوئے گاڑی کی لائٹ کے ذریعے کسی عورت کو دیکھنا یا گاڑی میں سوار فیملی کی کسی عورت کے چہرے وغیرہ پر لائٹ سیٹ کر لینا اور مسلسل اس پر نظر رکھنا یہ سب امور حرام ہیں، ہر مسلمان کو ایسے نافرمانی والے کاموں سے بچنا چاہیے۔

ڈرائیور: استاد صاحب! میں آیندہ کے لیے اللہ سے توبہ کر لوں گا، لیکن اس سے پہلے میں جو گناہ کر چکا ہوں ان کا کیا حل ہے؟

استاد: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴾

[الزمر: 53]

''کہہ دے اے میرے بندو جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی! اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ، بے شک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے۔ بے شک وہی تو بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

دوسری جگہ پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَی اللّٰهِ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ یَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِیْبٍ فَاُولٰٓئِكَ یَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ﴾ [النساء: 17]

''توبہ (جس کا قبول کرنا) اللہ کے ذمے (ہے) صرف ان لوگوں کی ہے جو جہالت سے برائی کرتے ہیں، پھر جلد ہی توبہ کر لیتے ہیں، تو یہی لوگ ہیں جن پر اللہ پھر مہربان ہو جاتا ہے اور اللہ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔''

جب بندہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتے ہیں۔

ایک اور بات یاد رکھو کہ اپنے گناہوں کو اتنا بڑا بھی نہیں سمجھنا چاہیے کہ شیطان کہیں توبہ سے دور اور اللہ کی رحمت سے مایوس ہی نہ کر دے۔ اللہ تمھیں سچی توبہ کی توفیق نصیب فرمائے۔

تریسٹھواں باب

ڈرائیور کا خفیہ طور پر گاڑی کے مالک کے ساتھ طے شدہ رقم سے زائد وصول کرنا

ڈرائیور: اللہ کا شکر ہے کہ اس نے آج مجھے آپ کا ساتھ نصیب فرمایا۔ ایک چیز اکثر مجھے پریشان کرتی ہے، میں جب بھی وہ کام کرتا ہوں تو مجھے بہت خفگی ہوتی ہے، میں آپ سے اس کے بارے میں کچھ جاننا چاہتا ہوں۔

استاد: جی کیا بات ہے، پوچھو؟

ڈرائیور: میں جب یہ گاڑی لے کر آتا ہوں تو اس کے مالک کے ساتھ میری مزدوری ایک سو پاؤنڈ میں سے دس پاؤنڈ طے ہوتی ہے۔ بعض مالک اپنے ڈرائیوروں کے ساتھ دس پاؤنڈ کے علاوہ تین پاؤنڈ اضافی بھی طے کر لیتے ہیں۔ یہ تین پاؤنڈ ڈرائیور کے روزانہ کے سگریٹ، چائے اور کھانے وغیرہ کے لیے مختص ہوتے ہیں، اس سے ڈرائیور خوشی کے ساتھ کام کرتا ہے۔

استاد: تم کیا کرتے ہو؟

ڈرائیور: سچ سچ بتاؤں؟

استاد: میں سچ ہی سننا چاہتا ہوں۔

ڈرائیور: میں گاڑی کے مالک کے علم میں لائے بغیر ہی چائے اور کھانا وغیرہ کھا

لیتا ہوں اور اصل رقم سے تقریباً تین پاؤنڈ روزانہ کے لے لیتا ہوں۔

استاد: لا حول و لا قوة إلا بالله.

ڈرائیور: کیا یہ حرام ہے؟

استاد: اس کے حرام ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اس سے دل میں شک وشبہہ اور تردد رہتا ہے اور نبی ﷺ نے فرمایا:

« اَلْاِثْمُ مَا حَاكَ فِيْ صَدْرِكَ وَكَرِهْتَ أَنْ يَّطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ »[1]

''گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں شک پیدا کرے اور تو اس بات کو ناپسند سمجھے کہ لوگ تیرے اس فعل پر اطلاع پائیں۔''

تم نے خود ہی تھوڑی دیر پہلے اعتراف کیا ہے کہ میں جب بھی یہ کام کرتا ہوں تو شرمندہ اور پریشان ہو جاتا ہوں۔ گاڑی کے مالک کے ساتھ تمھارا جو معاہدہ طے ہوتا ہے، اس سے ایک پیسہ بھی زائد وصول کرنا تمھارے لیے حلال نہیں ہے۔

ڈرائیور: استاد صاحب! اکثر ڈرائیور اسی طرح کرتے ہیں۔

استاد: تم دوسروں کو چھوڑو، اپنی بات کرو۔ کیا ٹیکسی کا مالک تمھیں مجبور کرتا ہے کہ تم نے اتنی اجرت کے عوض گاڑی چلانی ہے یا تم اپنی مرضی سے چلا رہے ہو؟

ڈرائیور: نہیں، وہ مجبور نہیں کرتا۔

استاد: یعنی تم اپنی مرضی سے چلا رہے ہو؟

ڈرائیور: اپنی مجبوریوں کی وجہ سے راضی ہوں، ضروریات زندگی بھی تو پورے کرنے ہیں۔

استاد: ایسی مجبوریوں کی وجہ سے شریعت کا حکم بدل نہیں جاتا۔ تم اگر کسی اور آدمی کی گاڑی چلاؤ تو شاید وہ تمھیں اس سے زیادہ مزدوری دے دے،

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث [2553] سنن الترمذي، رقم الحديث [2359]

لیکن تم نے اس کے لیے کوشش ہی نہیں کی۔ تم اپنی مرضی اور اختیار سے اس آدمی کی گاڑی چلاتے ہو، لہٰذا تمھیں اپنے عہد و پیمان پر پورا اترنا چاہیے اور ایک روپے کی بھی کمی بیشی نہیں کرنی چاہیے۔

ڈرائیور: اس کی دلیل کیا ہے؟

استاد: نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

«اَلْمُسْلِمُوْنَ عَلٰی شُرُوْطِهِمْ»[1]

''مسلمان اپنی شرائط پر پورا اترتے ہیں۔''

گاڑی کے مالک نے اس شرط پر تمھیں ڈرائیور رکھا ہے کہ وہ تمھیں ایک سو پاؤنڈ میں سے دس پاؤنڈ دے گا، چنانچہ اگر تو اس شرط کو توڑے گا اور مالک کے علم میں لائے بغیر پیسے کھائے گا تو یہ تیرے لیے ناجائز اور حرام ہو گا۔

ڈرائیور: استاد صاحب! ایک اور سوال کا جواب دیں۔

بعض لوگ میرے ساتھ سفر کرتے ہیں اور گاڑی سے اتر کر مجھے دو پاؤنڈ زائد کرایہ دیتے ہیں، حالانکہ اس سفر کا کرایہ ایک پاؤنڈ بنتا ہے، کیا وہ ایک پاؤنڈ زائد میرے لیے حلال ہے؟

استاد: وہ ایک پاؤنڈ زائد تمھارے لیے حلال نہیں ہے، کیونکہ تم اتنی اجرت کے حق دار ہو جتنا تم نے کام کیا ہے، ہاں اگر مسافر کے علم میں ہو کہ اس کا کرایہ ایک پاؤنڈ ہے، لیکن وہ اپنی خوشی سے دو پاؤنڈ دے دے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

ڈرائیور: استاد صاحب! آپ کا شکریہ آپ نے مجھے صحیح مسئلے سے آگاہ کیا۔ آیندہ میں مسافر کی رضا مندی کے بغیر زائد پیسے وصول نہیں کروں گا۔

استاد: جزاك الله خيراً.

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [3594] صحيح الجامع، رقم الحديث [6714]

چونسٹھواں باب

سرکاری یا کمپنی کی گاڑی کا ناجائز استعمال

عمار: استاد صاحب! میرا ایک قریبی دوست ڈرائیور ہے، وہ اجرت پر کسی کی گاڑی چلاتا ہے۔ اکثر وہ اس گاڑی کو اپنے ذاتی استعمال میں لاتا ہے یا اپنے دوست احباب اور رشتے دار وغیرہ کے لیے استعمال کرتا ہے، لیکن اس کی اجرت مالک کی رقم میں نہیں ڈالتا، یعنی جب مالک کے ساتھ حساب کرتا ہے تو اپنے ذاتی استعمال وغیرہ کو مالک کے علم میں نہیں لاتا اور نہ اس کا کرایہ ادا کرتا ہے، وہ اکیلا نہیں، بلکہ بے شمار ڈرائیور اس طرح کرتے ہیں۔

ڈرائیور: اس میں کیا حرج ہے؟ سب ڈرائیور یہ کام کرتے ہیں۔ قدیم کہاوت ہے:

"زہر کو پکانے والے کے لیے اس کا چکھنا لازم ہے۔"

جب میں ایک بندے کا ملازم ہوں، سارا دن اس کے لیے مال جمع کرتا ہوں، اپنی ذاتی چیز کی طرح اس کی گاڑی کی حفاظت کرتا ہوں، اسے صاف رکھتا ہوں، اب جب کہ آدھی رات کے وقت میرے گھر کا کوئی فرد بیمار ہو تو کیا میں کسی اور کی گاڑی تلاش کرتا پھروں اور گھر کھڑی گاڑی استعمال نہ کروں، تاکہ اتنی دیر میں وہ بیمار فوت ہو جائے۔ واہ سبحان اللہ! میری عقل اس بات کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔

عمار: ٹھہرو بھائی! ہم استاد صاحب سے اس کا شرعی حکم دریافت کر لیتے ہیں۔

استاد: پہلی چیزوں کی طرح یہ بھی حرام ہے۔ دو صورتوں کے سوا کسی شکل میں بھی سرکاری یا کمپنی یا مالک کی گاڑی اپنے استعمال میں نہیں لائی جا سکتی۔

ڈرائیور: کون کون سی دو صورتیں؟

استاد: ① تم گاڑی اپنے ذاتی استعمال میں لا سکتے ہو، لیکن شرط یہ ہے کہ تم خود بھی اتنا ہی کرایہ ادا کرو، جتنا کسی اجنبی مسافر سے وصول کرتے ہو، یا اگر تم اپنے کسی دوست وغیرہ کے لیے گاڑی استعمال کرتے ہو تو اس سے بھی اتنا ہی کرایہ وصول کرو، اگر تم نے ایسا نہ کیا تو قیامت کے دن تمھیں اس کا حساب دینا ہوگا اور یہ بات یاد رکھو کہ قیامت کے دن بدلہ دینے کے لیے انسان کے پاس مال و دولت اور درہم و دینار نہیں ہوں گے، بلکہ اس دن نیکیوں اور برائیوں کے ساتھ بدلے اتارے جائیں گے۔ کوئی آدمی اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہوگا، جب تک وہ دنیا کے مظالم سے پاک نہیں ہو جائے گا۔ تم ذرا غور کرو کہ اگر تمھیں ایسی حالت میں موت آ جائے اور کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے دربار میں گاڑی کا مالک تم پر یہ مقدمہ دائر کر دے کہ تم دنیا میں اس کا حق کھاتے رہے ہو تو اس وقت تمھاری حالت کیا ہوگی؟ اللہ تعالیٰ کے دربار میں انصاف ہوگا اور اس وقت انصاف کی صورت یہ ہوگی کہ تمھاری نیکیاں اس مالک کو دے دی جائیں گی۔ اگر حساب برابر نہ ہوا اور اس کا حق تم پر ابھی باقی ہوا تو اس کی برائیاں تمھارے کھاتے میں ڈال دی جائیں گی اور اس وقت تمھارے پاس سوائے ندامت اور شرمندگی کے کچھ نہیں بچے گا۔

ڈرائیور: دوسری صورت کیا ہے؟

استاد: ② تم گاڑی کے مالک کو صاف صاف بتا دو کہ جب میں خود گاڑی

استعمال کرتا ہوں یا اپنے کسی عزیز، رشتے دار وغیرہ کو گاڑی پر سوار کرتا ہوں تو میں اس کا کرایہ وصول نہیں کرتا۔ اگر مالک اس پر اعتراض نہ کرے تو درست اور حلال ہے۔

ڈرائیور: اگر مالک کو اس چیز کا علم ہو گیا تو وہ آیندہ ایک دن کے لیے بھی مجھے ڈرائیور رکھنے کے لیے تیار نہیں ہوگا، بلکہ وہ فوراً مجھ سے گاڑی واپس مانگ لے گا۔

استاد: اس کے ذمے دار تم خود ہو۔

عمار: استاد صاحب! کیا واقعی یہ دن رات اپنے مالک کے لیے کام نہیں کر رہا؟ کیا یہ اس کو پیسے کما کر نہیں دیتا؟ اگر کبھی ضرورت کے وقت یہ گاڑی اپنے استعمال میں لے آتا ہے تو اس میں کیا حرج ہے؟

استاد: عمار یہ اشکال مکڑی کے جالے سے بھی زیادہ کمزور ہے۔

ڈرائیور: کیسے؟

استاد: تم اجرت پر اس کا کام کر رہے ہو یا مفت میں؟

ڈرائیور: اجرت پر۔

استاد: اگر اجرت پر کام کر رہے ہو تو تم صرف اتنی اجرت کے مستحق ہو جتنی کا تم نے اس کے ساتھ معاہدہ کیا ہوا ہے، اس سے زائد اس کے علم میں لائے بغیر تمھارے لیے حلال نہیں ہوگی، خواہ زائد اجرت گاڑی اپنے ذاتی استعمال کی صورت میں ہی کیوں نہ ہو اور یہ محض شیطان کا وسوسہ ہے کہ تم اس کے لیے کام کرتے ہو، لہٰذا تم جو چاہو کر سکتے ہو، ایسا نہیں ہے بلکہ تمھیں اپنے معاہدے اور شرائط کا پابند ہونا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلْمُسْلِمُوْنَ عَلٰی شُرُوْطِهِمْ))[1]

---

[1] سنن أبي داود، صحيح الجامع، رقم الحديث [6714]

''مسلمان اپنی شرائط پر پورا اترتے ہیں۔''

جن شرائط پر تم کام کر رہے ہو، اگر ان میں یہ شرط بھی شامل ہے کہ تم ذاتی استعمال کر سکتے ہو اور اپنے عزیز و اقارب کو بھی مفت سفر کروا سکتے ہو تو ٹھیک ہے۔ ایک بات تم نے یہ کہی ہے کہ عقل اسے تسلیم نہیں کرتی تو یاد رکھو کہ عقل اور عادت اسی وقت معتبر ہوگی، جب شریعت کی مخالفت لازم نہ آئے اور جہاں عقل شریعت کی مخالفت کی طرف دھکیل رہی ہو، وہاں عقل کو خاطر میں نہیں لایا جائے گا۔

ڈرائیور: استاد! آپ کا شکریہ، آج آپ نے میری توجہ کافی ایسے امور کی طرف دلائی ہے، جن سے میں آگاہ نہ تھا اور میں وعدہ کرتا ہو کہ آپ کی نصیحتوں پر عمل کروں گا۔

استاد: اللہ تعالیٰ آپ کو نیکی کی توفیق عطا فرمائے۔ اب یہ بتاؤ کہ ہم دونوں کا کتنا کرایہ ہے؟

ڈرائیور: اتنی وعظ و نصیحت کے بعد اب کرائے کی کسر رہتی ہے، مہربانی آپ کرایہ رہنے دیں۔

استاد: نہیں، آپ کو کرایہ وصول کرنا پڑے گا۔

ڈرائیور: چلیں آپ صرف ایک پاؤنڈ دے دیں۔

استاد: اگر اس سے زیادہ بنتا ہے تو زیادہ لے لو۔

ڈرائیور: نہیں اتنا ہی کافی ہے۔

استاد: جزاك الله خيراً! السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔

ڈرائیور: کرایہ وصول کرتے ہوئے: وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ۔

خلاصہ

استاد اور عمار گاڑی سے اتر کر ہسپتال میں داخل ہوئے، چیک اپ کے لیے پرچی وصول کی اور اپنی باری کے انتظار میں انتظار گاہ میں بیٹھ گئے۔

عمار: استاد صاحب! اس ڈرائیور کے ساتھ بہت اچھا سفر رہا ہے، ما شاء اللہ آپ نے اسے مندرجہ ذیل امور کی نصیحت فرمائی ہے:

① ناجائز کاموں کے لیے ٹیکسی کی خدمات مہیا کرنا۔

② ڈرائیور کا خفیہ طور پر گاڑی کے مالک کے ساتھ طے شدہ رقم سے زائد وصول کرنا۔

③ سرکاری یا کمپنی کی گاڑی کا ناجائز استعمال کرنا۔

استاد: الحمد لله رب العالمين.

②

ہسپتالوں میں کیے جانے والے حرام کام

پینسٹھواں باب

خوبصورتی کی خاطر دانتوں کے درمیان فاصلہ کروانا

استاد صاحب نے کلینک پر دیکھا کہ ان کے ایک کلاس فیلو سعد صاحب ان کی دائیں جانب بیٹھے ہوئے تھے۔

استاد: خوش آمدید سعد صاحب! کیا حال ہے؟ گھر والے سب کیسے ہیں؟

سعد: الحمد للہ! سب خیریت ہے، آپ کی طبیعت کیسی ہے؟

استاد: الحمد للہ! میں بھی ٹھیک ہوں۔

سعد: اللہ آپ کو شفا دے اور ہر طرح کی پریشانی سے محفوظ رکھے، کلینک پر خیریت سے آئے ہیں۔

استاد: میں فقط اپنے دانت صاف کروانے آیا ہوں، کسی بیماری کی دوائی لینے نہیں آیا اور ہاں! آپ یہاں کیسے آئے ہیں؟

سعد: میری بیوی کے سامنے والے اوپر اور نیچے کے دانت کافی لمبے اور بڑے ہو چکے ہیں، وہ انہیں خوبصورت بنانا اور چھوٹا کروانا چاہتی تھی، میں اس غرض سے اسے ساتھ لے کر یہاں آیا ہوں۔

استاد: کیا دانتوں کو چھوٹا کروانا یا خوبصورتی کی خاطر ان میں فاصلہ کروانا درست ہے؟

سعد: استاد صاحب! اتنی سختی نہ کریں، آپ نے ابھی تک انتہا پسندانہ نظریات

نہیں چھوڑے، یہ کیسے ناجائز ہو سکتا ہے؟

استاد: میں مذاق کر رہا ہوں اور نہ یہ سختی اور انتہا پسندی والی بات ہے۔

سعد: یہ کیسے جائز نہیں ہے، جب کہ دین میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے، جو خصوصاً عورتوں کے دانتوں کے بارے میں وارد ہوئی ہو۔

استاد: دین میں ہر چیز موجود ہے۔ کیا تم نے یہ آیت مبارکہ نہیں پڑھی:

﴿ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ﴾ [الأنعام: 38]

''ہم نے کتاب میں کسی چیز کی کمی نہیں چھوڑی۔''

یعنی آپ جس چیز کی بھی معرفت حاصل کرنا چاہیں گے، یقیناً اس کا ذکر قرآن مجید یا سنتِ رسول ﷺ میں موجود ہوگا۔

سعد: تو کیا کتاب اللہ یا سنتِ رسول ﷺ میں موجود ہے کہ عورتوں کا دانتوں میں فاصلہ کروانا یا چھوٹا کروانا حرام اور ناجائز ہے؟

استاد: ہاں، اللہ کی قسم قرآن و سنت میں اسے حرام کہا گیا ہے۔

سعد: کہاں لکھا ہے؟

استاد: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ﴾

[الحشر: 7]

''اور رسول تمھیں جو کچھ دے تو وہ لے لو اور جس سے تمھیں روک دے تو رک جاؤ۔''

سعد: اس آیت میں دانتوں کا مسئلہ کہاں بیان ہوا ہے؟

استاد: یہ آیت بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے حرام قرار دیا ہے، یعنی اس کی حرمت رسول اللہ ﷺ کی طرف سے آئی ہے۔

سعد: کیا کسی حدیث میں اس کی حرمت بیان ہوئی ہے؟

استاد: سب سے پہلے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ علما اسے کیا نام دیتے ہیں، علما نے اس کا نام "فلج" رکھا ہے۔

"فلج" سے مراد ہے: عورتوں کا ریتی (رگڑنے والا آلہ) کے ساتھ اپنے دانتوں کو رگڑوانا، تاکہ دانت چھوٹے ہو جائیں، دانتوں کے درمیان فاصلہ پیدا ہو اور دانتوں کے حسن اور خوبصورتی میں اضافہ ہو۔ ایسا وہ عورتیں کرتی ہیں جو بوڑھی ہو جاتی ہیں اور ان کے دانت بڑھ جاتے ہیں۔ لہٰذا وہ اپنے آپ کو جوان رکھنے اور خوبصورت رکھنے کی خاطر یہ حربہ استعمال کرتی ہیں۔ اسی طرح نوجوان لڑکیاں بھی اپنے دانتوں کو باریک کرنے کی خاطر رگڑواتی ہیں۔ علما کے ہاں اس کا نام "وَشَر" ہے۔

جب کہ حقیقت میں دانتوں میں کشادگی پیدا کرنا، فاصلہ کروانا اور باریک کروانا وغیرہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق کو بدلنے کے مترادف ہے اور یہ کام کرنا اور کروانا دونوں حرام ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ وَالنَّامِصَاتِ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰهِ»[1]

"اللہ تعالیٰ نے حُسن کے لیے گودنے والیوں، گدوانے والیوں پر، بال نوچنے والیوں پر، حُسن کے لیے دانتوں کے درمیان فاصلہ پیدا کرنے والیوں پر اور اللہ کی تخلیق میں تبدیلی کرنے والیوں پر لعنت فرمائی ہے۔"

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5931] صحيح مسلم، رقم الحديث [2125]

"المتفلجة" سے مراد یہ ہے کہ دانتوں کو رگڑ کر چھوٹا کرنا، تاکہ وہ ایک دوسرے سے تھوڑا تھوڑا دور ہو جائیں اور "الوشر" سے مراد خوبصورتی ہے۔[1]

سعد: استاد صاحب! ٹھیک ہے میں نے مان لیا کہ خوبصورتی کی خاطر دانتوں کو چھوٹا کروانا حرام ہے، لیکن اگر دانت بڑے ہو جائیں اور تکلیف بھی دیں تو صرف علاج کی خاطر ان کے چھوٹا کروانے کا کیا حکم ہے؟

استاد: اگر صرف علاج مقصود ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں، لیکن اگر خوبصورتی وغیرہ مقصود ہو تو یہ حرام ہے اور اس کی اجرت بھی حرام ہے۔

سعد: اب اس کا حل کیا ہے؟

استاد: اگر تم خوبصورتی کی خاطر دانت چھوٹے کروانے آئے ہو تو علاج کروائے بغیر واپس چلے جاؤ۔

سعد: ٹھیک ہے ہم علاج کروائے بغیر ہی واپس چلے جاتے ہیں۔

استاد: لیکن میں نے بھی آپ سے ایک سوال پوچھنا ہے۔

سعد: جی، پوچھیں۔

---

[1] ریاض الصالحین [ص: 531]

چھیاسٹھوں باب

لیڈی ڈاکٹر کی موجودگی میں خواتین کا مرد ڈاکٹر کو چیک اپ کروانا

استاد: سعد صاحب! میں نے دیکھا ہے کہ تم لیڈی ڈاکٹر کی موجودگی کے باوجود اپنی بیوی کو مرد ڈاکٹر کے پاس چیک کروانے لائے ہو، تم نے ایسا کیوں کیا؟

سعد: کیا یہ بھی حرام ہے؟

استاد: سعد صاحب! چند شرائط کے ساتھ عورتوں کا مرد ڈاکٹروں کو چیک اپ کروانا جائز ہے۔

سعد: کون کون سی شرائط ہیں؟

استاد: ۱ تمھارے ارد گرد اور قریب کوئی لیڈی ڈاکٹر موجود نہ ہو، البتہ اگر دور کوئی لیڈی ڈاکٹر موجود ہو اور تم اس تک پہنچنے کے اخراجات برداشت کر سکتے ہو تو تمھیں اسی سے علاج کروانا چاہیے۔

۲ اگر بیماری واقعتاً خطرناک ہو اور علاج کروانا بہت ضروری ہو تو مرد ڈاکٹر کی طرف رجوع کرے۔ محض سر درد اور معمولی بخار کی وجہ سے مرد ڈاکٹر کے پاس جانا درست نہیں۔

۳ عورت کو مرد ڈاکٹر کے سامنے اپنے جسم سے کپڑا نہیں اٹھانا چاہیے، مثلاً اگر گھٹنے میں درد ہے تو عورت کو اپنی رانیں ننگی نہیں کرنی چاہییں، کیونکہ ہمارے ہاں بعض فاسق قسم کے ڈاکٹر ان چیزوں میں دلچسپی رکھتے ہیں، اسی لیے انھوں نے اپنے کمرے کے باہر لکھا ہوتا ہے کہ ''صرف مریض اندر داخل ہو سکتا ہے۔'' اسی طرح بعض فاسق قسم کی عورتیں بھی اپنے جسم کی نمایش کو پسند کرتی ہیں۔ لہٰذا ایسی صورت میں عورت کے ساتھ کوئی عاقل، بالغ اور سمجھ دار آدمی ہونا چاہیے، جو اس طرح کے جاہل ڈاکٹر کے پاس کھڑا رہے، تاکہ وہ عورت کو کوئی ایسا کام کرنے کا نہ کہے جو خلافِ شرع ہو، البتہ اگر آپریشن وغیرہ کا معاملہ ہو تو اس میں کپڑا اٹھایا جا سکتا ہے اور ڈاکٹر عورت کے جسم کا متاثرہ حصہ دیکھ سکتا ہے، کیونکہ یہ ایسی مجبوری ہے جس کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہوتا، لیکن اس میں بھی حتی الامکان بے پردگی سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ یہ چند شرائط ہیں جن کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ایک عورت کسی مرد ڈاکٹر سے علاج کروا سکتی ہے۔

سعد: استاد صاحب! آپ نے جتنی باتیں کی ہیں، ان کی دلیل کیا ہے؟

استاد: بے شمار دلیلیں ہیں، جو عورت کو مرد کے سامنے اپنا جسم ننگا کرنے کو حرام قرار دیتی ہیں۔ مثلاً قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ ﴾ [الأحزاب: 33]

''اور پہلی جاہلیت کے زینت ظاہر کرنے کی طرح زینت ظاہر نہ کرو۔''

دوسری جگہ پر ہے:

﴿ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسْأَلُوهُنَّ مِن وَرَاءِ حِجَابٍ ﴾

[الأحزاب: 53]

''اور جب تم ان سے کوئی سامان مانگو تو ان سے پردے کے پیچھے سے مانگو۔''

یہ واضح نصوص ہیں کہ عورت کسی مرد سے پردے کے پیچھے سے سوال کر سکتی ہے، اس کے علاوہ قطعاً ناجائز ہے۔ لہٰذا قرآن مجید کی اس نص سے روگردانی نہیں کرنی چاہیے۔

سعد: استاد صاحب! لیڈی ڈاکٹر اتنی ماہر نہیں ہوتی، جب کہ مرد ڈاکٹر ان کی بہ نسبت زیادہ سمجھ دار اور ماہر ہوتے ہیں۔

استاد: میں تمھارے اس اشکال کا جواب دینے سے پہلے تمھیں دو ایمان افروز واقعات سنانا چاہتا ہوں۔

سعد: ہاں، سنائیں۔

استاد: ① یہ ایک ایسی پاک دامن عورت کا قصہ ہے جس نے کہا تھا کہ میں موت قبول کر لوں گی، لیکن کسی مرد ڈاکٹر کے ہاتھوں سے آپریشن نہیں کرواؤں گی۔ یہ عورت حاملہ تھی اور جب وضع حمل کا وقت قریب آیا تو اس کے گھر والے اسے ہسپتال لے گئے۔ نرسیں اس عورت کو آپریشن تھیٹر میں لے گئیں اور بیڈ پر لٹا دیا اور اب لیڈی ڈاکٹر کے آنے کا انتظار ہونے لگا۔ کچھ دیر بعد اچانک ایک مرد ڈاکٹر آپریشن روم میں داخل ہوا۔ وہ عورت اسے دیکھتے ہی چیخنا چلانا شروع ہو گئی اور جلدی سے اس نے اپنے سر اور چہرے پر ڈوپٹا لے لیا اور بولی: اس کو یہاں سے نکالو، اس کو یہاں سے نکالو۔ وہ جاہل ڈاکٹر عورت کی یہ حرکت دیکھ کر شدید غصے میں آ گیا اور اصرار کرنے لگا کہ میں ہی اس کا آپریشن کروں گا، لیکن وہ عورت کسی صورت میں بھی اس سے آپریشن کروانے پر رضا مند نہ تھی۔ دوسری طرف وضع

حمل کا وقت بھی قریب آ چکا تھا۔ ڈاکٹر نے نرسوں سے کہا کہ اسے اکیلے چھوڑ دو اور کمرے کو باہر سے تالا لگا دو، اسے مرنے دو، نرسوں نے ایسا ہی کیا۔ اسے اکیلا کمرے میں چھوڑ کر باہر سے تالا لگا دیا، لیکن حقیقت میں وہ عورت اکیلی نہ تھی، بلکہ اس کا رب اس کے ساتھ تھا۔ جس ہستی کو راضی رکھنے کی خاطر وہ اتنی تکلیف اٹھا رہی تھی، وہ بھلا کیسے اسے اکیلا چھوڑ سکتا تھا۔

اس کے بعد اچانک اس عورت کو وضع حمل کی دردیں شروع ہوئیں اور اس نے بغیر کسی کی مدد کے صحیح سلامت بچے کو جنم دے دیا۔ باہر دروازے کے پاس کھڑی نرسوں نے بچے کے رونے کی آواز سنی تو انھوں نے جلدی کے ساتھ دروازہ کھولا اور بچے کو دیکھتے ہی ہکا بکا رہ گئیں۔ اس کے بعد انھوں نے عورت سے پوچھا کہ یہ سب کیسے ہوا ہے؟ اس نے سارا واقعہ سنا دیا۔

سعد: ماشاء اللہ! دوسرا واقعہ کیا ہے؟

② ابو عمار وحید بالی صاحب بیان کرتے ہیں کہ ہمارے شہر میں ایک باپردہ اور نیک سیرت لڑکی رہتی تھی۔ اس کا باپ نام نہاد روشن خیال اور آزاد ذہن کا مالک تھا۔ ایک دن وہ لڑکی بیمار ہوگئی، اس کے باپ نے کہا: آؤ کسی ڈاکٹر کے پاس دوائی لینے جاتے ہیں۔ اس لڑکی نے جواب دیا کہ ڈاکٹر کے پاس؟ کیا میں اپنا چہرہ کسی غیر محرم آدمی کے سامنے کھولوں گی؟ نہیں یہ نہیں ہو سکتا، مجھے موت قبول ہے، لیکن کسی مرد ڈاکٹر سے علاج کروانے نہیں جاؤں گی۔

اس کا باپ شدید غصے میں آ گیا اور کہنے لگا: اللہ کی قسم اگر تم کسی ڈاکٹر کے پاس نہیں جاؤ گی تو میں تمھیں کسی لیڈی ڈاکٹر کے پاس بھی نہیں لے جاؤں گا، اگرچہ تجھے موت آ جائے۔ وہ اسی بات پر بہ ضد رہا، لیکن لڑکی اپنی بات پر

ڈٹی رہی، اس کے والد نے اسے اسی حالت میں چھوڑ دیا۔ یہاں تک کہ اسے بہت زیادہ بخار ہو گیا اور وہ بستر کی ہو کر رہ گئی۔ وہ لڑکی کہتی ہے: جب بیماری نے شدت اختیار کر لی تو اچانک ایک دن مجھے ہلکی سی اونگھ آئی، حالانکہ اس سے پہلے نیند میرے پاس سے بھی نہ گزرتی تھی اور میں ہمیشہ جاگتی رہتی تھی۔ میں نے اونگھ میں دیکھا کہ ایک پرندہ چونچ میں کچھ گولیاں لیے میرے کمرے میں داخل ہوا اور میرے سر کے پاس آ کر بیٹھ گیا اور گولیاں میرے تکیے کے پاس رکھ دیں، اس کے بعد اس نے ایک ایک کر کے تمام گولیاں اپنی چونچ کے ذریعے میرے منہ میں ڈال دیں اور میں ایک ایک کر کے ان کو نگلتی گئی۔ وہ پرندہ چلا گیا، اس کے بعد مجھے بہت زیادہ پسینہ آیا، حتی کہ میرے کپڑے اور بستر پسینے سے تر ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد یہ پسینہ خشک ہوا اور میں نے اپنے جسم میں تھوڑی سی طاقت اور صحت محسوس کی، چنانچہ میں اکیلی اٹھی اور غسل خانے میں گئی، غسل کیا، اپنا لباس بدلا اور واپس اپنے کمرے میں آ گئی۔ گھر والے مجھے تندرست دیکھ کر بہت حیران ہوئے اور انھوں نے اس کی وجہ دریافت کی تو میں نے سارا واقعہ ان کو سنا دیا۔

سعد: اللہ اکبر۔

استاد: سعد صاحب! حقیقت یہ ہے کہ جو شخص بچنا چاہتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے بچاتے ہیں۔ یہ محض ہمارے شبہات ہیں کہ ڈاکٹر حضرات لیڈی ڈاکٹروں سے زیادہ ماہر ہوتے ہیں اور فلاں ڈاکٹر زیادہ سمجھ دار ہے وغیرہ۔ تم غور کرو کہ آج سے پہلے ہماری ماؤں اور دادیوں نے اپنی اولاد کو گھر میں ہی جنم دیا تھا، اس وقت یہ ڈاکٹروں اور نرسوں وغیرہ کا نام ونشان بھی نہ ہوتا تھا۔

سعد: مجھے آپ کی باتیں سمجھ آ گئی ہیں اور آیندہ میں ایسا نہیں کروں گا۔

استاد: اللہ تمھاری حفاظت کرے۔

ستر سٹھواں باب

شرعی عذر کے بغیر اسقاطِ حمل کا مسئلہ

سعد: استاد صاحب! یہ میرا دوست سالم اپنی بیوی کو ساتھ لے کر یہاں آیا ہے، اس کی بیوی پانچ ماہ سے حاملہ ہے اور اب وہ حمل گرانا چاہتی ہے، کیونکہ وہ اب مزید اولاد نہیں چاہتی، لیکن سالم آپ کی باتیں سن کر اس شک میں پڑ گیا ہے کہ کیا اسقاطِ حمل درست ہے یا نہیں؟ وہ اس کے بارے میں آپ سے کچھ راہنمائی لینا چاہتا ہے۔

استاد: (سالم سے مخاطب ہوئے) سالم صاحب کیا حال ہے؟

سالم: الحمد للہ! خیریت ہے۔

استاد: اللہ تعالیٰ تمھیں ہر برائی سے محفوظ رکھے، اسقاطِ حمل صرف دو صورتوں میں جائز ہے:

① بچے میں روح داخل ہو جانے کے بعد اسقاطِ حمل بالاتفاق حرام ہے، کیونکہ یہ ناحق کسی جان کو قتل کرنا ہے اور کسی جان کو ناحق قتل کرنا کتاب اللہ، سنتِ رسول ﷺ اور مسلمانوں کے اجماع کی رو سے حرام ہے، البتہ اگر عورت کی جان کو خطرہ ہو اور یہ بات واضح ہو جائے کہ اگر حمل ختم نہ کیا گیا تو عورت کو موت آ سکتی ہے، ایسی صورت میں حمل گرانے کی اجازت ہے۔

② اگر بچے میں ابھی روح داخل نہ ہوئی ہو تو ایسی صورت میں اسقاطِ حمل کے بارے میں علما میں اختلاف ہے۔ بعض اہلِ علم کا موقف ہے کہ مجبوری کی صورت میں ایسا حمل گرایا جا سکتا ہے، مثلاً اگر عورت مریض ہے اور حمل کی

وجہ سے اس کی بیماری بڑھ سکتی ہے تو حمل گرانے کی رخصت ہے۔ ان دو صورتوں کے علاوہ حمل گرانا حرام ہے۔ اسی طرح اس کام کی اجرت وصول کرنا بھی ناجائز ہے، کیونکہ حرام کام سے حاصل ہونے والی کمائی بھی حرام ہوتی ہے۔ علما نے جن صورتوں میں حمل گرانے کی اجازت دی ہے، انھی صورتوں میں اس کام کی اجرت لینا جائز ہے۔

سالم: اگر ماضی میں انسان ایک دفعہ حمل گرا چکا ہو؟

استاد: کتنی مدت کا حمل تھا؟

سالم: پانچ مہینے کا تھا۔

استاد: پانچ مہینے کے جنین میں روح داخل کر دی جاتی ہے، گویا تم نے ناحق ایک جان کو قتل کر دیا تھا اور یہ قتل، قتلِ خطا کے زمرے میں آئے گا۔ شریعت میں قتلِ خطا کی حد مسلسل دو ماہ کے روزے ہیں، لہٰذا تمھیں، تمھاری بیوی اور اس ڈاکٹر کو مسلسل دو ماہ کے روزے رکھنے چاہییں، کیونکہ تم تینوں لوگ اس گناہ میں ملوث تھے۔ یہ احکامات ایسی صورت میں ہیں جب ایک عورت حلال طریقے سے اپنے خاوند سے حاملہ ہوئی ہو۔ اس کے علاوہ معاشرے میں جتنے بھی اسقاطِ حمل کے معاملات ہیں، ان کے احکامات الگ ہیں، کیونکہ وہ زنا کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں ہم یہی کہیں گے کہ اسقاطِ حمل کلی طور پر حرام ہے، اسی طرح اس پر اجرت لینا بھی حرام ہے اور اس معاملے میں جو بھی تعاون کرے گا وہ گناہ اور زیادتی کے کام پر تعاون کا مرتکب ٹھہرے گا۔ ایسے تمام لوگ اللہ کے عذاب کے مستحق ہیں اور ریاست کے قوانین کے تحت سزاوار ہوں گے۔

سالم: استاد صاحب! بہت بہت شکریہ۔

اڑسٹھواں باب

مانع حمل ادویات کی خرید وفروخت

سالم: استاد صاحب! ہم نے اسقاطِ حمل کے بارے میں اسلام کا نقطہ نظر جان لیا ہے، اب ہم یہ بھی جاننا چاہتے ہیں کہ مانع حمل ادویات استعمال کرنے کا کیا حکم ہے؟

استاد: تجربات سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ اس وقت بازار میں جتنی بھی مانع حمل اشیا دستیاب ہیں، وہ سب نقصان دہ ہیں، مثلاً بعض ادویات ایسی ہیں جن سے سینے اور رحم میں کینسر ہو جاتا ہے، اور بعض ادویات ایسی ہیں جن کے استعمال سے عورت کا جسم بہت بھاری ہو جاتا ہے۔

اگرچہ بہ ظاہر یہ چیزیں نقصان دہ نظر نہیں آتیں، لیکن ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ یہ چیزیں ایک نہ ایک دن نقصان دہ بن جاتی ہیں اور اس معاملے میں ڈاکٹروں کی بات کو ہی حتمی سمجھا جائے گا، جس چیز کو وہ نقصان دہ کہہ دیں گے، اس کی خرید وفروخت اور استعمال حرام ہو گا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ» [1]

”کسی کو نقصان نہ پہنچاؤ اور نہ نقصان اٹھاؤ۔“

لیکن مانع حمل ادویات کا غالب استعمال نقصان دہ ہو اور ہم دو سال کا

[1] سنن ابن ماجه، رقم الحديث [2340] صحيح الجامع، رقم الحديث [7517]

وقفہ کرنا چاہیں تو کیا کریں؟

استاد: مندرجہ ذیل طریقوں میں سے کوئی بھی طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے:

1. عزل کر لو، جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیا کرتے تھے۔ صحیح بخاری کی روایت میں ہے، صحابہ کہتے ہیں:

«كُنَّا نَعْزِلُ وَالْقُرْآنُ يَنْزِلُ»[1]

''ہم عزل کرتے تھے اور اس وقت قرآن مجید نازل ہو رہا ہوتا تھا۔''

عزل سے مراد یہ ہے کہ جماع کے وقت شرم گاہ سے باہر انزال کرنا۔

2. تم ایک مہینے کو چار ہفتوں میں تقسیم کر لو، یعنی ایک ہفتہ ایامِ حیض والا اور تین ہفتے طہر والے، حیض کے دوران مباشرت کرنا تو ویسے ہی منع ہے، باقی رہ گئے تین ہفتے، اب تم مباشرت صرف ایامِ حیض کے بعد والے ہفتے اور ایام حیض سے پہلے ہفتے کر لیا کرو، ان دونوں ہفتوں میں حمل نہیں ٹھہرتا، البتہ درمیان والے تیسرے ہفتے میں مباشرت نہ کرو، کیونکہ اس میں لازمی طور پر حمل ہو جاتا ہے، یہ طریقہ اختیار کر کے تم وقفہ ڈال سکتے ہو۔

3. بہت زیادہ رضاعت کا طریقہ، یعنی اگر عورت دن اور رات میں کم از کم 24 دفعہ بچے کو دودھ پلائے تو اس دوران مباشرت سے حمل نہیں ٹھہرتا۔

4. ایک خاص شربت ہے، جو ایامِ حیض کے بعد پانچویں دن پیا جائے تو بھی حمل نہیں ٹھہرتا۔

یہ چاروں طریقے جائز ہیں اور کبھی عورت کے لیے نقصان دہ ثابت نہیں ہوں گے، جب اللہ تعالیٰ نے تمھیں مشکل میں نہیں ڈالا تو تم خواہ مخواہ اپنے آپ کو کیوں مشکل میں ڈال رہے ہو؟

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5208]

کیا پہلے سے تمھاری بہت زیادہ اولاد ہے کہ جس کی وجہ سے اب تم وقفہ کرنا چاہتے ہو؟

سالم: میرے آٹھ بچے ہیں، چھ بیٹے اور دو بیٹیاں۔

استاد: ارے بھائی! اللہ سے ڈرو، ابھی صرف آٹھ بچے ہیں اور تم آیندہ سے اپنی نسل بند کرنا چاہتے ہو؟ میں سوچ رہا تھا، شاید تمھارے بیس بچے ہوں گے، جس کی وجہ سے تم اب اپنی بیوی کو ذرا سکون دینا چاہتے ہو۔ حمل گرانے کے چکر میں نہ پڑو اور دس بچے ہو لینے دو، اس کے بعد تمھارے پاس اسقاطِ حمل کی معقول وجہ ہو گی۔

سالم: کیا نسل بندی کرنا، یعنی مزید بچے پیدا نہ کرنا ناجائز ہے؟

استاد: نسل بندی چند شرائط کے ساتھ جائز ہے:

① نقصان دہ ذرائع سے نہ ہو۔

② خاوند کی اجازت شامل ہو۔

③ مسلمانوں کی آبادی میں کمی مقصود نہ ہو۔

④ رزق کی تنگی اور فقر و فاقے کے خوف کی وجہ سے نہ ہو۔

سالم: استاد صاحب! تھوڑی سی تنخواہ اتنے زیادہ بچوں کے اخراجات کیسے پوری کر سکتی ہے؟

استاد: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ وَ لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَ اِيَّاكُمْ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا﴾ [الإسراء: 31]

''اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم ہی انھیں رزق دیتے

ہیں اور تمھیں بھی۔ بے شک ان کا قتل ہمیشہ سے بہت بڑا گناہ ہے۔“

رزق کا ذمے دار اللہ تعالیٰ ہے۔

سالم: ہاں یہ بات درست ہے کہ رزق کی ذمے داری اللہ تعالیٰ کی ہے، لیکن عقل یہ بات تسلیم نہیں کرتی، لہٰذا دس بچوں کے اخراجات اتنی تھوڑی سی تنخواہ سے کیسے چل سکیں گے؟

استاد: اللہ تعالیٰ اسی میں برکت ڈال دیتے ہیں اور یہی تھوڑی سی تنخواہ بھی کافی ہو جاتی ہے۔ رزق کی دو قسمیں ہیں:

① ایجابی۔ ② سلبی۔

① ایجابی: جو مال و دولت کی شکل میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دیتے ہیں۔

② سلبی: یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے آزمایشوں، مصیبتوں اور تکلیفوں کو دور کر دیتے ہیں۔ یہ ایسا رزق ہے جو ایجابی سے زیادہ سود مند ہوتا ہے۔

سالم: استاد صاحب! شکریہ، آپ نے ہمیں یہ تمام باتیں سمجھائی ہیں۔

(گفتگو کے بعد سعد اور سالم اٹھے اور چیک اپ کروائے بغیر واپس چلے گئے)

خلاصہ

عمار: استاد صاحب! ماشاء اللہ ہمیں ہسپتال میں بھی دعوت کا موقع مل گیا ہے۔

استاد: ہاں، ہم نے یہاں پر کون کون سی چیز ذکر کی ہے؟

عمار: ① دانتوں میں خلا پیدا کرنا۔

② عورتوں کا مرد ڈاکٹروں کو چیک اپ کروانا۔

③ بغیر عذر کے حمل ضائع کرنا۔

④ مانع حمل ادویات استعمال کرنے کا مسئلہ۔

(استاد صاحب کے چیک اپ کی باری آئی، وہ ڈاکٹر کے پاس گئے، اپنے دانتوں کی صفائی کروائی، اس کے بعد واپس گھر کی طرف روانہ ہو رہے تھے کہ راستے میں مغرب کی اذان شروع ہو گئی۔ دونوں وہیں سے مسجد میں چلے گئے۔ نمازِ مغرب ادا کرنے کے بعد استاد صاحب گھر آنے لگے تو دیکھا کہ وہاں پر ان کے ایک رشتے دار محمد حسین صاحب گاؤں سے ان کی زیارت کے لیے تشریف لائے تھے۔ چونکہ مغرب سے پہلے استاد گھر میں نہیں تھے، لہٰذا حسین صاحب مسجد میں آ گئے اور استاد کا انتظار کرنے لگے، کیونکہ استاد کی عدم موجودگی میں وہ ان کے گھر میں نہیں جا سکتے تھے۔

استاد صاحب نے حسین کو خوش آمدید کہا اور ان کو ساتھ لے کر گھر

تشریف لے آئے، ٹھنڈے مشروبات سے ان کی ضیافت کی اور گاؤں کے حالات کے بارے میں گفتگو کرنے لگے۔

عمار: استاد صاحب! مجھے اجازت ہے؟

استاد: نہیں، کھانا اکٹھے کھائیں گے، اس کے بعد تمھیں اجازت ملے گی۔

۳

مسلمان گھرانوں میں ہونے والے حرام کام

انسٹھواں باب

گھروں میں قرآن خوانی کی مجالس قائم کرنا اور قبروں پر قرآن خوانی کرنا

استاد: (حسین سے مخاطب ہوئے) گاؤں والے سب کیسے ہیں؟ امید ہے سب خیریت سے ہوں گے۔

حسین: الحمد للہ سب خیریت سے ہیں، البتہ پچھلے ہفتے چچا عبدالحمید ابو علی صاحب فوت ہو گئے تھے۔

استاد: إنا للہ و إنا إلیه راجعون! اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمتوں کا نزول فرمائے، ماشاء اللہ وہ بہت نیک اور نمازی آدمی تھے، کیسے فوت ہوئے؟ کیا وہ بیمار تھے؟

حسین: تین دن بیمار رہنے کے بعد چوتھے دن وفات پا گئے تھے۔

استاد: ان کی اولاد نے ان کے بعد کیا کام کیا؟

حسین: ان کی اولاد نے ایک ہزار پاؤنڈ معاوضے پر ایک قاری مقرر کیا ہے، جو نمازِ عصر سے نماز عشا تک ان کے گھر بیٹھ کر قرآن مجید کی تلاوت کرتا تھا۔ وفات کے تین دن بعد انھوں نے پانچ اور قاریوں کو معاوضے پر رکھ لیا ہے اور وہ سب ہر روز گھر میں قرآن خوانی کا اہتمام کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو جزا دے ماشاء اللہ وہ اس فرض کو بہت اچھی طرح سرانجام دے رہے ہیں۔

استاد: لا حول و لا قوۃ إلا باللّٰہ، کیا واقعی انھوں نے گھر میں ایک خیمہ نصب کر کے باقاعدہ قرآن خوانی کا بندوبست کیا ہوا ہے؟ یہ تو سراسر بدعتی امور ہیں اور مجھے تمھاری اس بات پر افسوس ہو رہا ہے کہ ''ما شاء اللہ وہ اس فرض کو اچھی طرح نبھا رہے ہیں۔''

حسین: کیا اس میں کوئی حرج ہے؟

استاد: ہاں، میت پر قرآن مجید پڑھنا یا روح قبض ہونے سے پہلے بیمار کے پاس بیٹھ کر سورت یٰسین کی تلاوت کرنا، تدفین کے دوران میں یا تدفین کے بعد گھر میں میت کے لیے قرآن خوانی کی مجلس قائم کرنا: یہ سب بدعتی امور ہیں۔ کوئی ایک صحیح حدیث ایسی نہیں ہے، جو ان مواقع پر قرآن خوانی کی اجازت دیتی ہو۔ اگر گھر یا قبر وغیرہ میں قرآن خوانی جائز ہوتی تو رسول اللہ ﷺ اپنی زندگی میں اس کا ضرور اہتمام کرواتے اور صحابہ کرام کو ہدایت کرتے کہ میری میت پر بھی قرآن خوانی کرنا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے لیے جائز نہیں تھا کہ آپ کسی بات کو امت سے چھپا لیتے۔

نبی مکرم ﷺ سے فقط اتنا ثابت ہے کہ تدفین کے بعد میت کے لیے دعا کی جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اِسْتَغْفِرُوا لِأَخِيكُمْ، وَسَلُوا لَهُ التَّثْبِيتَ فَإِنَّهُ الْآنَ يُسْأَلُ»[1]

''اپنے بھائی کے لیے بخشش مانگو اور اس کے لیے ثابت قدمی کی دعا کرو، بے شک اب اس سے سوال کیا جائے گا۔''

دوسری حدیث میں ہے کہ جب میت قبر میں اتاری جاتی تو رسول اللہ ﷺ یہ پڑھتے تھے:

---

[1] **صحیح**. سنن أبي داود، رقم الحديث [3205]

« بِسْمِ اللّٰهِ وَ عَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ » [1]

”اللہ کے نام کے ساتھ اور اللہ کے رسول ﷺ کے دین پر۔“

ان احادیث میں کسی جگہ بھی قرآن خوانی کا ذکر نہیں ہے اور نہ صحابہ کرام نے آپ ﷺ کے بعد اس طرح کا کوئی کام کیا تھا۔

حسین: استاد صاحب! اتنی سختی نہ کریں، کیا علما میں سے کسی نے اس کے بارے میں کچھ لکھا ہے؟

استاد: ہاں لکھا ہے۔ امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”میت کو قرآن خوانی کا ذرہ برابر بھی فائدہ نہیں ہوتا اور نہ اسے اس کا ثواب پہنچتا ہے، کیونکہ یہ اس کا اپنا عمل نہیں ہے۔ نبی مکرم ﷺ نے اپنی امت کو ترغیب دی اور نہ اس کا حکم دیا اور نہ احادیث سے اس کی کوئی فضیلت ثابت ہے۔ صحابہ کرام سے بھی اس کے بارے میں کوئی چیز منقول نہیں ہے۔“ [2]

یہ صرف امام ابن کثیر ہی کا قول نہیں، بلکہ چاروں ائمہ کا اس پر اتفاق ہے۔ امام احمد نے ایک آدمی کو قبر پر قرآن مجید کی تلاوت کرتے دیکھا تو فرمایا:

”قبروں پر قرآن مجید کی تلاوت کرنا بدعت ہے۔“ [3]

اسلاف میں سے جمہور علما اور صحابہ کا بھی یہی موقف تھا۔

شیخ ابن باز اور مجلس فتاویٰ نے فتویٰ دیا ہے کہ بیمار کے پاس، تدفین کے دوران، تدفین کے بعد قبر پر اور گھروں میں قرآن خوانی کی مجالس قائم کرنا وغیرہ

---

[1] حسن. المستدرك للحاكم [366/1]

[2] تفسير ابن كثير، تفسير سورة النجم.

[3] حكم القراءة للأموات: محمد عبدالسلام [ص: 31]

سب بدعتی کام ہیں۔ میت کو ان چیزوں کا نہ کچھ فائدہ ہوتا ہے اور نہ ثواب پہنچتا ہے۔ اس کام کی اجرت لینا بھی حرام ہے۔ میت کے ورثا کو چاہیے کہ وہ قرآن خوانی کے بجائے میت کی طرف سے صدقہ کریں، کیونکہ صدقہ میت کو فائدہ دیتا ہے اور اس کا ثواب بھی اسے پہنچتا ہے۔

حسین: استاد صاحب! لوگ تو ان باتوں سے بالکل غافل ہیں۔

سترّ واں باب

جادو کے ذریعے سے علاج کروانا

استاد: تمھارے کزن عبدالبدیع کا کیا حال ہے؟ ابھی تک اس کی شادی ہوئی ہے یا نہیں؟ کافی عرصہ سے سن رہے ہیں کہ اس کی شادی ہو رہی ہے۔

حسین: اس کی شادی کا معاملہ بڑا پیچیدہ بن چکا ہے۔

استاد: کیا ہوا ہے؟

حسین: بیس دن سے اس کی شادی ہو چکی ہے، لیکن وہ ابھی تک اپنی بیوی کے پاس نہیں جا سکا۔ شاید کسی نے ان پر جادو کیا ہوا ہے؟

استاد: اب کیا حالات ہیں؟

حسین: وہ اس پریشانی کے حل کے لیے ایک مشہور جادوگر کے پاس گئے تھے۔

استاد: لا حول و لا قوۃ إلا باللہ، کیا لوگ اب جادوگری سے اپنے حالات ٹھیک کروا رہے ہیں؟

حسین: استاد صاحب! اگر انسان کسی جادوگر کے پاس اس نیت سے جاتا ہے کہ وہ اس سے بندش اور سایہ وغیرہ کو دور کر دے تو اس میں کیا حرج ہے؟ یہ بھلائی کے لیے ایک کوشش ہے، اس میں کونسی غلط بات ہے؟ البتہ اگر کسی کو نقصان پہنچانے کی خاطر جادوگر کے پاس جائیں تو یہ واقعی ناجائز اور حرام ہے۔

استاد: یہ فضول تاویل تم نے کہاں سے تلاش کی ہے؟

حسین: تو کیا ہر صورت میں جادو حرام ہے؟

استاد: ہاں، جادو کفر ہے۔ یہ سات ہلاک کر دینے والی چیزوں میں شمار ہوتا ہے اور اس سے ہرگز کسی کو نفع اور نقصان نہیں پہنچایا جا سکتا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ وَ يَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَ لَا يَنْفَعُهُمْ ﴾ [البقرة: 102]

''اور وہ ایسی چیز سیکھتے تھے جو انھیں نقصان پہنچاتی اور انھیں فائدہ نہ دیتی تھی۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ: الشِّرْكُ بِاللّٰهِ وَالسِّحْرُ......» [1]

''سات ہلاک کر دینے والی چیزوں سے بچو، اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور جادو کرنا۔''

شریعت میں جادوگر کو قتل کر دینے کا حکم ہے اور اس کی کمائی حرام ہے۔ بے وقوف، جاہل اور کمزور ایمان والے لوگ جادوگروں کی طرف رخ کرتے ہیں، تاکہ جادو کے ذریعے سے وہ دوسروں سے بدلہ لیں اور اپنی دشمنی اور عداوت کا اظہار کر سکیں۔ جو لوگ جادو کا اثر توڑنے کے لیے یا سایہ وغیرہ کے اثرات کو زائل کرنے کے لیے جادوگروں کے پاس جاتے ہیں، ان کو چاہیے کہ وہ اپنے اللہ کی طرف رجوع کریں، ذکر و اذکار اور معوذات کا کثرت کے ساتھ اہتمام کریں۔

جادوگر لوگ اس کام کی جو اجرت وصول کرتے ہیں، وہ ناجائز اور حرام ہے، بلکہ حقیقت میں وہ جہنم کی آگ کھا رہے ہیں۔

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [2766] صحيح مسلم، رقم الحديث [89]

اسی طرح کسی بیمار کے لیے جائز نہیں کہ وہ علاج کی خاطر ایسے لوگوں کے پاس جائے جو غیبی چیزوں کے ذریعے سے علاج کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں اور نہ ایسے لوگوں کی باتوں پر یقین کرنا چاہیے، کیونکہ وہ محض ٹامک ٹوئیاں مارتے ہیں۔ حالات و واقعات اور ظاہری آثار کی بنا پر بے بنیاد اور من گھڑت نظریات قائم کر لیتے ہیں اور مریضوں کو گمراہ کرتے ہیں یا جنوں کی مدد سے لوگوں کو بہکا لیتے ہیں، حالانکہ حقیقت کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

حسین: کیا جادو کے اثرات کو زائل کرنے کے لیے بھی جادوگر کے پاس نہیں جانا چاہیے؟

استاد: جادوگر کے پاس کسی صورت میں بھی نہیں جانا چاہیے، حتی کہ مزاح اور تسلی کی خاطر بھی نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ أَتٰى عَرَّافًا فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ فَصَدَّقَهُ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةُ أَرْبَعِينَ يَوْمًا)) [1]

”جو شخص کسی خبریں بتانے والے کے پاس آیا، اس سے کسی چیز کے بارے میں سوال کیا، پھر اس کی بات کی تصدیق کر دی تو اس شخص کی چالیس دن کی نماز قبول نہیں ہوگی۔“

دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ أَتٰى عَرَّافًا أَوْ كَاهِنًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُولُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ)) [2]

”جو شخص کسی نجومی یا کاہن کے پاس گیا اور پھر ان کی باتوں کی تصدیق

---

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث [2230]

[1] مسند أحمد، صحيح الجامع، رقم الحديث [5939]

بھی کر دی تو اس نے محمد ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کے ساتھ کفر کیا۔"

حسین: استاد صاحب! ہم نے دیکھا ہے کہ جن چیزوں کا علاج بڑے بڑے نیک لوگ بھی نہیں کر سکے، ان جادوگروں نے ان کا علاج بھی کر دیا ہے۔ لیکن آپ کی باتیں بڑی عجیب محسوس ہوتی ہیں۔

استاد: میں تفصیل عرض کر چکا ہوں کہ وہ نہ نفع دے سکتے ہیں اور نہ نقصان۔

اکہترواں باب

اولاد کو عطیہ دیتے ہوئے عدل نہ کرنے کا بیان

دروازے پر دستک ہوئی۔

استاد: کون ہے؟

آنے والا: میں ہوں۔

استاد: کون میں؟ کیا یہ بھی کسی کا نام ہوسکتا ہے؟

(اس کے بعد استاد صاحب جلدی سے اٹھے اور دروازہ کھولا، باہر استاد صاحب کے پڑوسی عبدالرحیم صاحب کھڑے تھے۔ استاد صاحب نے ان کو خوش آمدید کہنے کے بعد نصیحت فرمائی کہ جب گھر والا نام پوچھے تو یہ نہیں کہتے کہ میں ہوں، بلکہ واضح الفاظ میں اپنا نام بتانا چاہیے)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے باپ کے قرض کے معاملے میں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ میں نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر دستک دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

((مَنْ؟ قُلْتُ: أَنَا، فَقَالَ: أَنَا أَنَا كَأَنَّهُ كَرِهَهَا))[1]

''کون ہے؟'' میں نے جواب دیا: میں ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: میں، میں، گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ناپسند سمجھا۔''

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [6250]

اس کے بعد استاد صاحب نے عبدالرحیم کو بٹھایا اور ٹھنڈے مشروبات سے ان کی ضیافت کی۔ گھر میں کھانا تیار کرنے کا حکم دیا اور پھر دوبارہ مخاطب ہوئے۔

استاد: تم نے اپنے بیٹے یاسر کے معاملے میں کیا سوچا ہے؟ جو تمھارا بہت پیارا اور لاڈلا بیٹا ہے اور جسے تم اپنے دوسرے بیٹے مالک سے زائد کچھ تحفہ دینا چاہتے تھے۔

حسین: جلد ہی میں اپنا پہلا گھر اکیلے یاسر کے نام لگوانے والا ہوں۔

استاد: کچھ خدا کا خوف کرو۔

حسین: استاد صاحب! میں اپنے بیٹے یاسر سے مالک کی بہ نسبت زیادہ پیار کرتا ہوں، کیوں کہ وہ میرے ساتھ زیادہ حسنِ سلوک سے پیش آتا ہے۔

استاد: بعض لوگ اپنی اولاد کو عطیہ دیتے وقت یا کوئی چیز ہبہ کرتے وقت عدل و انصاف نہیں کرتے اور بغیر کسی شرعی جواز کے ایک بیٹے کو دوسرے پر ترجیح دیتے ہیں، حالانکہ یہ حرام ہے۔

حسین: شرعی جواز کیا ہے؟

استاد: شرعی جواز یہ ہے کہ اگر بیٹا بیمار ہے، مقروض ہے یا تحصیلِ علم کی وجہ سے کام نہیں کرتا یا اس کی اولاد زیادہ ہونے کی وجہ سے اخراجات زیادہ ہیں اور آمدنی کم ہے تو والد دوسری اولاد کی بہ نسبت اسے زیادہ عطیے سے نواز سکتا ہے، لیکن یاد رہے کہ جب دوسری اولاد بھی اس جیسی صورت حال سے دوچار ہو تو باپ کو اسے بھی پہلے بیٹے کی طرح زیادہ عطیے سے نوازنا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ باپ اپنے زیادہ پیارے بیٹے کی باری شرعی جواز سے خوب فائدہ اٹھائے اور دوسرے کی باری اس جواز کو نظر انداز کر دے، اس کی دلیل قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت مبارکہ ہے:

﴿ اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی﴾ [المائدۃ: 8]

''عدل کرو، یہ تقوے کے زیادہ قریب ہے۔''

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کا باپ انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا اور عرض کی کہ میں نے اپنے اس بیٹے کو ایک غلام تحفے میں دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: بشیر! کیا اس کے علاوہ بھی تیری کوئی اولاد ہے؟ میرے باپ نے جواب دیا: ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

((أَكُلُّهُمْ وَهَبْتَ لَهُ مِثْلَ هَذَا)) قَالَ: لَا، قَالَ: ((فَلَا تُشْهِدْنِي إِذًا فَإِنِّي لَا أَشْهَدُ عَلٰى جَوْرٍ))[1]

''کیا تم نے ان کو بھی اسی طرح ایک ایک غلام تحفے میں دیا ہے؟ میرے باپ نے جواب دیا، نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر مجھے اس پر گواہ نہ بناؤ، کیونکہ میں زیادتی پر گواہ نہیں بنتا۔''

اکثر ایسا دیکھنے میں ملتا ہے کہ جب والد اولاد کو عطیہ یا ہبہ کرتے وقت عدل و انصاف کا دامن چھوڑ دیتا ہے تو اس کی وجہ سے اولاد یعنی بہن بھائی آپس میں ایک دوسرے کو نفرت کی نگاہوں سے دیکھنا شروع کر دیتے ہیں۔ ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف حسد، کینہ اور بغض پیدا ہوتا ہے، جس کی وجہ سے ان میں عداوت اور دشمنی کے جذبات ابھرتے ہیں۔ خصوصاً وہ بچہ جس کے ساتھ ناانصافی ہوئی ہوتی ہے، اس کے دل میں باپ کی وہ عزت نہیں رہتی جو پہلے ہوتی تھی۔ جو لوگ اپنی اولاد کے درمیان عطیے کے معاملے میں کمی بیشی کرتے ہیں، ان کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [2586] صحيح مسلم، رقم الحديث [1623]

''کیا تم پسند نہیں کرتے کہ وہ بھلائی میں برابر ہوں؟''

میرے بھائی! تمھیں اپنی اولاد کے درمیان عطیے اور ہبے وغیرہ میں عدل وانصاف کرنا چاہیے، وراثت میں سے کسی کو اس کے حق سے محروم نہیں کرنا چاہیے اور اسی کے مطابق اولاد کے درمیان تقسیم کرنی چاہیے۔ تمھیں اس چیز سے ڈرنا چاہیے کہ کہیں کسی ایک طرف میلان تمھیں جہنم میں نہ لے جائے۔ اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس ناانصافی کی وجہ سے ورثا آپس میں ایک دوسرے کے دشمن بن جاتے ہیں اور اپنے حق کی خاطر وہ عدالت میں چلے جاتے ہیں، جس کی وجہ سے دونوں مسلسل اپنا پیسا ضائع کرتے ہیں۔ لہٰذا والد کو زیب نہیں دیتا کہ دوصورتوں کے علاوہ اپنی اولاد میں کسی طرح کی تخصیص یا تمیز کرے۔

حسین: وہ دوصورتیں کون کون سی ہیں؟

استاد: ① بیماری ② دیگر ورثا کی اجازت سے۔

حسین: اب اس کا حل کیا ہے؟

استاد: تم فوراً اللہ سے توبہ کرلو اور اس فعل سے باز آجاؤ۔

بہتر واں باب

وارث کے لیے وصیت کرنے کی ممانعت

عبدالرحیم: استاد صاحب! میں آپ کی اس بات سے متفق نہیں ہوں کہ اولاد کے درمیان عطیہ اور ہبہ وغیرہ میں برابری کرنی چاہیے۔ میرے خیال میں اگر کسی بچے کو زیادہ اور کسی کو کم مال دے دیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ آپ کے علم میں ہے کہ میری بیوی وفات پا چکی ہے، اس کے بعد گھر کے تمام معاملات میری اکلوتی بیٹی نے سنبھال رکھے ہیں اور وہ اکیلی میری وارث ہے، اس کے علاوہ میرا کوئی بیٹا بیٹی نہیں ہے۔ مجھے یہ بھی علم ہے کہ میری وفات کے بعد میری وراثت میں سے میری بیٹی کا حصہ نصف ہے اور باقی نصف میرے بھائیوں کے پاس چلا جائے گا، حالانکہ میں قطعاً یہ نہیں چاہتا کہ میری وراثت کا ایک روپیہ بھی میرے بھائیوں کے پاس جائے، کیونکہ انھوں نے کبھی میرے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا۔ جن دنوں میں پریشان تھا، وہ مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوتے تھے، لہٰذا میں نہیں چاہتا کہ میں اپنی پیاری بیٹی کو بقیہ نصف حصے سے محروم کر دوں اور اس سے ان لوگوں کو فائدہ اٹھانے دوں، جو ایک پیسے کے بھی حق دار نہیں ہیں۔

استاد: تو تم کیا کرنا چاہتے ہو؟

عبدالرحیم: میں نے وصیت لکھ دی ہے کہ میری بقیہ نصف جائیداد کی مالک بھی میری بیٹی ہوگی۔

استاد: تمھاری بات کہ ''میں اولاد کے درمیان عطیہ اور ہبہ میں برابری ضروری نہیں سمجھتا۔''

یہ درست نہیں ہے اور تم نے یہ اتنی خطرناک بات کی ہے، جو شریعت کی صریح نصوص کے خلاف ہے۔ ہمیں محض عقل کی بنیاد پر ایسی باتیں کرنے سے گریز کرنا چاہیے، جو قرآن و حدیث سے متصادم ہوں۔ ایسے لوگ جو شریعت کے احکامات کو تسلیم نہیں کرتے اور اس کے خلاف عمل کرتے ہیں، ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ [النور: 63]

''سو لازم ہے کہ وہ لوگ ڈریں جو اس کا حکم ماننے سے پیچھے رہتے ہیں کہ انھیں کوئی فتنہ آ پہنچے، یا انھیں دردناک عذاب آ پہنچے۔''

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کا مطیع و فرمانبردار ہونا ہی دراصل مومن ہونے کی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴾

[النساء: 65]

''پس نہیں! تیرے رب کی قسم ہے! وہ مومن نہیں ہوں گے، یہاں تک کہ تجھے اس میں فیصلہ کرنے والا مان لیں، جو ان کے درمیان

جھگڑا پڑ جائے، پھر اپنے دلوں میں اس سے کوئی تنگی محسوس نہ کریں، جو تو فیصلہ کرے اور تسلیم کر لیں، پوری طرح تسلیم کرنا۔"

اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا ہے کہ جب کسی معاملے میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا فیصلہ آ جائے تو کسی مومن کو اسے رد کرنے کا اختیار نہیں ہے اور جس شخص نے اس فیصلے کی مخالفت کی، گویا اس نے گمراہی کو دعوت دی۔

﴿ وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ﴾ [الأحزاب: 36]

"اور کبھی نہ کسی مومن مرد کا حق ہے اور نہ کسی مومن عورت کا کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں کہ ان کے لیے ان کے معاملے میں اختیار ہو اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے سو یقیناً وہ گمراہ ہو گیا، واضح گمراہ ہونا۔"

اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا کہ اپنی مرضی کے فیصلے کو قبول کر لینا اور جو مرضی کا نہ ہو اسے رد کر دینا نفاق کی علامت ہے۔

﴿ وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَمَاۤ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَاِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْۤا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ ۝ اَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْۤا اَمْ يَخَافُوْنَ اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾ [النور: 47-50]

''اور وہ کہتے ہیں ہم اللہ پر اور رسول پر ایمان لائے اور ہم نے حکم مان لیا، پھر ان میں سے ایک گروہ اس کے بعد پھر جاتا ہے اور یہ لوگ ہرگز مومن نہیں ہیں۔ اور جب وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جاتے ہیں، تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے تو اچانک ان میں سے کچھ لوگ منہ موڑنے والے ہوتے ہیں۔ اور اگر ان کے لیے حق ہو تو مطیع ہو کر اس کی طرف چلے آتے ہیں۔ کیا ان کے دلوں میں کوئی مرض ہے، یا وہ شک میں پڑ گئے ہیں، یا ڈرتے ہیں کہ ان پر اللہ اور اس کا رسول ظلم کریں گے؟ بلکہ وہ خود ہی ظالم ہیں۔''

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب بندے کے دل میں ایمان مضبوط ہو جاتا ہے تو ممکن نہیں کہ اس وقت وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے۔

﴿ اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾

[النور: 51]

''ایمان والوں کی بات، جب وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جائیں، تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے، اس کے سوا نہیں ہوتی کہ وہ کہتے ہیں ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی واضح کیا کہ اس کے حکم کی اتباع و فرمانبرداری کرنے سے تمھیں دنیا و آخرت کی کامیابی نصیب ہوگی۔

﴿ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ

هُمُ الْفَآئِزُوْنَ﴾ [النور: 52]

”اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اور اللہ سے ڈرے اور اس سے بچے تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔“

عبدالرحیم صاحب! اللہ سے ڈرو اور آیندہ ہرگز ایسی بات نہ کرنا جو تمھارے ایمان اور عقیدے کے خلاف ہو۔ تمھاری دوسری بات کہ ”میں نے اپنی اکلوتی بیٹی کے لیے وصیت لکھ دی ہے“ یہ پہلی سے بھی زیادہ خطرناک اور نامناسب ہے، بلکہ یہ صریحاً اللہ اس کے رسول ﷺ سے اعلان جنگ ہے۔

عبد الرحیم: کیسے؟

استاد: کیونکہ جس ذات نے وراثت کے حصے متعین کیے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، اس نے اپنی قدرت اور حکمت کے تحت حصوں کو متعین کیا ہے، کسی کو یہ حق نہیں کہ اس کے فیصلے کو چیلنج کرے، حتی کہ انبیا اور رسول بھی اس کے فیصلے کے پابند ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہر حق دار کو اس کا حق دیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« إِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَعْطٰى كُلَّ ذِيْ حَقٍّ حَقَّهُ فَلَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ »[1]

”بلاشبہہ اللہ تعالیٰ نے ہر حق دار کو اس کا حق دے دیا ہے، لہٰذا وارث کے لیے وصیت نہیں ہے۔“

جو شخص ناجائز حیلوں بہانوں سے کسی حق دار کو اس کے حق سے محروم کرتا ہے اور کسی کو اس کے حصے سے زیادہ دیتا ہے، حقیقت میں یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلے کی مخالفت کرتا ہے اور یہ بات اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دعوت

[1] سنن ابن ماجه، صحيح الجامع، رقم الحديث [1788]

دینے کے مترادف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ﴾ [المجادلة: 5]

''بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں، وہ ذلیل کیے جائیں گے، جیسے وہ ذلیل کیے گئے جو ان سے پہلے تھے۔''

نیز ارشادِ ربانی ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗۤ اُولٰٓئِكَ فِی الْاَذَلِّیْنَ ﴾ [المجادلة: 20]

''بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں، وہی سب سے زیادہ ذلیل ہونے والوں میں سے ہیں۔''

ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اپنی جائیداد کو اپنی زندگی میں تقسیم نہ کرے، بلکہ اسے اپنے وارثوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دے، تا کہ اس کے ورثا اس کی وفات کے بعد شریعت کے طے کردہ حصوں کے مطابق آپس میں تقسیم کر لیں۔ اگر اس کی وفات کے بعد کوئی وارث کسی دوسرے وارث کے حصے میں تبدیلی کرے گا تو اس کا گناہ تبدیلی کرنے والے پر ہوگا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِیْنَ یُبَدِّلُوْنَهٗ ﴾ [البقرة: 181]

''تو اس کا گناہ انھی لوگوں پر ہے جو اسے بدلیں۔''

جو آدمی دنیا میں مال جمع کرتا ہے اور دنیا چھوڑتے ہوئے اس مال کے حق دار کو اس سے محروم کر جاتا ہے، ایسے آدمی کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سخت عذاب سے دو چار کرے گا، گویا یہ مال اس کے لیے دنیا و آخرت میں ہلاکت کا

سبب بن گیا۔ جو آدمی اپنے کسی ایک وارث کے حق میں وصیت لکھنا چاہتا ہے یا کسی دوسرے حیلے بہانے سے دیگر وارثوں کو ان کے حق سے محروم کرنا چاہتا ہے، ہم اس سے گزارش کریں گے کہ یہ وصیت اور مختلف حیلے بہانے باطل اور ناجائز ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے وصیت کی جگہ پر حصے فرض کر دیے ہیں، اب جس آدمی کا وراثت میں جتنا حق بنتا ہو اسے ہر صورت میں وہ ملنا چاہیے، البتہ اگر تم اپنی بیٹی کے معاملے میں خوف زدہ ہو کہ بعد میں دیگر ورثا اس کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کریں گے تو ایسی صورت حال سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے تمھیں ایک بہترین نصیحت کی ہے، اس نصیحت پر عمل کر کے تم اپنی بیٹی کے معاملے میں بے خوف ہو سکتے ہو۔

عبدالرحیم: وہ کون سی نصیحت ہے؟

استاد: اللہ تعالیٰ نے نصیحت کی ہے کہ تقویٰ، نافرمانیوں سے اجتناب اور سچی بات کو لازم پکڑو، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَ لْيَخْشَ الَّذِينَ لَوْ تَرَكُوا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَ لْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيْدًا﴾ [النساء: 9]

”اور لازم ہے کہ وہ لوگ ڈریں جو اپنے پیچھے اگر کمزور اولاد چھوڑتے تو ان کے متعلق ڈرتے، پس لازم ہے کہ وہ اللہ سے ڈریں اور سیدھی بات کہیں۔“

لہٰذا تم ہمیشہ اپنے اور اپنی اولاد کے معاملے میں اللہ سے ڈرتے رہا کرو اور اچھی بات اور نیک ارادے کی تمنا کرو، اللہ تعالیٰ تمھاری حفاظت فرمائیں گے۔

عبدالرحیم: آپ کے خیال میں مجھے اب کیا کرنا چاہیے؟

استاد: میرے خیال میں تمھیں بیٹی کے معاملے میں وصیت کو ختم کر دینا چاہیے اور اس کے حق میں نصف وراثت پر مطمئن ہو جانا چاہیے۔

عبدالرحیم: کیا میں کسی ایسے آدمی کے لیے وصیت کر سکتا ہوں جو میرا وارث نہیں ہے۔

استاد: ہاں کر سکتے ہو۔

عبدالرحیم: یعنی کسی مدرسے کے طالب علموں کے لیے۔

استاد: ہاں، درست ہے، لیکن کتنے مال کی وصیت کرو گے۔

تہتر واں باب

ایک تہائی سے زائد مال کی وصیت کرنا ممنوع ہے

عبدالرحیم: میرا خیال ہے مدرسے کے طلبا کے لیے نصف مال کی وصیت کر دیتا ہوں۔

استاد: اللہ تعالیٰ تمھیں جزا دے، تمھارے خلوص کو قبول فرمائے اور تمھارے مال اور اولاد میں برکت پیدا فرمائے، لیکن ایک چھوٹا سا مسئلہ ہے۔

عبدالرحیم: اب کیا مسئلہ پیدا ہو گیا ہے؟

استاد: میں چاہتا ہوں کہ تم اپنی وصیت کو نصف سے ایک تہائی تک لے آؤ۔

عبدالرحیم: کیوں؟

استاد: اس لیے کہ ایک تہائی سے زائد کی وصیت جائز نہیں ہے۔

عبدالرحیم: اس کی کیا دلیل ہے؟

استاد: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کرنے آئے، اس وقت میری بیماری شدت اختیار کر چکی تھی۔ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ دیکھ رہے ہیں کہ مجھے بیماری نے اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے اور میں مالدار آدمی ہوں۔ ایک بیٹی کے علاوہ میرا کوئی وارث بھی نہیں ہے، لہٰذا کیا میں اپنے مال کا دو تہائی صدقہ کر سکتا ہوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: نہیں، پھر میں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! نصف؟ آپ نے کہا: نہیں، پھر

میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ایک تہائی؟ آپ نے جواب دیا:

« اَلثُّلُثُ، وَالثُّلُثُ كَثِيرٌ، إِنَّكَ أَنْ تَذَرَ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُونَ النَّاسَ »[1]

''ایک تہائی (درست ہے) اور ایک تہائی بھی زیادہ ہے، بے شک تیرا اپنے وارثوں کو غنی چھوڑنا، ان کو کنگال چھوڑنے سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے سوال کرتے پھریں۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''میں چاہتا ہوں کہ لوگ ایک تہائی سے بھی کم کی وصیت کریں، کیونکہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: ایک تہائی بھی زیادہ ہے۔''[2]

امام ابراہیم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ صحابہ کرام فرمایا کرتے تھے:

''ایک چوتھائی وصیت کرنے والا ایک تہائی والے سے افضل ہے اور پانچواں حصہ وصیت کرنے والا چوتھائی والے سے افضل ہے۔''[3]

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

« إِنَّ رَجُلًا أَعْتَقَ سِتَّةَ مَمْلُوكِينَ لَهُ عِنْدَ مَوْتِهِ، وَلَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ غَيْرُهُمْ، فَجَزَّأَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ أَثْلَاثاً، ثُمَّ أَقْرَعَ بَيْنَهُمْ، فَأَعْتَقَ اثْنَيْنِ، وَ أَرَقَّ أَرْبَعَةً وَقَالَ لَهُ قَوْلًا شَدِيداً »[4]

''ایک آدمی نے موت کے وقت اپنے چھے غلام آزاد کر دیے اور

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [4409] صحيح مسلم، رقم الحديث [1628]

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث [2743]

[3] **صحيح**. مصنف ابن أبي شيبة [306/7] مصنف عبدالرزاق [66/9]

[4] صحيح مسلم، رقم الحديث [1668]

اس کے پاس ان کے علاوہ کوئی اور مال نہیں تھا۔ نبی ﷺ نے ان کو تین کے جوڑے میں تقسیم کیا (یعنی دو دو کر کے تین جوڑے بنا دیے) پھر ان کے درمیان قرعہ اندازی کی اور ایک جوڑے (یعنی دو غلاموں) کو آزاد کر دیا اور باقی چار غلاموں کو واپس غلامی میں کر دیا اور اس (آزاد کرنے والے) کے لیے سخت ترین الفاظ کہے۔''

یہ تمام نصوص اس بات کی دلیل ہیں کہ ایک تہائی سے زائد کی وصیت ناجائز ہے، لہٰذا تمھیں چاہیے کہ نصف کے بجائے ایک تہائی کی وصیت کر لو، تاکہ سنت کی مخالفت نہ ہو۔

عبدالرحیم: میں ان شاء اللہ ایسا ہی کروں گا۔

استاد: اللہ تعالیٰ تمھیں برکت عطا فرمائے۔

چوہتروان باب

وصیت کے ذریعے سے کسی دوسرے وارث کو نقصان پہنچانا

حسین: استاد صاحب! کیا سابقہ دو شرطوں کے علاوہ کوئی اور ایسا طریقہ نہیں ہے، جس کے ذریعے سے اپنی اولاد میں سے کسی ایک کے حق میں وصیت کی جا سکے؟

استاد: شریعت میں حیلوں بہانوں کی کوئی گنجایش نہیں ہے۔ اگر تم وصیت کے لیے سابقہ دو شرطوں کے علاوہ کوئی اور ذریعہ اختیار کرو گے تو یہ سراسر زیادتی اور ناانصافی ہوگی، یعنی وصیت کی آڑ میں کسی دوسرے کو نقصان پہنچانا قطعاً درست نہیں ہے، کیونکہ اسلامی شریعت کا اصول ہے کہ ''لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ'' نہ پہلے کسی کو نقصان پہنچانا جائز ہے اور نہ بدلے میں کسی کو نقصان پہنچانا جائز ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« مَنْ ضَارَّ أَضَرَّ اللّٰهُ بِهِ، وَمَنْ شَاقَّ شَقَّ اللّٰهُ عَلَيْهِ »[1]

''جو شخص کسی کو نقصان پہنچائے گا، اللہ تعالیٰ اسے نقصان پہنچائیں گے اور جو کسی پر سختی کرے گا، اللہ تعالیٰ اس پر سختی کریں گے۔''

وصیت کے ذریعے سے کسی دوسرے وارث کو نقصان پہنچانے کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں:

1 وصیت کے ذریعے سے کسی وارث کو اس کے حق سے محروم کر دینا۔

[1] سنن ابن ماجه، صحيح الجامع، رقم الحديث [7517]

٢ شرعی حکم کے خلاف ایک تہائی سے زائد کی وصیت کرنا۔

٣ کچھ لوگ اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لیے عدالتوں کا رخ کرتے ہیں اور عدالتیں بھی وہ ہوتی ہیں جو قرآن و سنت کے خلاف فیصلہ کرتی ہیں، چنانچہ وصیت کے معاملات میں عدالت اس آدمی کے حق میں فیصلہ دیتی ہے، جس کے لیے وصیت کی گئی تھی اور اصل وارث کو تھوڑا حصہ دے کر مقدمہ ختم کر دیا جاتا ہے اور اسے پابند کیا جاتا ہے کہ تمھارا حصہ اتنا ہی بنتا ہے اس سے زائد کے تم حق دار نہیں ہو۔

عبدالرحیم: استاد صاحب! یہ بات تو مجھے سمجھ آ گئی ہے، لیکن میں ایک اور سوال کا جواب جاننا چاہتا ہوں۔

استاد: کیا سوال ہے؟

پچھتر واں باب

اگر خاوند بخیل ہو تو بیوی اس کی اجازت کے بغیر اس کی جیب سے بہ قدر ضرورت پیسے لے سکتی ہے؟

عبدالرحیم: استاد صاحب! اگر بیوی گھر کے اخراجات وغیرہ کے لیے خاوند کی اجازت کے بغیر اس کی جیب سے ضرورت سے زائد پیسے نکال لے، جب کہ خاوند گھریلو اخراجات میں دلچسپی نہ لیتا ہو یا بخیل ہو تو کیا یہ درست ہے؟

استاد: عام حالات میں کوئی بھی عورت اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر اس کا مال نہیں لے سکتی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح ایک دوسرے کے مال پر قبضہ کرنے کو حرام قرار دیا ہے۔ نبی مکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر اس بات کا اعلان فرمایا تھا:

« إِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِي شَهْرِكُمْ هٰذَا فِي بَلَدِكُمْ هٰذَا، أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ؟ »[1]

”بے شک تمھارے خون، تمھارے اموال، تمھاری عزتیں تم پر اسی طرح حرمت والی ہیں جس طرح تمھارا یہ دن تمھارے اس مہینے اور اس شہر میں حرمت والا ہے۔ خبردار کیا میں نے (دین) پہنچا دیا؟“

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث [1218]

البتہ جب خاوند بخیل ہو، اپنی اولاد اور گھریلو اخراجات کے لیے ضرورت کے مطابق خرچ نہ کرے تو بیوی بقدر ضرورت خاوند کے علم میں لائے بغیر اس کا مال اور پیسے وغیرہ لے سکتی ہے، کیونکہ ایک روایت میں آتا ہے کہ ہند بنت عتبہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بیوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور عرض کی: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ابوسفیان بخیل آدمی ہے۔ وہ مجھے میری اولاد کے لیے اتنا خرچ نہیں دیتا، جتنے کی مجھے ضرورت ہوتی ہے، لہٰذا میں اس کے علم میں لائے بغیر اس کی جیب سے (خرچہ) لے لیتی ہوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«خُذِي مَا يَكْفِيكِ وَوَلَدَكِ بِالْمَعْرُوفِ»[1]

''اتنا لو جتنا تجھے اور تیری اولاد کو معروف طریقے سے کافی ہو۔''

اس حدیث کے پیش نظر ہم کہہ سکتے ہیں کہ بیوی مندرجہ ذیل دو صورتوں میں خاوند کی اجازت کے بغیر اس کا مال لے سکتی ہے:

① خاوند بخیل ہو اور اپنی اولاد پر بقدر ضرورت خرچ نہ کرتا ہو۔

② بیوی ضرورت سے زائد پیسے نہ نکالے۔

لیکن اس معاملے میں کچھ اور بھی قواعد و ضوابط ہیں، جن کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

حسین: وہ کون کون سے قواعد و ضوابط ہیں؟

استاد: ① عورت معروف طریقے سے اخراجات پر خرچ کرنے کے لیے پیسے نکالے، فضول خرچی اور عیاشی مقصود نہ ہو۔

② اولاد کے سامنے یہ کام نہ کرے، ورنہ بچوں کے دل میں خیال آئے گا کہ ہماری والدہ چوری کر رہی ہے۔

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5364] صحيح مسلم، رقم الحديث [1714]

③ جب خاوند کو شک گزرے کہ اس کی جیب سے پیسے کم ہوئے ہیں اور وہ وضاحت چاہے تو بیوی فوراً بتا دے کہ ہاں میں نے لیے تھے، تا کہ اس کے دل میں اپنی اولاد کے بارے میں چوری کا شک وشبہہ پیدا نہ ہو۔

④ اس کام کی وجہ سے گھر اور خاندان کے آپس کے تعلقات میں خرابی پیدا ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔

⑤ بیوی انتہائی اہم ضرورت کے وقت یہ کام کرے، چھوٹی ،موٹی اور معمولی ضروریات کے لیے اسے عادت نہ بنائے۔

خاوندوں کو نصیحت:

یہاں پر میں خاوندوں کو بھی نصیحت کرنا چاہتا ہوں کہ جب تک تم گھر کے معاملات میں سمجھ داری سے کام لیتے رہو گے، گھر کے معاملات کی نگرانی کرتے رہو گے اس وقت تک ہر طرح کی مصیبت سے بچے رہو گے۔ مرد کو ایک لمحے کے لیے بھی گھریلو امور سے غافل نہیں ہونا چاہیے۔ خاندان اور اولاد کی بہترین پرورش، ان کے اخراجات کا بندوبست خاوند کی اولین ترجیح ہونی چاہیے۔ گھر، اولاد اور بیوی پر خرچ کرنے میں بخل نہیں کرنا چاہیے، بلکہ اپنے وسائل میں رہتے ہوئے، جتنا ہو سکے ان کے لیے کرنا چاہیے، اس سے محبت، پیار اور خلوص میں اضافہ ہوتا ہے اور گھر کا نظام بہترین انداز سے چلتا رہتا ہے۔

خلاصہ

نمازِ عشا کی اذان شروع ہوگئی۔

استاد: آؤ، نماز پڑھنے چلیں، باقی باتیں نماز کے بعد کریں گے۔

(سب لوگ نمازِ عشا ادا کرنے کے لیے مسجد کی طرف جا رہے تھے کہ راستے میں عمار استاد صاحب سے مخاطب ہوا)

عمار: ماشاء اللہ، استاد صاحب! آج آپ نے مندرجہ ذیل چیزوں کی حرمت بیان کی ہے:

١ قبروں پر قرآن مجید پڑھنا اور دیے وغیرہ جلانا۔

٢ جادو کرنا۔

٣ عطیے وغیرہ میں اولاد کے درمیان عدل و انصاف نہ کرنا۔

٤ وارث کے لیے وصیت کرنا۔

٥ ایک تہائی سے زائد کی وصیت کرنا۔

٦ وصیت کے ذریعے سے کسی وارث کو نقصان پہنچانا۔

٧ عورت کا خاوند کی جیب سے اجازت کے بغیر پیسے نکالنا۔

استاد: الحمد لله رب العالمين.

۴

ایسے حرام امور جن کا عموماً عورتیں گھروں میں ارتکاب کرتی ہیں

عمار: استاد صاحب! کیا نمازِ عشا کے بعد دیر تک جاگنا اور باتیں کرنا مکروہ ہے؟

استاد: مطلقاً نمازِ عشا کے بعد جاگنا مکروہ نہیں ہے، بلکہ بعض صورتوں میں یہ جائز ہے۔ مثلاً ① حصولِ علم کی خاطر ② مسلمانوں کی اصلاح اور تربیت کی خاطر ③ مہمان سے گفتگو کرنا ④ اپنے اہل وعیال کی تعلیم وتربیت کی خاطر، یعنی شرعی امور کی غرض سے نمازِ عشا کے بعد جاگنا اور باتیں کرنا درست ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

«أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ وَرَجُلٌ يُنَاجِي رَسُولَ اللّٰهِ، فَمَا زَالَ يُنَاجِيهِ حَتّٰى نَامَ أَصْحَابُهُ» [1]

''نماز (عشا) کے لیے اقامت کہہ دی گئی اور ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلسل سرگوشی کر رہا تھا، حتی کہ صحابہ کرام کو اونگھ آنے لگی۔''

دوسری روایت میں ہے:

«وَأَمْسٰى أَبُوبَكْرٍ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ حَتّٰى مَضٰى مِنَ اللَّيْلِ مَا شَاءَ اللّٰهُ» [2]

''حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ شام کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے حتی کہ اتنی رات گزر گئی جتنی اللہ نے چاہی۔''

⑤ وہ آدمی جو نماز پڑھنا چاہتا ہو ⑥ مسافر آدمی۔

یہ چھے لوگ نماز عشا کے بعد جاگ سکتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [6292]

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث [602]

« لَا سَمَرَ إِلَّا لِمُصَلٍّ أَوْ مُسَافِرٍ »[1]

''رات کو جاگنا جائز نہیں ہے، مگر اس آدمی کے لیے جو نماز پڑھنا چاہتا ہو یا سفر کا ارادہ رکھتا ہو۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

« نَظَرْنَا النَّبِيَّ ذَاتَ لَيْلَةٍ حَتّٰى كَانَ شَطْرَ اللَّيْلِ يَبْلُغُهُ »[2]

''ہم نے ایک رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، حتی کہ رات کا کافی حصہ گزر چکا تھا۔''

« وَكَانَ ﷺ يَسْمُرُ هُوَ وَأَبُوبَكْرٍ وَعُمَرُ فِي الْأَمْرِ مِنْ أُمُورِ الْمُسْلِمِيْنَ »[3]

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما عشا کے بعد مسلمانوں کے معاملات کے بارے میں گفتگو کیا کرتے تھے۔''

البتہ غیر شرعی مقاصد کی وجہ سے جاگنا اور باتیں کرنا مکروہ ہے، ہم آج نمازِ عشا کے بعد جس مقصد کی خاطر جاگیں گے اور باتیں کریں گے وہ جائز ہی نہیں، بلکہ مستحب ہے۔

عمار: الحمد للہ! آپ نے مجھے مطمئن کر دیا ہے۔

سب لوگ نمازِ عشا جماعت کے ساتھ ادا کرنے کے بعد واپس گھر تشریف لے آئے۔ استاد صاحب نے جلدی سے ان کے سامنے کھانا رکھا اور بار بار دعائیہ کلمات کے ساتھ ان کو خوش آمدید کہہ رہے تھے۔ سب نے مل کر کھانا کھایا، اس کے بعد استاد صاحب نے مختلف پھلوں سے ان کی تواضع کی۔

---

1. مسند أحمد، رقم الحديث [3917] الصحيحة، رقم الحديث [2435]
2. صحيح البخاري، رقم الحديث [600]
3. سنن الترمذي، رقم الحديث [169] الصحيحة، رقم الحديث [2781]

چھہتر واں باب

مرد کا عورتوں کو ٹریننگ دینا

استاد: حسین اور کوئی نئی تازہ بات سناؤ؟

حسین: استاد صاحب! حال ہی میں میں نے بیس سال کی لڑکیوں کی ایک کلاس کو تیراکی کی ٹریننگ دینا شروع کی ہے۔

استاد: کیا تم سچ کہہ رہے ہو یا مذاق کر رہے ہو؟

حسین: مذاق کس بات کا؟ استاد صاحب! میں سچ کہہ رہا ہوں۔

استاد: کیا واقعی تم لڑکیوں کو تیراکی کی ٹریننگ دے رہے ہو؟

حسین: کیوں؟ کیا اس میں کوئی حرج ہے؟

استاد: تم کس بنا پر ان لڑکیوں کو ٹریننگ دے رہے ہو، جو بالغ ہیں، نوجوان ہیں اور ان کے جسم پر لباس بھی نہیں ہوتا یا اگر لباس ہو تو اس میں پردے اور شرم و حیا کا نام و نشان نہیں ہوتا۔ اس ماحول میں لڑکیوں کو ٹریننگ دیتے ہوئے تمھیں وہ نصوص یاد نہیں آتیں، جن میں اللہ تعالیٰ نے شرم و حیا اور پاکدامنی کا درس دیا اور مسلمانوں کو نگاہیں جھکا کر رکھنے کی تاکید کی ہے۔

کیا تم نے یہ حدیث نہیں سنی:

«اَلْعَيْنَانِ زِنَاهُمَا النَّظَرُ»[1]

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [6243] صحيح مسلم، رقم الحديث [2657]

''آنکھوں کا زنا (غیر محرم کو) دیکھنا ہے۔''

اس کے علاوہ کیا تم نے وہ روایات نہیں سنیں، جن میں مردوں اور عورتوں کو اختلاط سے منع کیا گیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا وَمَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ»[1]

''کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ علاحدگی میں نہ جائے، اِلا یہ کہ اس کے ساتھ کوئی محرم ہو۔''

تم اچھی طرح جانتے ہو کہ مرد و زن کے اختلاط کی وجہ سے ہمارے معاشرے میں کتنی بے حیائی پھیل رہی ہے اور اس کے کیا نقصانات ہیں؟

تمام اہلِ علم اس بات کے قائل ہیں کہ مرد و زن کا اختلاط، خواہ تعلیمی میدان میں ہو، حرام ہے، چنانچہ تمھارا یہ کام اور اس کی اجرت وغیرہ حرام ہے، کیونکہ اس میں مندرجہ ذیل حرام امور پائے جاتے ہیں:

① غیر محرم کو دیکھنا۔

② مرد و زن کا اختلاط۔

③ اس سے گناہ کی طرف رغبت بڑھتی ہے۔

④ ایمان کمزور ہوتا ہے۔

⑤ نافرمانی کے برے اثرات۔

⑥ تیرے دل میں لڑکیوں کی محبت اور لڑکیوں کے دلوں میں تیری محبت اور عشق پیدا ہونے کا خدشہ۔

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [3006] صحيح مسلم، رقم الحديث [1341]

مندرجہ بالا تمام امور ایسے ہیں جو ہلاکت اور تباہی کا سبب بن سکتے ہیں۔

حسین: اس کا حل کیا ہے؟

استاد: فوراً اس کام کو چھوڑ دو اور کوئی نیا کام تلاش کرو۔

حسین: إنا لله و إنا إليه راجعون، میں ان شاء اللہ جلد اس کو چھوڑ دوں گا۔

ستتر واں باب

عورت کا بہ طورِ ائیر ہوسٹس کام کرنا

عبدالرحیم: استاد صاحب! مجھے اجازت دیں، میں اب سونا چاہتا ہوں، کیونکہ کل صبح میں نے قاہرہ جانا ہے۔

استاد: وہاں خیریت ہے؟

عبدالرحیم: ہاں، خیریت ہے۔ میری بیٹی ائیر لائن کمپنی میں ملازم ہے اور بطورِ ائیر ہوسٹس اس کی ڈیوٹی قاہرہ میں لگی ہے، اسے وہاں چھوڑنے جانا ہے۔

استاد: تم وہاں کیا کرو گے؟

عبدالرحیم: میں چھوڑ کر واپس آ جاؤں گا۔

استاد: لا حول و لا قوة إلا بالله، تم کتنی بے خوفی کے ساتھ اپنے جگر کے ٹکڑے کو اکیلے چھوڑ آؤ گے، حالانکہ اتنے پرفتن حالات ہیں اور قاہرہ کے ماحول سے بھی تم واقف ہو۔

عبدالرحیم: کیا حالات کے ڈر سے میں اسے گھر میں بٹھا لوں، اس طرح کی ملازمت حاصل کرنے کے لیے تو لوگ بڑی تگ و دو کرتے ہیں، ہم کیسے اس موقع کو فراموش کر دیں؟

استاد: اللہ کے ہاں تیری ذمے داری ہے کہ تو اپنی بیٹی کو ہر طرح کے فتنوں سے بچا کر رکھ، یہ تمھارے خاندان کی عزت کا معاملہ ہے۔

عبدالرحیم: یعنی آپ کے خیال میں عورت کا بطور ائیر ہوسٹس ملازمت کرنا حرام ہے؟

استاد: ہاں، اس کی حرمت میں کسی طرح کا شک نہیں ہے اور اس میں مندرجہ ذیل چار ایسی چیزیں پائی جاتی ہیں، جن کی وجہ سے یہ کام حرام ہے:

1. مرد و زن کا اختلاط، جب کہ یہ قرآن و سنت کے قطعی دلائل کی بنا پر کلی طور پر حرام ہے، اس میں کسی قسم کی کوئی گنجایش ہی نہیں ہے۔

2. اس ملازمت میں تمھاری بیٹی اکیلی بغیر محرم کے لمبا سفر کرے گی، جب کہ عورت کا بغیر کسی محرم کے اکیلے سفر کرنا حرام ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُسَافِرَ مَسِيرَةَ يَوْمٍ وَّ لَيْلَةٍ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ» [1]

”جو عورت اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہے، اس کے لیے حلال نہیں کہ وہ ایک دن اور ایک رات کا اکیلی سفر کرے، الا یہ کہ اس کے ساتھ محرم ہو۔“

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی ﷺ سے سنا آپ فرما رہے تھے:

«لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا وَمَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ، وَلَا تُسَافِرُ الْمَرْأَةُ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ، فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ امْرَأَتِي خَرَجَتْ حَاجَّةً، وَإِنِّي اكْتُتِبْتُ فِي غَزْوَةِ كَذَا وَ كَذَا. قَالَ: انْطَلِقْ فَحُجَّ مَعَ امْرَأَتِكَ» [2]

”کوئی مرد کسی (غیر محرم) عورت کے ساتھ علاحدگی میں نہ جائے اور

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [1088]

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث [3006] صحيح مسلم، رقم الحديث [1341]

کوئی عورت اس وقت تک سفر نہ کرے جب تک اس کے ساتھ اس کا کوئی محرم نہ ہو۔ ایک آدمی کھڑا ہوا اور عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! میری بیوی حج کے لیے جا رہی ہے اور میں نے فلاں فلاں غزوے کے لیے اپنا نام لکھوا دیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ اور جا کر اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔''

تم غور کرو کہ نبی مکرم ﷺ نے حج جیسے عظیم فریضے کے لیے بھی عورت کو بغیر محرم کے سفر کی اجازت نہیں دی۔ اس صحابی نے تفصیل بیان کی کہ میرا نام ان مجاہدین کی لسٹ میں آچکا ہے، جنھوں نے جہاد پر روانہ ہونا ہے، اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے اسے حکم دیا کہ تم واپس لوٹو اور حج کے لیے اپنی بیوی کے ساتھ جاؤ، تاکہ تمھاری بیوی بغیر محرم کے سفر نہ کرے۔ تم جانتے ہو کہ اس عورت کا حج کی خاطر سفر کرنا اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں تھا، جب کہ تمھاری بیٹی روزانہ ایسا کام کرے گی جس میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا عنصر شامل نہیں ہے اور اکثر و بیشتر جہازوں کے مسافر نہ صرف فاسق و فاجر لوگ ہوتے ہیں، بلکہ کافر بھی ان میں شامل ہوتے ہیں، جن کے لیے آنکھوں کو جھکانا اور نظر کا پردہ کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتا۔ گویا تم خود اپنے ہاتھوں سے اپنی بیٹی کو ایسے درندوں کے سامنے کر رہے ہو، جنھیں عورت کی عصمت کا احساس نہیں ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوا مِنْ اَبْصَارِهِمْ ﴾ [النور: 30]

''مومن مردوں سے کہہ دے اپنی کچھ نگاہیں نیچی رکھیں۔''

نیز ارشادِ ربانی ہے:

﴿ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ﴾ [النور: 31]

''اور مومن عورتوں سے کہہ دے اپنی کچھ نگاہیں نیچی رکھیں۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« اَلْعَيْنَانِ زِنَاهُمَا النَّظَرُ »[1]

''آنکھوں کا زنا (غیر محرم کو) دیکھنا ہے۔''

یعنی ایسی چیزوں کی طرف دیکھنا جو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دی ہیں۔

جس ماحول میں تم اپنی بیٹی کو بھیج رہے ہو، اس میں نظر کے گناہ اور دیگر فتنوں سے بچنا ممکن ہی نہیں ہے۔ روزانہ سیکڑوں ایسے واقعات پیش آ رہے ہیں، جنھیں سن سن کر ہمارے کان تھک چکے ہیں کہ فلاں جگہ پر ایک عورت کو زیادتی کا نشانہ بنایا گیا وغیرہ۔

عورت فطرتاً مرد سے کمزور ہوتی ہے، جس کی وجہ سے فاسق و فاجر لوگ اسے نشانہ بناتے ہیں، اس کے علاوہ دورانِ سفر ایسے معاملات پیش آ سکتے ہیں جنھیں صرف محرم ہی سلجھا سکتا ہے۔

۳۔ ''ائیر ہوسٹس'' صرف نام ہی خوبصورت ہے، اس کے علاوہ اس میں خوبصورتی والی کوئی چیز نہیں ہے۔ حقیقت میں یہ نوکروں والا کام ہے، لیکن افسوس کہ ہمارے لوگ ایسی ملازمت کو باعثِ عزت سمجھتے ہیں اور اس پر فخر کرتے ہیں۔

۴۔ جہاز میں مسافروں کی ضیافت کے لیے جو چیزیں پیش کی جاتی ہیں، ان میں عام طور پر حرام چیزیں شامل ہوتی ہیں، جیسے شراب ہے۔

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [6243] صحيح مسلم، رقم الحديث [2657]

اس اعتبار سے ائیر ہوسٹس بھی اس نافرمانی کے ارتکاب میں شامل ہوتی ہے۔

عبدالرحیم: اس کا حل کیا ہے؟

استاد: اس کا حل بہت آسان ہے، لیکن اس سے پہلے یہ سن لو کہ اپنے ایمان اور عزت کو بچانے کی خاطر ایک دن بھوکا رہنا اور ایک دن کھا لینا، اپنی بیٹی کو فتنے میں ڈالنے اور اسے خطرناک حالات کے رحم و کرم پر چھوڑنے سے بہت بہتر ہے۔ ایسے رزق اور ایسی دولت کا کیا فائدہ جس میں عزت داؤ پر لگی ہو اور آدمی ہر وقت گناہوں کی دہلیز پر رہے؟

بعد کی ندامت اور شرمندگی سے بہت بہتر ہے کہ آدمی پہلے ہی اپنا محاسبہ کر لے اور ایسے امور کو ترک کر دے، جو اس کی بزرگی اور شرف کے لیے خطرہ بن سکتے ہوں۔

عبدالرحیم: استاد صاحب! آپ کا بہت بہت شکریہ، آج آپ نے ہمیں وعظ و نصیحت فرمائی اور ہمیں اس مسئلے سے آگاہ کیا۔ اب ان شاء اللہ ہم قاہرہ نہیں جائیں گے اور نہ میں اپنی بیٹی سے یہ ملازمت کرانا پسند کروں گا۔

اٹھہترواں باب

فیشن ایبل لباس پہن کر عورت کا گھر سے باہر نکلنا

عمار: استاد صاحب! عورت کا بناؤ سنگار کر کے اور فیشن ایبل لباس پہن کر گھر سے باہر جانے کا کیا حکم ہے؟

استاد: عمار! اللہ تمھیں دین کی سمجھ عطا کرے، اس کے حرام ہونے کے بارے میں قرآن وسنت سے بے شمار دلائل منقول ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ وَ قَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰى ﴾ [الأحزاب: 33]

”اور اپنے گھروں میں ٹکی رہو اور پہلی جاہلیت کے زینت ظاہر کرنے کی طرح زینت ظاہر نہ کرو۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« صِنْفَانِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ لَمْ أَرَهُمَا نِسَاءٌ... كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مَائِلَاتٌ مُمِيلَاتٌ رُؤُوسُهُنَّ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يَجِدْنَ رِيحَهَا »[1]

”دوزخیوں کی دو قسمیں ہیں جن کو میں نے نہیں دیکھا ہے... وہ عورتیں جو لباس پہنتی ہیں مگر ننگی رہتی ہیں، دوسروں کو بہکانے والی،

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث [2128]

خود بہکنے والی، ان کے سر بختی اونٹ کی کوہان کی طرح ایک طرف جھکے ہوئے ہیں، وہ جنت میں داخل نہ ہوں گی، بلکہ وہ اس کی خوشبو بھی نہیں پائیں گی۔‘‘

عورتوں کو ایسا لباس پہن کر گھر سے باہر نہیں نکلنا چاہیے، جو تنگ ہو یا جس سے جسم کے اعضا نمایاں ہو رہے ہوں۔ ایسا تنگ اور چھوٹا لباس کافر اور بدکار عورتیں پہنتی ہیں، جن کا مقصد لوگوں کو گمراہ کرنا اور اپنے فریب میں مبتلا کرنا ہوتا ہے۔ ایسے لباس سے کشش اور عورتوں کی طرف رغبت بڑھتی ہے اور ہر دیکھنے والے شخص پر اس کے جو اثرات مرتب ہوتے ہیں، ان کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

① شرعی نکاح کے بجائے بدکاری، زنا اور فحاشی کو فروغ ملتا ہے۔

② خاندان اور عائلی نظام میں فساد پھیلتا ہے، طلاق کی شرح بڑھتی ہے۔

③ فحاشی، نفسانی خواہشات اور بے حیائی کے کلچر کو فروغ ملتا ہے۔

④ انسانیت کا قتل عام، یعنی جب شرعی نکاح کے بجائے لوگ زنا کو ترجیح دیں گے تو عورتوں کو ناجائز حمل ٹھہرے گا اور وہ شرمندگی سے بچنے کے لیے حمل ضائع کروائیں گی۔

⑤ مرد و عورت کے درمیان اختلافات اور جھگڑے، کیونکہ پرسکون زندگی نکاح کے ذریعے ہی سے میسر آتی ہے۔

⑥ اس میں عورت کی عزت کا پہلو نہیں ہے، بلکہ جب عورت بناؤ سنگھار کر کے گھر سے باہر نکلتی ہے تو غنڈے اور شر پسند لوگ اسے اذیت دیتے اور بری نظروں سے دیکھتے ہیں۔

⑦ ان خطرناک گناہوں اور بیماریوں کی وجہ سے اخلاقی قدروں کا زوال۔

⑧ نافرمانی کی وجہ سے روح اور دل کی زبوں حالی۔

یہ وہ چند نتائج ہیں جو عورتوں کے زیب و زینت اور بناؤ سنگھار کر کے سرعام گھومنے پھرنے کی وجہ سے وجود میں آتے ہیں، جو معاشرے کے لیے مہلک اور نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں۔ ان کی وجہ سے انسان اپنا مقام کھو بیٹھتا ہے اور حیوانوں کی سطح پر آ جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بے شمار نقصانات ہیں جو بناؤ سنگھار اور زیب و زینت کی وجہ سے رونما ہوتے ہیں۔ اس ضمن میں ہمارا یہ کہنا قطعاً غلط نہیں ہوگا کہ سرعام زیب و زینت اور بناؤ سنگھار معاشرتی تباہی، ہلاکت اور بے راہ روی کی ایک بنیادی وجہ ہے۔ آپ مجھے یہ بتاؤ!

کیا فیشن بے حیائی کے کلچر کی وجہ نہیں ہے؟

کیا فیشن فسق و فجور اور برائی کو فروغ نہیں دیتا؟

کیا فیشن وہی چیز نہیں جسے یہود و نصاریٰ امت مسلمہ کو اخلاقی اعتبار سے تباہ و برباد کرنے کے لیے بطور ہتھیار استعمال کر رہے ہیں؟

یقیناً تم میری باتوں سے اتفاق کرو گے کہ فیشن کا کلچر امت مسلمہ کو اخلاقی زوال سے دوچار کر رہا ہے۔

میں تمھیں ایک ایسی عورت کی کہانی اس کی اپنی زبانی سناتا ہوں، جو فیشن شوز میں کام کرتی تھی، لیکن بعد میں اللہ تعالیٰ نے اسے ہدایت دے دی تھی، اس کا نام ''فابیان'' تھا۔

فابیان نے بتایا کہ فیشن ڈیزائنرز نے مجھے ایک بت اور بے جان جسم سمجھ رکھا تھا، جب ان کا جی چاہتا وہ اپنی مرضی سے مجھے اِدھر اُدھر حرکت دیتے تھے۔ سخت سردی کے موسم میں بھی مجھے بے لباس رہنے کی عادت ہو چکی تھی۔ میری

حیثیت ان کے سامنے محض ایک فریم یا جامد چیز کی تھی، وہ جس طرف چاہتے میرا رخ موڑتے تھے اور مجھے دیکھ کر خوب لطف اندوز ہوتے تھے۔ وہاں میری مرضی اور میری کسی بات کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی تھی، بلکہ میں ان کی ہر بات ماننے کی پابند ہوتی تھی۔ اگر میں ان کے کسی حکم کی نافرمانی کرتی تو وہ مجھے سزا دیتے تھے۔

وہ لوگ بغیر کسی شرمندگی اور شرم و حیا کے مجھے مختلف فیشن میلوں میں شرکت کے لیے لے جاتے تھے۔ میرا مقصد اپنی شرم و حیا اتار کر دیکھنے والوں کو لطف اندوز کرنا ہوتا تھا۔ کبھی کبھی مجھے احساس ہوتا تھا کہ میں ان لوگوں کے لیے کتنی حقیر چیز بن چکی ہوں۔ وہاں پر کام کرنے کی ایک ہی شرط تھی کہ میں شرم و حیا اتار کر ان کی ہر بات پر لبیک کہتی چلی جاؤں اور اسی میں میری کامیابی کا راز تھا کہ میں اپنے تمام تر احساسات، عزتِ نفس، عقل اور غیرت کو خیر باد کہہ دوں۔ اس سے پہلے کہ میں اپنی رہی سہی عقل، عزت اور غیرت بھی کھو بیٹھتی، میں نے اس کام کو چھوڑ دیا اور توبہ کر لی۔

میرے بھائیو! اب تم خود غور کرو کہ کیا اس ماحول میں مسلمان لڑکیاں کام کر سکتی ہیں؟ کیا شرم و حیا اور غیرت کا جنازہ نکلے ہوئے اس ماحول میں ہمیں اپنی بچیوں کو کام کروانا چاہیے؟ یہ کام اور اس کی اجرت نہ صرف حرام ہے، بلکہ یہ جہنم کی آگ ہے اور ہزار مرتبہ موت قبول کرنا یہ قبیح اور غیر اخلاقی کام کرنے سے کہیں بہتر ہے۔

حسین: کیا یہ انتہا پسندی اور سختی نہیں ہے؟

استاد: جو باتیں میں نے کی ہیں، کیا یہ حقیقت نہیں ہیں؟

حسین: اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

استاد: کیا تم نے فابیان کے یہ الفاظ نہیں سنے کہ اگر میرے اوپر اللہ کی رحمت نہ ہوتی تو میں اپنی ساری عمر اسی کام میں ضائع کر دیتی اور میں انسانیت کے درجے سے گر کر محض ایک حیوان بن کے رہ جاتی، جس کے سامنے اپنی خواہشات کو پورا کرنے کے سوا کوئی مقصد نہیں ہوتا ہے اور جس کی زندگی میں کوئی ضابطہ ہوتا ہے نہ کوئی اصول!!

انا سیواں باب

عورت کا بطورِ گلوکارہ اور ایکٹریس کام کرنا

حسین: استاد صاحب! آپ کے نظریات سے محسوس ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک عورت کا گانا بجانا، رقص کرنا یا کسی بھی طرح سے موسیقی کے کام میں عورت کا شمولیت اختیار کرنا حرام ہے، حالانکہ ان سب چیزوں کے قواعد وضوابط مقرر ہیں، بغیر قاعدہ کلیہ کے کوئی بھی کام انجام نہیں پاتا۔

استاد: ہائے افسوس! اللہ کے بندے! گانے بجانے اور رقص میں حصہ لینے والی عورتوں کا معاملہ فیشن شوز میں شریک ہونے والی عورتوں سے بھی زیادہ سنگین ہے۔ گلوکار عورتیں فساد اور تباہی کی سب سے بڑی جڑ ہیں۔ یہ بدترین فعل ہے اور اس کی کمائی بدترین کمائی ہے۔ عربی کا مقولہ ہے کہ آزاد عورت بھوک برداشت کر لیتی ہے، لیکن اپنے پستان نوچنا گوارہ نہیں کرتی۔ لہٰذا ایک شریف عورت کیسے اپنی عزت کو داؤ پر لگا کر پیسے کما سکتی ہے؟

عمار: استاد صاحب! اللہ آپ کے ذریعے لوگوں کو نفع عطا فرمائے۔

اسیواں باب

عورت کا مقابلۂ حسن میں شریک ہونا

حسین: استاد صاحب! مقابلہ حسن میں عورتوں کے شریک ہونے کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

استاد: اس مسئلے میں ہم ان لوگوں کی بات ہی سامنے رکھیں گے، جو اس میں شریک ہوتے ہیں۔

حسین: کیا مطلب؟

استاد: یعنی مقابلہ حسن میں شریک ہونے والے لوگوں نے جو تفصیلات دی ہیں، ہم انہی کی روشنی میں بات کریں گے۔ میرے پاس اس مسئلے کے دو جواب ہیں، ایک ذرا تفصیلی ہے اور دوسرا مختصر۔ آپ کون سا جواب لینا چاہتے ہو؟

حسین: آپ مختصر جواب دیں، کیونکہ کافی تاخیر ہو چکی ہے، گھر واپس بھی لوٹنا ہے۔

استاد: ٹھیک ہے، میں پہلے مختصر جواب عرض کرتا ہوں، اگر تمھیں بات سمجھ نہ آئی تو پھر تفصیلی جواب دوں گا۔

حسین: جزاك الله خيراً!

استاد: عموماً مقابلہ حسن منعقد کرنے والوں نے اس میں شریک ہونے والی عورتوں کے لیے کچھ قواعد وضوابط مقرر کیے ہوتے ہیں اور ان کو اختیار دیا جاتا ہے کہ اگر آپ ان شرائط اور اس معیار پر پورا اترو گی تو تمھیں اس

مقابلے میں شریک کرلیا جائے گا، ورنہ تمھیں اس سے باہر کر دیا جائے گا۔

حسین: وہ کیا معیار ہے؟

استاد: ایسی عورتوں کے معاینے کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی جاتی ہے۔ وہ کمیٹی متعلقہ عورت کا مکمل طور پر لباس اتار کر جائزہ لیتی ہے اور اس کے جسم کے تمام اعضا کا بغور مشاہدہ کرتی ہے، حتی کہ اس کے رخسار، ناک، بال، چہرہ، کان، گردن، پیٹ، کمر، رانیں اور پشت تک کو اچھی طرح چیک کیا جاتا ہے کہ کیا یہ عورت مقابلہ میں شرکت کر سکتی ہے یا نہیں؟ حسین صاحب! تم خود اندازہ لگا لو کہ کیا ایسے بے حیائی کے کام میں شریک ہونا چاہیے یا نہیں۔

حسین: أستغفر الله، نعوذ بالله، میں تو قطعاً یہ پسند نہیں کرتا۔

استاد: اسی لیے اس کام میں شریک ہونا اور اس کی کمائی کھانا حرام ہے۔

اکیاسیواں باب

عورتوں اور مردوں کا اکٹھے کام کرنا

عبدالرحیم: استاد صاحب! آج کی مجلس میں ہم یہ بھی جاننا چاہتے ہیں کہ کیا عورتیں اور مرد اکٹھے کام کر سکتے ہیں؟ کیا یہ حرام ہے یا حلال؟

استاد: عورتوں کا گھر سے باہر جا کر کام کاج کرنا، ملازمت کرنا یہ سراسر ان کے ساتھ ظلم اور زیادتی ہے، کیونکہ عورت اپنی جسمانی ساخت اور فطری رویوں کے اعتبار سے اس چیز کی طاقت نہیں رکھتی کہ وہ مردوں کے شانہ بشانہ کام کرے۔ طاقت اور قوت کے اعتبار سے عورت کے پاس وہ صلاحیتیں نہیں ہیں جو اللہ رب العالمین نے مردوں کو عطا کی ہیں۔

مندرجہ ذیل اسباب کی وجہ سے عورت مرد کے مقابلے میں کمزور ہے:

١ حیض: یہ ایک مدت تک عورت کی زندگی کا حصہ رہتا ہے اور ایامِ حیض کی حالت میں عورت میں کام کرنے کی وہ صلاحیت نہیں رہتی، جو عام حالات میں ہوتی ہے۔ بسا اوقات اس وجہ سے عورت کو مشقت بھی اٹھانا پڑتی ہے۔

٢ حمل: حالتِ حمل عورت کے لیے حیض سے بھی زیادہ تکلیف کا باعث ہوتی ہے اور ان دنوں میں عورت کام کاج میں کافی دقت محسوس کرتی ہے۔

٣ ولادت اور حالتِ نفاس: اس پیریڈ میں عورت شدید تکلیف اور درد کی کیفیت سے گزرتی ہے، زیادہ خون بہنے کی وجہ سے عورت کمزور بھی ہو جاتی ہے۔

۴ حالتِ رضاعت: ولادت کے بعد عورت نے مسلسل دو سال اپنے نومولود کو دودھ پلانا ہوتا ہے، گویا دو سال تک نومولود کی غذا کا منبع صرف اور صرف ماں ہے۔ اس دوران میں بچے کے اور بہت سے لوازمات اور فرائض ہوتے ہیں، جو صرف ایک ماں ہی پورے کر سکتی ہے۔

اس کے علاوہ گھر کے معاملات کی دیکھ بال، خاوند اور دیگر اہلِ خانہ کے کام کاج عورت کے ذمے ہوتے ہیں، یعنی یہ وقت بھی عورت کے لیے کافی مصروفیت والا ہوتا ہے۔

۵ جسمانی ساخت: حیض، نفاس، حمل، رضاعت وغیرہ کی وجہ سے عورت کے جسم میں وہ طاقت نہیں رہتی، جو ایک مرد کے اندر ہوتی ہے۔ ساری گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ عورت اور مرد دونوں کے دائرہ کار میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ دونوں کے مقاصدِ زندگی میں فرق ہے۔ عورت کی ذمے داریاں مرد کی ذمے داریوں سے بالکل مختلف ہیں۔ ایسی صورت میں اگر عورت کو مردوں والے کام کرنے پر مجبور کیا جائے گا تو یہ کسی طرح بھی انصاف نہیں ہوگا۔

عبدالرحیم: یہ باتیں تو اپنی جگہ درست ہیں، لیکن کیا شریعت نے عورتوں پر کسی جگہ پابندی عائد کی ہے کہ وہ گھر سے باہر جا کر مردوں کے شانہ بشانہ کام نہیں کر سکتیں؟

استاد: ہاں، اس کی بے شمار دلیلیں ہیں، جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

① ﴿وَ قَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ﴾ [الأحزاب: 33]

''اور اپنے گھروں میں ٹکی رہو۔''

اس آیت میں عورتوں کو گھر میں ٹھہرنے کا حکم دیا گیا ہے اور گھر سے باہر جانے سے منع کیا گیا ہے۔

② ﴿وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى﴾ [الأحزاب: 33]

''اور پہلی جاہلیت کے زینت ظاہر کرنے کی طرح زینت ظاہر نہ کرو۔''

یہ بات معروف ہے کہ اکثر عورتیں گھر سے باہر جاتے وقت زیب و زینت کا اہتمام کرتی ہیں۔

③ احادیث میں مرد و زن کے اختلاط سے منع کیا گیا ہے۔

④ حدیث نبوی ہے کہ «اَلْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ» [1] (عورت پردہ ہے) یعنی عورت پر لازم ہے کہ وہ اپنے آپ کو چھپا کر رکھے۔

⑤ عورتوں کی ذمے داریوں میں اولاد کی تربیت، گھر اور خاندان کی عزت کی حفاظت وغیرہ شامل ہے۔

⑥ عورت جب گھر سے باہر نکلتی ہے تو یہ مردوں کے لیے فتنہ بنتی ہے۔

خصوصاً جب عورت کا خاوند، والد یا اس کا ولی موجود ہو اور وہ اس کی روزی روٹی کا کام کر رہا ہو، تو عورت کے لیے گھر سے باہر جا کر ملازمت کرنے اور کام کرنے کا کوئی عذر باقی نہیں رہتا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ... اَلرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِهِ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ ...» [2]

''تم میں سے ہر شخص ذمے دار ہے اور ہر ایک سے اس کی ذمے داری کے بارے میں سوال کیا جائے گا... آدمی اپنے اہل و عیال کا ذمے دار ہے اور اس سے اس کی ذمے داری کے بارے میں سوال

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث [1173] صحيح الجامع، رقم الحديث [6690]

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث [893] صحيح مسلم، رقم الحديث [1829]

کیا جائے گا...‘‘

البتہ اگر عورت مندرجہ ذیل شرائط کی پابندی کرتی ہے تو اسے گھر سے باہر جانے کی اجازت ہے:

① انتہائی اہم اور فوری ضرورت کے وقت۔

② اپنے ولی کی اجازت سے جائز کام کرنے کے لیے گھر سے نکلنا، جیسے عورت کا بطورِ ٹیچر اور صرف عورتوں کے لیے نرسنگ کا کام کرنا۔

③ کسی ایسی مجلس میں جانا مقصود نہ ہو، جہاں مرد و زن کا اختلاط رہتا ہو۔

④ بناؤ سنگھار، زیب و زینت اور ایسا لباس پہن کر گھر سے باہر نہ نکلے جو مردوں میں اس کی طرف دلچسپی پیدا کرے۔

⑤ دوسروں تک پہنچنے والی خوشبو کا استعمال نہ کیا ہو۔

⑥ شرعی پردہ اوڑھ کر گھر سے باہر نکلے۔

یہاں پر میں چند ان خطرات کی طرف بھی اشارہ کر دیتا ہوں، جو عموماً عورت کے گھر سے باہر جا کر ملازمت کرنے کی وجہ سے پیش آتے ہیں:

1 عورت اپنی اولاد کی تربیت صحیح طرح سے نہیں کر پاتی، کیونکہ ملازمت کی صورت میں وہ اپنی اولاد کو بہت کم وقت دے پاتی ہے۔

2 آج کل کے حالات میں گھر سے باہر جا کر ملازمت کرنے والی عورتوں کی اکثریت مردوں کے ساتھ مل کر یا ماتحتی میں کام کرتی ہیں، یعنی ایک ہی دفتر یا فیکٹری وغیرہ میں مرد و عورت اکٹھے کام کرتے ہیں، جب کہ اس صورتِ حال کے نتائج انتہائی خطرناک نکل رہے ہیں۔

3 عورت جب گھر سے باہر نکلتی ہے، خصوصاً جب اس نے خوب بناؤ سنگھار اور

دلکش لباس پہنا ہوتا ہے، اس وقت وہ مردوں کے لیے فتنے کا باعث بنتی ہے۔

④ ملازمت کرنے والی عورتوں کی اولاد ان کے بھرپور پیار، محبت اور شفقت سے محروم رہتی ہے، جس کی وجہ سے خاندانی نظام کی بنیادیں کمزور ہوتی ہیں اور بالآخر اولاد کے دل میں بھی والدہ کے لیے وہ شفقت نہیں رہتی، جس کا اسلام تقاضا کرتا ہے۔

⑤ عورت فطری طور پر زیب و زینت، اچھا لباس، زیورات وغیرہ کو پسند کرتی ہے۔ جب وہ خود پیسے کمانا شروع کرتی ہے تو اپنی کمائی کا بیشتر حصہ ان فضول چیزوں پر ضائع کرنا شروع کر دیتی ہے، اس طریقے سے وہ فضول خرچی کی مرتکب ہوتی ہے۔

عبدالرحیم: ایسی صورت میں عورت کو کیا کرنا چاہیے؟

استاد: عورت کے کام کا دائرہ کار اس کا گھر ہے۔ شریعت نے اسے گھر کی ملکیت اور خاندان کی بہترین تربیت کی ذمے داری سونپی ہے اور اس کے خاوند پر مال کمانے اور گھریلو مصارف پر خرچ کرنے کی ذمے داری عائد کی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْئُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا »[1]

''عورت اپنے خاوند کے گھر کی ذمے دار ہے اور اس سے اس کی ذمے داری کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔''

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ﴾ [النساء: 34]

''مرد عورتوں پر نگران ہیں۔''

---

[1] صحیح البخاري، رقم الحدیث [893] صحیح مسلم، رقم الحدیث [1829]

آج کل کے حالات میں عورت کا گھر سے باہر جا کر ملازمت کرنا قابل تعریف عمل نہیں ہے اس کے لیے بہتر یہی ہے کہ وہ گھر میں رہے۔ اس کے علاوہ تمام مردوں اور عورتوں کو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر غور کرنا چاہیے:

﴿ وَ قَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ ﴾ [الأحزاب: 33]

''اور اپنے گھروں میں ٹکی رہو۔''

یہ حکم تمام خواتین کے لیے ہے۔ وہ عورت رب کے سب سے زیادہ قریب ہوتی ہے جو گھر میں رہتی ہے، خصوصاً جب وہ گھر میں رہ کر اللہ کی عبادت اور اپنے خاوند کی اطاعت کرتی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ اے فاطمہ! عورت کے لیے کیا چیز بہتر ہے؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ مرد اسے نہ دیکھیں اور وہ مردوں کو نہ دیکھے۔[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ تمھیں کیوں حیا نہیں آتی، تمھیں کیوں غیرت نہیں آتی کہ تم میں سے ایک آدمی اپنی بیوی کو مردوں کے درمیان چھوڑ دیتا ہے، تاکہ وہ ان کی طرف دیکھے اور وہ اس کی طرف دیکھیں؟!

ہر مسلمان کو اس چیز سے غافل نہیں ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی عبادت اور اطاعت کے لیے پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو حکم دیا ہے کہ وہ شریعت کی پیروی کرے، جن کاموں کا اسے حکم دیا گیا ہے ان کی اتباع کرے اور جن کاموں سے منع کیا گیا ہے ان سے رک جائے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

---

[1] الكبائر للذهبي [ص: 172 رحمه الله 171]

﴿ وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ﴾ [الاحزاب: 36]

''اور کبھی نہ کسی مومن مرد کا حق ہے اور نہ کسی مومن عورت کا کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں کہ ان کے لیے ان کے معاملے میں اختیار ہو اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے سو یقیناً وہ گمراہ ہو گیا، واضح گمراہ ہونا۔''

عبدالرحیم: استاد صاحب! اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

اس کے بعد تمام لوگ استاد صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے واپس چلے گئے۔

خلاصہ

عمار: استاد صاحب! کل کس وقت دورے پر روانہ ہونا ہے؟

استاد: کل صبح دس بجے ان شاء اللہ۔

عمار: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

استاد: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

عمار گھر لوٹ کر اپنے آپ سے مخاطب ہوا کہ استاد صاحب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے کافی برکت عطا کی ہے۔ مجھے آج رات کی گفتگو کو بھی لکھ لینا چاہیے:

① مردوں کا عورتوں کو ٹریننگ دینا۔

② عورتوں کا بطور ائیر ہوسٹس کام کرنا۔

③ فیشن شوز میں کام کرنا۔

④ گانے بجانے اور رقص کرنے والی عورتوں کا حکم۔

⑤ مقابلہ حسن میں عورتوں کا شریک ہونا۔

⑥ عورتوں اور مردوں کا اکٹھے کام کرنا۔

① فحش تصاویر والے ملبوسات اور اونچی ایڑھی والے جوتوں کی خرید فروخت کا بیان۔

② چند متفرق حرام کام

مقرر وقت پر عمار استاد صاحب کے گھر پہنچ گیا اور دروازے پر دستک دی۔

استاد: کون؟

عمار: میں عمار ہوں۔

استاد: مرحبا، مرحبا۔

عمار گھر میں داخل ہوا، استاد نے اس کی ضیافت کی۔

عمار: استاد صاحب! آج کہاں کا ارادہ ہے؟

استاد: ہم نے بچوں کے لیے کچھ ملبوسات خریدنے ہیں، اسی طرح نماز پڑھنے کے لیے ایک سادہ جائے نماز بھی خریدنا ہے۔

عمار: آیئے چلیں۔

دونوں کپڑے اور قالین وغیرہ کی مارکیٹ کی طرف روانہ ہوئے، مارکیٹ میں ایک دکان پر کپڑے اور مصلے وغیرہ نظر آ رہے تھے، لہٰذا دونوں اس دکان میں داخل ہو گئے۔

①

فحش تصاویر والے ملبوسات

اور

اونچی ایڑھی والے جوتوں کی خرید و فروخت کا بیان

عمار وقت مقررہ پر استاد صاحب کے گھر پہنچ گیا اور دروازے پر دستک دی۔

استاد: کون ہے؟

عمار: محترم استاد! میں عمار ہوں۔

استاد: حیاک اللہ! تشریف لاؤ۔

پس عمار گھر میں داخل ہوا تو استاد نے اس کی مناسب مہمان نوازی کی۔

عمار: استاد صاحب! آج کدھر کا پروگرام ہے؟

استاد: ہم بچوں کے لیے کچھ کپڑے خریدنے کا پروگرام رکھتے ہیں اور ہمیں اپنے ایک سادہ نہ کہ منقش جائے نماز خریدنا ہے، تاکہ ہم اس پر نماز ادا کریں۔

عمار: استاد صاحب! اللہ تعالیٰ آپ کو برکت عطا فرمائے۔ آیئے چلتے ہیں۔

وہ دونوں ریڈی میڈ کپڑوں اور قالینوں کی مارکیٹ کی طرف چلے اور ایک ایسی دکان میں داخل ہوئے جو ریڈی میڈ کپڑے اور قالین فروخت کرتے تھے، تاکہ وہ ان سے بچوں کے لیے کچھ کپڑے خرید سکیں۔

بیاسیواں باب

فحش تصاویر والے ملبوسات اور اونچی ایڑھی والے جوتوں کی خرید فروخت کا بیان

استاد صاحب نے دکان پر عورتوں اور خصوصاً نوجوان لڑکیوں کے ملبوسات دیکھے، جن پر فحش تصاویر بنی ہوئی تھیں اور دکان کے ایک کونے میں اونچی ایڑھی والے جوتے بھی پڑے ہوئے تھے۔ استاد صاحب دکاندار سے مخاطب ہوئے۔

استاد: اللہ آپ کو برکت دے! یہ کیا چیزیں ہیں؟

دکاندار: یہ خواتین کے ملبوسات ہیں، کیا آپ خریدنا چاہتے ہیں؟

استاد: کیا آپ اپنا نام بتانا پسند کریں گے، تاکہ آپ کو مخاطب کرنے میں ہمیں آسانی ہو۔

دکاندار: میرا نام زید ہے اور میں اس دکان کا مالک ہوں۔

استاد: ماشاء اللہ! میں آپ سے صرف یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ آپ جیسے سمجھ دار آدمی کے شایانِ شان نہیں کہ وہ اس طرح کے فحش ملبوسات اور اونچی ایڑھی والے جوتے فروخت کرے۔

زید: غصے میں بولا: کیوں؟ اس کی کیا وجہ ہے؟

استاد: اس لیے کہ مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر ایسے ملبوسات اور جوتوں کی

خرید وفروخت ممنوع ہے۔

زید: کون کون سی وجوہات؟

استاد: جب عورتیں ایسا لباس پہن کر گھر سے باہر نکلتی ہیں یا بازاروں میں جاتی ہیں تو نوجوان فتنے میں مبتلا ہوتے ہیں اور مومنوں میں فحاشی پھیلتی ہے، ایسی صورت میں تم بھی گناہ اور برائی پھیلانے میں ذمے دار ٹھہرتے ہو، کیونکہ تم خرید و فروخت کے ذریعے سے اس میں حصہ ڈال رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ﴾ [المائدۃ: 2]

''اور نیکی اور تقوے پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔''

زید: استاد صاحب! یہ پابندی لگانے کا کیا فائدہ؟ کون سا یہ چیزیں صرف میری دکان پر دستیاب ہیں۔ بازار میں بیسیوں دکانوں سے یہ چیزیں مل سکتی ہیں، گاہک مجھے چھوڑ کر کسی اور سے خرید لے گا۔

استاد: یہ محض ایک شبہہ ہے۔ یاد رکھو تم اپنے اعمال کے ذمے دار ہو۔ دوسرے کیا کرتے ہیں؟ تم اس کے ذمے دار نہیں ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَ اِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾

[الأنعام: 116]

''اور اگر تو ان لوگوں میں سے اکثر کا کہنا مانے جو زمین میں ہیں تو وہ تجھے اللہ کے راستے سے بھٹکا دیں گے۔''

اس چیز سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے کہ لوگوں کی اکثریت یہ کام کر رہی ہے اور

تھوڑے لوگ یہ کام نہیں کرتے، کیونکہ لوگوں کی اکثریت ہمیشہ گمراہی میں ہوتی ہے۔

ملبوسات کی طرح یہ اونچی ایڑھی والے جوتوں کی خرید وفروخت بھی حرام ہے، کیونکہ ماہرینِ طب اور ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ اونچی ایڑھی والے جوتے مندرجہ ذیل دو طرح کے دردوں کا سبب بنتے ہیں:

① ریڑھ کی ہڈی میں درد۔

② ٹخنوں میں درد۔

اس معاملے میں اطبا اور ڈاکٹروں کی بات معتبر ہوگی، کیوں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ»[1]

''کسی کو نقصان نہ پہنچاؤ اور نہ بدلے میں کسی کو نقصان پہنچاؤ۔''

اسی طرح ایک اور اعتبار سے بھی ایسے جوتوں کی خرید وفروخت حرام ہے اور وہ یہ کہ ایسا جوتا پہن کر جب عورت چلتی ہے تو اس کے قدموں کی آواز دور دور تک سنائی دیتی ہے، جس سے عورت کی چال ڈھال دوسروں کو سنائی دیتی ہے۔

حالانکہ عورت کو اپنی چال ڈھال ظاہر کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«كَانَتِ امْرَأَةٌ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ قَصِيرَةٌ تَمْشِي مَعَ امْرَأَتَيْنِ طَوِيلَتَيْنِ فَاتَّخَذَتْ رِجْلَيْنِ مِنْ خَشَبٍ وَخَاتَماً مِنْ ذَهَبٍ مُغْلَقًا بِطِينٍ ثُمَّ حَشَتْهُ مِسْكاً فَمَرَّتْ عَلَى امْرَأَتَيْنِ فَلَمْ يَعْرِفُوهَا فَقَالَتْ بِيَدَيْهَا هٰكَذَا»[2]

---

[1] سنن ابن ماجه، صحيح الجامع، رقم الحديث [7517]

[2] صحيح مسلم، رقم الحديث [2252]

”بنی اسرائیل میں ایک چھوٹے قد کی عورت تھی، وہ دو لمبی عورتوں کے ساتھ چلا کرتی تھی، پھر اس نے لکڑی کی دو اونچی ایڑھی والی جوتیاں بنوائیں اور سونے کی خول دار انگوٹھی بنوائی، اس میں خوشبو بھری، پھر وہ ان دو عورتوں کے پاس گئی، انھوں نے اسے نہ پہچانا، پھر اس نے اپنے ہاتھوں سے (اشارہ کر کے) ایسے ایسے کہا۔“

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”اگر مردوں سے مشابہت، جعل سازی یا تکبر اور بڑھائی کی خاطر ایسے جوتے پہنے جائیں تو یہ حرام ہے۔“

تم یہ ملبوسات اور جوتے فروخت کر کے ایک ایسے کلچر کو فروغ دے رہے ہو، جو دین کے خلاف ہے اور یہ ایسے لوگوں کا کلچر ہے جو دین کے دشمن ہیں، لہٰذا تمھیں اس میں حصہ دار بننے سے بچنا چاہیے۔

زید: اس کا حل کیا ہے؟

استاد: تم مردوں کے ملبوسات اور عورتوں کے صرف وہ ملبوسات فروخت کرو، جن پر بہت زیادہ نقش و نگار اور فحش تصاویر نہ ہوں، یعنی سادہ ورائٹی کے کپڑے اور جوتے فروخت کرو، اس سے تمھاری روزی پاکیزہ اور حلال بن جائے گی، ورنہ دوسری صورت میں تمھاری کمائی حرام کی ہو گی، کیونکہ اللہ تعالیٰ جب کسی چیز کو حرام ٹھہراتے ہیں تو اس کی کمائی کو بھی حرام کر دیتے ہیں۔

زید: ان شاء اللہ ہم ایسے ملبوسات کی خرید و فروخت چھوڑ دیں گے، جو غیر شرعی ہیں اور ایسے ملبوسات اپنی دکان پر رکھیں گے جو سادہ ہوں۔

استاد: جزاك الله خيراً.

تراسیواں باب

فحش کپڑے سلائی کرنے کا بیان

جب استاد صاحب زید سے مخاطب تھے، اس دوران میں ایک خریدار دکان میں داخل ہوا اور استاد صاحب کی باتیں سننے لگا، اب وہ استاد صاحب سے مخاطب ہوا۔

خریدار: استاد صاحب! اگر آپ کے نزدیک فیشن شوز حرام ہیں تو ان لوگوں کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جو یہ فحش لباس سلائی کرتے ہیں؟

استاد: آپ کا نام کیا ہے؟

خریدار: میرا نام علی ہے۔

استاد: علی صاحب! میرا نام صالح ہے، تم نے جو سوال پوچھا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ فحش لباس سلائی کرنا انھی اسباب اور وجوہات کی وجہ سے حرام ہے، جو پہلے ہم بیان کر چکے ہیں، البتہ اس میں کچھ اور زیادہ خطرناک چیزیں بھی پائی جاتی ہیں۔

علی: مثلاً کون کون سی؟

استاد: ① اس کام میں ہمیشہ عورتوں کے ساتھ باتیں کرنے اور دیگر معاملات کرنے کی نوبت پیش آتی ہے۔

② سلائی سے پہلے ضروری ہوتا ہے کہ عورتوں کا ناپ لیا جائے اور ناپ لیتے وقت لازمی طور پر عورت کو چھونے کی نوبت پیش آئے گی۔ تم اس ہنر میں

کسی طرح بھی عورت کو ہاتھ لگائے بغیر نہیں رہ سکتے، جب کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«لَأَنْ يُّطْعَنَ فِي رَأْسِ أَحَدِكُمْ بِمِخْيَطٍ مِّنْ حَدِيدٍ أَهْوَنُ عَلَيْهِ مِنْ أَنْ يَّمَسَّ امْرَأَةً لَا تَحِلُّ لَهُ»[1]

''تم میں سے کسی کے سر میں لوہے کی کنگی پھیری جائے، یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی عورت کو ہاتھ لگائے جو اس کے لیے حلال نہ ہو۔''

لہٰذا یہ ہنر بہت سے حرام کاموں کا پیش خیمہ بن سکتا ہے۔ کیا تم پسند کرو گے کہ اس موقع پر میں تمھیں اس ہنر سے متعلق ایک شرمناک قصہ سناؤں، جو مجھے میرے ایک معتبر دوست نے سنایا تھا؟

علی: ہاں، سنائیں۔

استاد: یہ ایک ہندوستانی درزی کا واقعہ ہے، جو کئی سالوں سے اس شہر میں عورتوں کے کپڑے سلائی کر رہا تھا۔ ایک دن اس شہر کا ایک آدمی شدید بیمار ہو گیا، اسے علاج کے لیے ہسپتال لے جایا گیا تو ڈاکٹر اس کی بیماری دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اس آدمی نے ڈاکٹر سے اپنی بیماری سے متعلق دریافت کیا تو ڈاکٹر نے اس سے پوچھا کہ کیا تمھارا عورتوں کے ساتھ کوئی غلط تعلق ہے؟

اس آدمی نے جواب دیا: اللہ کی قسم! نہیں، ڈاکٹر نے اسے بتایا کہ تمھیں ایڈز کی بیماری لاحق ہے۔ وہ آدمی تعجب کرنے لگا کہ میں نے تو کبھی اپنی شرمگاہ کا غلط استعمال نہیں کیا تو مجھے یہ بیماری کیسے لاحق ہو گئی؟ اب ضروری تھا کہ اس کی بیوی کا بھی معاینہ کیا جائے کہ کہیں وہ بھی اس بیماری کا شکار تو نہیں۔ جب اس کا معاینہ کیا گیا تو وہ وہ بھی ایڈز کی مریض نکلی۔ اب اسے بھی ہسپتال داخل کروا دیا

[1] المعجم الكبير للطبراني [211/20] صحيح الجامع، رقم الحديث [5045]

گیا۔ یہ معاملہ عدالت میں گیا۔ عدالت نے اس کی تحقیق کی تو پتا چلا کہ اس ہندوستانی درزی کے ان دو عورتوں کے ساتھ غلط قسم کے تعلقات تھے اور وہ درزی ایڈز کا مریض تھا، جہاں سے ان عورتوں کو بھی یہ بیماری لگ گئی۔ تمھارے خیال میں یہ کتنے لوگوں کے لیے جان لیوا ثابت ہوئی ہو گی؟

علی: تقریباً دس لوگوں کے لیے۔

استاد: نہیں، بلکہ یہ چار سو لوگوں کی موت کا سبب بنی، حالانکہ عام طور پر ایڈز کا وائرس چالیس لوگوں تک پھیلتا ہے۔ یہ قصہ سنانے کا مقصد یہ ہے کہ عورتوں کے ساتھ مردوں کے روابط کا نتیجہ ہمیشہ غلط ہی نکلتا ہے۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ تمام درزی ایک طرح کے ہوتے ہیں، لیکن یہ ضرور کہیں گے کہ جو شخص چراگاہ کے اردگرد رہے گا، قریب ہے کہ وہ اس میں داخل ہو جائے، اس لیے اللہ سے ڈر کر زندگی گزارنی چاہیے۔

علی: اب اس کا حل کیا ہے؟

استاد: اس کا حل یہ ہے کہ مرد درزی صرف مردوں اور بچوں کے کپڑے سلائی کرے، عورتوں سے احتیاط برتے۔

علی: ان شاء اللہ میں آیندہ ایسے ہی کروں گا۔

استاد: جزاك الله خيراً.

چوراسیواں باب

کفار کے شعائر اور ان کی تصاویر والے ملبوسات

استاد صاحب کو دکان پر ایسے ملبوسات نظر آئے، جن پر کافروں کے شعائر (امتیازی علامات) مثلاً صلیب وغیرہ بنے ہوئے تھے، یا ایسے ملبوسات تھے جن پر کافر مردوں اور عورتوں میں سے مختلف کھلاڑیوں، فنکاروں اور ایکٹروں کی عریاں تصاویر تھیں، اسی طرح کچھ ایسے ملبوسات بھی تھے، جن پر فحش تحریریں کندہ کی گئی تھیں۔

استاد: زید صاحب! یہ سب کیا ہے؟

زید: یہ بھی کپڑے ہیں، کیا ان میں بھی کوئی حرج ہے؟

استاد: ہاں، ان میں بے شمار خطرناک چیزیں ہیں۔

زید: کون کون سی؟

استاد: ① ان ملبوسات پر تصویریں بنی ہوئی ہیں۔ جب خریدار انھیں خرید کر اپنے گھر لے جاتا ہے تو ان تصویروں کی وجہ سے ان کے گھر میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيهِ كَلْبٌ وَلَا صُورَةٌ» [1]

''فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے، جہاں کتا یا کوئی تصویر ہو۔''

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [3225] صحيح مسلم، رقم الحديث [2106]

❷ ایسی تصویریں دیکھنا حرام ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوا مِنْ اَبْصَارِهِمْ ﴾ [النور: 30]

''مومن مردوں سے کہہ دے اپنی کچھ نگاہیں نیچی رکھیں۔''

❸ یہ ایسی تصاویر ہیں جن سے نوجوانوں کے جذبات ابھرتے ہیں، جس سے ان کے حرام کاموں میں پڑنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

❹ ایسی چیزوں کو اپنے معاشرے میں رواج دینا دراصل کافروں کے کلچر کو رواج دینے کے مترادف ہے۔ کھلاڑیوں اور فنکاروں وغیرہ کی تصاویر سے معاشرہ شخصیت پرستی کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔

❺ ایسے ملبوسات جب مومنوں میں مقبول ہوں گے تو اس کا لازمی نتیجہ ہوگا کہ لوگوں میں ان کافروں کی محبت پیدا ہوگی اور اس کا اثر براہِ راست عقیدہ پر پڑے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ))[1]

''آدمی اسی کے ساتھ ہوگا، جس سے اس نے محبت کی۔''

کیا تم پسند کرتے ہو کہ قیامت کے دن تمھیں ان کافروں کی صف میں کھڑا کیا جائے؟ افسوس! کب وہ وقت آئے گا جب مسلمان کافروں کی ذہنی غلامی سے نجات پائیں گے؟!

❻ جن کافروں کی تصاویر، شعائر اور تحریروں پر مشتمل لباس تم پہن رہے ہو، ان کی حالت یہ ہے کہ وہ مسلسل مسلمانوں پر ظلم کرتے آرہے ہیں۔

ہر آئے دن اس ظلم اور دشمنی میں اضافہ ہو رہا ہے۔ دنیا کے جس خطے

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5818] صحيح مسلم، رقم الحديث [2641]

میں بھی ان کا بس چلتا ہے، وہ مسلمانوں کو قتل کرتے اور ان کے وسائل پر قبضہ کرتے ہیں۔

مختصراً یہ کہ عقلی، نقلی اور شرعی کسی بھی اعتبار سے مسلمانوں کو زیب نہیں دیتا کہ وہ ایسے ملبوسات پہنیں اور اپنے استعمال میں لائیں یا خرید وفروخت کریں یا کسی بھی طرح سے ان کو معاشرے میں رواج دینے کے حصے دار بنیں۔

جس طرح یہ ملبوسات حرام ہیں، اسی طرح ان سے حاصل ہونے والی کمائی بھی حرام ہے۔

زید: ان شاء اللہ، آج کے بعد ہم ان کی خرید وفروخت نہیں کریں گے۔

استاد: اللہ تمھیں برکت دے۔

پچاسیواں باب

مساجد کے لیے نقش ونگار والے قالینوں کی خرید وفروخت

(اس کے بعد استاد صاحب نماز کے لیے ایک قالین پسند کرنے لگے، لیکن وہاں پر کوئی سادہ قالین نہیں تھا، سب پر نقش ونگار اور پھول بوٹے بنے ہوئے تھے)

استاد: کیا آپ کے پاس کوئی ایسا قالین نہیں ہے جس پر یہ بیل بوٹے نہ ہوں؟

زید: ہمارے پاس تو یہی قالین ہیں، جو آپ دیکھ رہے ہیں۔

استاد: مسجدوں کے لیے کون سے قالین فروخت کرتے ہو؟

زید: ہم تو یہی فروخت کرتے ہیں، کیا ان میں کوئی حرج ہے؟

استاد: شریعت نے مسجدوں میں ایسے قالین اور چادریں بچھانے یا دیواروں پر لٹکانے سے منع کیا ہے، جن پر نقش و نگار ہو اور بے شمار ایسی دلیلیں موجود ہیں، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ نقش و نگار والی چادر یا قالین وغیرہ پر نماز ادا کرنا ناجائز ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نقش و نگار والی چادر پر نماز پڑھی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایک مرتبہ دیکھا تو فرمایا:

« اِذْهَبُوا بِخَمِيصَتِي هٰذِهِ إِلَى أَبِي جَهْمٍ وَائْتُونِي بِأَنْبِجَانِيَةِ أَبِي جَهْمٍ فَإِنَّهَا أَلْهَتْنِي آنِفاً عَنْ صَلَاتِي »[1]

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [373] صحيح مسلم، رقم الحديث [556]

’’یہ چادر ابو جہم کے پاس لے جاؤ اور مجھے اس کی انجبانی چادر (سادہ، موٹی چادر) لا دو، کیونکہ اس نے ابھی نماز سے میری توجہ ہٹا دی تھی۔‘‘

زید: استاد صاحب! اس بات کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔

استاد: تمھارے ساتھ کیوں تعلق نہیں؟ کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث نہیں سنی؟

« لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی يَتَبَاهَی النَّاسُ بِالْمَسَاجِدِ »[1]

’’قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی، یہاں تک کہ لوگ اپنی مسجدوں پر فخر نہ کرنے لگ جائیں۔‘‘

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

”لَتُزَخْرِفُنَّهَا كَمَا زَخْرَفَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰی“[2]

’’تم انھیں (مسجدوں کو) ضرور مزین کرو گے، جیسا کہ یہود و نصاری نے (اپنے معبد) مزین کیے تھے۔‘‘

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب مسجد کی تعمیر کا حکم دیا تو فرمایا:

”أُكِنُّ النَّاسَ مِنَ الْمَطَرِ، وَإِيَّاكَ أَنْ تُحَمِّرَ أَوْ تُصَفِّرَ فَتَفْتِنَ النَّاسَ“[3]

’’میں لوگوں کو بارش سے بچانا چاہتا ہوں اور مسجدوں پر سرخ، زرد رنگ مت کرو، کیونکہ اس سے لوگ فتنے میں پڑ جائیں گے۔‘‘

یہ تمام روایات اس بات کی دلیل ہیں کہ مسجد میں ایسے قالین اور چادریں وغیرہ بچھائی اور نہ لٹکائی جائیں، جن پر نقش و نگار اور پھول بوٹے بنے ہوں اور

---

① مسند أحمد، صحيح الجامع، رقم الحديث [7421]

② سنن أبي داود، رقم الحديث [448]

③ صحيح البخاري [171/1]

نہ ان پر نماز ہی پڑھی جائے۔

زید: اس کا حل کیا ہے؟

استاد: تم مسجدوں کے لیے وہی قالین فروخت کرو جو سادہ ہوں۔

زید: کیا گھروں میں عام استعمال کے لیے نقش ونگار والے قالین فروخت کیے جا سکتے ہیں؟

استاد: ہاں اس میں کوئی حرج نہیں، ممانعت صرف مسجدوں کے لیے ہے۔

زید: استاد! اللہ آپ کو جزا دے۔ آج آپ نے ہمیں بے شمار نصیحتیں فرمائی ہیں۔

خلاصہ

استاد صاحب نے جو سامان لینا تھا، وہ لیا اور السلام علیکم کہتے ہوئے اور زید صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے گھر واپس روانہ ہوئے۔ راستے میں عمار استاد صاحب سے مخاطب ہوا۔

عمار: استاد صاحب! اس نشست میں ہم نے مندرجہ ذیل محرمات سے لوگوں کو منع کیا ہے:

① فحش ملبوسات اور اونچی ایڑھی والے جوتوں کی خرید وفروخت۔

② درزی کا فحش ڈیزائن والے کپڑے سلائی کرنا۔

③ ایسے ملبوسات کی خرید وفروخت جن پر کافروں کے شعائر اور ان کی تصاویر موجود ہوں۔

④ مسجدوں کے لیے نقش ونگار والے قالینوں اور مصلوں وغیرہ کی خرید وفروخت۔

استاد: الحمد لله.

۲

چند متفرق حرام کام

واپس گھر پہنچ کر عمار اپنے استاد صاحب سے مخاطب ہوا۔

عمار: آیندہ کب ملاقات ہوگی؟

استاد: کیا تم آج مغرب کی نماز ہمارے ساتھ ادا کر سکتے ہو؟ کیونکہ آج ہماری مسجد میں درس کا اہتمام کیا گیا ہے۔

عمار: ٹھیک ہے، میں حاضر ہو جاؤں گا۔

عمار واپس اپنے گھر چلا گیا اور دوبارہ مغرب کے وقت جلدی مسجد میں پہنچ گیا، تا کہ پہلی صف میں باجماعت نماز ادا کر سکے اور نماز کے بعد قریب بیٹھ کر استاد صاحب کا درس سنے اور اس کے بعد استاد صاحب سے پوچھے جانے والے سوالات کے جوابات غور سے سن سکے۔

چھیاسیواں باب

شراب اور سیگرٹ وغیرہ کی فیکٹری میں کام کرنے کا بیان

نماز مغرب ادا کرنے کے بعد استاد صاحب نے دین پر ثابت قدمی کے عوامل کے موضوع پر ایمان افروز درس دیا۔ درس اس قدر اصلاحی تھا کہ لوگوں کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور ان کے دل اللہ کے ڈر کی وجہ سے کانپ رہے تھے۔ درس ختم ہوا تو عمار نے سوالات کی نشست کا آغاز کیا، جن میں ایک سوال یہ بھی تھا۔

عمار: سائل پوچھتا ہے: استاد صاحب ہم جاننا چاہتے ہیں کہ شراب اور سیگرٹ وغیرہ کی فیکٹری میں کام کرنے کا شرعی حکم کیا ہے؟

استاد: جن جگہوں پر حرام کا ارتکاب کیا جاتا ہو، وہاں کام کرنا گناہ اور زیادتی کے کاموں پر تعاون کرنے کے زمرے میں آتا ہے۔ شراب کے معاملے میں اللہ تعالیٰ نے دس لوگوں پر لعنت فرمائی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَعَنَ اللّٰهُ الْخَمرَ وَشَارِبَهَا، وَسَاقِيهَا، وَبَائِعَهَا، وَمُبْتَاعَهَا، وَعَاصِرَهَا، وَمُعْتَصِرَهَا، وَحَامِلَهَا، وَالْمَحْمُولَةَ إِلَيْهِ، وَآكِلَ ثَمَنِهَا»[1]

”اللہ تعالیٰ نے شراب، اس کے پینے والے، پلانے والے، بیچنے والے، خریدنے والے، نچوڑنے والے، نچڑوانے والے، اس کو اٹھانے والے

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [3674] صحيح الجامع، رقم الحديث [5091]

اور جس کی طرف اٹھائی جا رہی ہو اور اس کی قیمت کھانے والے سب پر لعنت فرمائی ہے۔"

اس حدیث کے مطابق شراب کی فیکٹری میں کام کرنے والا شخص مندرجہ ذیل پانچ کاموں میں سے کسی ایک کی وجہ سے ضرور لعنت کا مستحق بنتا ہے:

① بیچنا۔ ② پینا۔ ③ نچوڑنا۔

④ اٹھانا۔ ⑤ اس کی قیمت کھانا۔

ایسی جگہیں جہاں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے اعلانِ جنگ کیا جاتا ہو اور لعنت زدہ ہوں، وہاں کام کرنا خواہ مخواہ اپنے آپ کو لعنتی بنانے کے مترادف ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ [المائدة: 90]

"بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور شرک کے لیے نصب کردہ چیزیں اور فال کے تیر سراسر گندے ہیں، شیطان کے کام سے ہیں، سو اس سے بچو، تاکہ تم فلاح پاؤ۔"

یہ آیت مبارکہ شراب کی حرمت کی سب سے قوی دلیل ہے، اس میں شراب نوشی کو انصاب کے ساتھ ملایا گیا ہے جو کافروں کے الٰہ اور بت تھے، اس آیت کے بعد ان لوگوں کے پاس کوئی دلیل باقی نہیں رہتی، جو کہتے ہیں کہ شراب کی حرمت کا واضح حکم موجود نہیں ہے۔ حدیث میں اس سے بھی سخت وعید آئی ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« إِنَّ عَلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ عَهْداً لِمَنْ يَشْرَبُ الْمُسْكِرَ أَنْ يَسْقِيَهُ

مِنْ طِينَةِ الْخَبَالِ » قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! وَمَا طِينَةُ الْخَبَالِ؟ قَالَ:« عُصَارَةُ أَهْلِ النَّارِ »[1]

”اللہ تعالیٰ پر لازم ہے کہ وہ شراب پینے والے کو ”طِينَةُ الْخَبَال“ پلائے۔ صحابہ کرام نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! ”طِينَةُ الْخَبَال“ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: (اس سے مراد) جہنمیوں کی پیپ ہے۔“

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« مَنْ مَّاتَ مُدْمِنَ خَمْرٍ لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ كَعَابِدِ وَثَنٍ »[2]

”شراب کا عادی اگر اسی حالت میں مر گیا تو وہ اللہ تعالیٰ کو اس حالت میں ملے گا، گویا وہ بتوں کی عبادت کرنے والا تھا۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ » ”ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔“

شراب خور کو نبی ﷺ کی مندرجہ ذیل حدیث ضرور یاد رکھنی چاہیے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

« مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ وَسُكِرَ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ أَرْبَعِينَ صَبَاحًا، فَإِنْ مَّاتَ دَخَلَ النَّارَ، وَإِنْ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ، وَإِنْ عَادَ فَشَرِبَ فَسُكِرَ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ أَرْبَعِينَ صَبَاحًا، فَإِنْ مَّاتَ دَخَلَ النَّارَ، وَإِنْ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ، وَإِنْ عَادَ فَشَرِبَ فَسُكِرَ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ أَرْبَعِينَ صَبَاحًا، فَإِنْ مَّاتَ دَخَلَ النَّارَ، وَإِنْ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ، فَإِنْ عَادَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ أَنْ يَّسْقِيَهُ

---

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث [1587]

[2] الطبراني [45/12] صححه الألباني في صحيح الجامع، رقم الحديث [6549]

مِنْ رَدْغَةِ الْخِبَالِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَمَا رَدْغَةُ الْخِبَالِ؟ قَالَ: عُصَارَةُ أَهْلِ النَّارِ»[1]

''جس نے شراب پی اور اسے نشہ ہو گیا تو اس کی چالیس دن کی نماز قبول نہیں ہوگی اور اگر وہ (توبہ کیے بغیر) مر گیا تو جہنم میں داخل ہو گا، اگر اس نے توبہ کی تو اللہ اس کی توبہ قبول فرمائے گا، اگر اس نے دوبارہ شراب پی لی اور اسے نشہ ہو گیا تو (مزید) اس کی نماز چالیس دن تک قبول نہیں ہوگی، (اسی دوران میں اگر وہ توبہ کیے بغیر مر گیا تو جہنم میں داخل ہو گا اور اگر اس نے توبہ کر لی تو اللہ اس کی توبہ قبول فرمائے گا، اگر اس نے پھر (تیسری بار) شراب پی اور اسے نشہ ہو گیا تو اس کی چالیس دن کی نماز قبول نہیں ہوگی۔ اگر وہ مر گیا تو جہنم میں داخل ہو گا اور اگر توبہ کر لی تو اللہ اس کی توبہ کو قبول فرمائے گا، اگر اس نے پھر (چوتھی بار) شراب پی تو اللہ تعالیٰ پر لازم ہے کہ اسے قیامت کے دن ''رَدْغَةُ الْخِبَال'' پلائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! یہ ''رَدْغَةُ الْخِبَال'' کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہنمیوں کی پیپ اور گندگی۔''

ان تمام نصوص سے ثابت ہوتا ہے کہ شراب کے معاملے میں کسی بھی طرح سے ملوث ہونے کا گناہ برابر ہے، البتہ سگرٹ وغیرہ میں شراب سے بھی شدید حرمت پائی جاتی ہے، کیونکہ اس کا نقصان شراب کے نقصان سے زیادہ ہے اور جس طرح یہ چیزیں بذات خود حرام ہیں، اسی طرح ان کی تیاری میں معاون

[1] صحیح. سنن ابن ماجه، رقم الحديث [3377]

بننا، کام کرنا اور اجرت وغیرہ لینا بھی حرام ہے، بلکہ یہ جہنم کی آگ ہے، جسے روزی کی شکل میں انسان اپنے پیٹ میں ڈالتا ہے۔ یہ چیزیں اس اعتبار سے بھی حرام ہیں کہ ان سے مسلمانوں میں تباہی، بربادی اور ہلاکت پیدا ہوتی ہے۔ میرے بھائی! ایسی چیزوں سے بچو، جو تمھارے دین اور ایمان کے لیے خطرہ ہیں۔

ستاسیواں باب

ہوٹل، ریسٹوران اور سیاحتی مراکز پر کام کرنا

استاد صاحب شراب اور سیگرٹ وغیرہ کی فیکٹری میں کام کرنے کا حکم بیان کر کے خاموش ہوئے تو مجمع کے درمیان میں سے ایک نوجوان کھڑا ہوا اور استاد صاحب سے مخاطب ہوا۔

نوجوان: استاد صاحب! آپ کی باتیں سن کر میرے ذہن میں بھی ایک سوال آیا ہے، کیا میں اس کا جواب پوچھ سکتا ہوں؟

استاد: ہاں پوچھیں۔

نوجوان: ہوٹل، ریسٹوران اور سیاحتی مراکز پر کام کرنے کا کیا حکم ہے؟

استاد: اس کا حکم بھی وہی ہے جو شراب اور سیگرٹ کی فیکٹری میں کام کرنے کا حکم ہے، یعنی ہوٹلوں اور ریسٹورانوں وغیرہ پر کام کرنا حرام ہے۔

نوجوان: یہ کیسے حرام ہے؟

استاد: اس لیے کہ اس میں بے شمار برائیاں پائی جاتی ہیں۔

نوجوان: مثلاً ان میں سے کوئی تین بیان کریں۔

استاد: ① سب سے بڑی برائی کا ارتکاب اس طرح ہوتا ہے کہ وہاں پر مرد و زن کا اختلاط ہوتا ہے، مرد اور عورتیں بغیر کسی شرم و حیا کے جانوروں کی طرح گھوم پھر رہے ہوتے ہیں، بے پردگی عام ہوتی ہے، انسان ایسی

جگہوں پر خاموشی کے ساتھ یہ سب دیکھ رہا ہوتا ہے اور گونگے آدمی کی طرح حق بات بیان کرنے سے قاصر رہتا ہے۔

◈ ۲ عموماً ایسی جگہوں پر شراب نوشی اور حرام کھانے کھائے جاتے ہیں اور ملازمین ان فاسق و فاجر لوگوں کو یہ حرام چیزیں پیش کر رہے ہوتے ہیں۔

◈ ۳ یہ بات تم بھی اچھی طرح جانتے ہو کہ ایسی جگہوں پر زنا اور لواطت کا کام بھی بلا روک ٹوک، بلکہ ہوٹل انتظامیہ کی سرپرستی میں ہوتا ہے، اس فعل بد کی وجہ سے مسلسل ایسی جگہوں پر اللہ کی لعنت اور غضب برس رہا ہوتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو زمین میں دھنسا دے، حال ہی میں تم نے ترکی کے زلزلے کا قصہ سنا ہوگا۔

نوجوان: کون سا قصہ؟

استاد: کئی اخبارات میں یہ قصہ ''ترکی میں المناک حادثہ کے حیرت انگیز حقائق'' کے عنوان سے شائع ہو چکا ہے کہ زلزلے سے چند منٹ قبل ترکی کے ایک جنرل نے ایک تقریب میں قرآن مجید کا ایک نسخہ ٹکڑے ٹکڑے کر کے رقص کرنے والی عورتوں کے پاؤں کے نیچے پھینکا۔

حاضرین: لا حول ولا قوة إلا بالله.

نوجوان: اس قصے کی تفصیل کیا ہے؟

استاد: ترکی کے اخبار نے اس واقعہ کے حقائق سے اس طرح پردہ اٹھایا کہ گزشتہ اگست میں ساحل کے علاقے میں خطرناک زلزلہ اس وقت آیا، جب امریکی، ترکی اور صہیونی کور کمانڈرز کی ایک تقریب جاری تھی، جس میں رقص کرنے والی عورتوں کو مدعو کیا گیا تھا اور شراب بھی کھلے عام استعمال ہو رہی تھی، جس وقت رقص ہو رہا تھا تو ترکی کے ایک جرنیل نے

ایک فوجی افسر سے قرآن مجید کا ایک نسخہ منگوایا، اس کے بعد اسے کہا کہ اس کی کچھ آیات تلاوت کرو اور ان کی تفسیر بیان کرو، لیکن اس فوجی نے یہ کہہ کر معذرت کر لی کہ میں اتنا علم نہیں رکھتا، نشے میں دھت اس ترکی جرنیل نے ترکی کا جھنڈا بلند کرتے ہوئے قرآن مجید کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے رقص کرنے والی عورتوں کے پاؤں کے نیچے پھینک دیا اور بلند آواز سے پکارنے لگا کہ اس قرآن کی حفاظت کرنے والا اللہ آج کہاں ہے؟؟

یہ منظر جب اس فوجی افسر نے دیکھا، جس نے قرآن مجید کا نسخہ حاضر کیا تھا تو وہ کانپنے لگا اور اس پر شدید خوف طاری ہو گیا، وہ اس تقریب کو ادھورا چھوڑ کر جلدی سے باہر آ گیا، ابھی اسے وہاں سے آئے چند منٹ ہی گزرے تھے کہ ایک زور دار زلزلہ آیا، زمین پھٹ پڑی اور اس تقریب میں موجود لوگوں میں سے کوئی ایک بھی نہ بچ پایا، سب ہلاک ہو گئے اور ان کی لاشیں گوشت کا ڈھیر بن گئیں۔ ترک اخباروں کے مطابق اس تقریب میں تقریباً تین ہزار لوگ شریک تھے، اس واقعہ سے تم اندازہ لگا سکتے ہو کہ ایسی جگہوں پر اللہ تعالیٰ کا کتنا غضب نازل ہوتا ہے۔

نوجوان: إنا لله و إنا إليه راجعون.

استاد: ایسی جگہوں پر تم قرآن مجید کی ان نصوص پر کیسے عمل کر پاؤ گے:

﴿ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوا مِنْ اَبْصَارِهِمْ ﴾ [النور: 30]

''مومن مردوں سے کہہ دے اپنی کچھ نگاہیں نیچی رکھیں۔''

﴿ وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ ﴾ [المائدة: 2]

''اور نیکی اور تقوے پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر

ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔"

تم کیسے اپنی نگاہوں کو نیچا رکھ سکو گے؟ تم کیسے گناہ اور زیادتی پر ان کے ساتھ تعاون کرنے سے بچ سکو گے؟ ایسی جگہوں پر لازماً تم ہر برے کام میں ان لوگوں کے ساتھ شریک رہو گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« كُتِبَ عَلَى ابْنِ آدَمَ نَصِيبُهُ مِنَ الزِّنَا مُدْرِكٌ ذٰلِكَ لَا مَحَالَةَ، فَالْعَيْنَانِ زِنَاهُمَا النَّظَرُ، وَالْأُذُنَانِ زِنَاهُمَا الْإِسْتِمَاعُ، وَاللِّسَانُ زِنَاهُ الْكَلَامُ، وَالْيَدُ زِنَاهَا الْبَطْشُ، وَالرِّجْلُ زِنَاهَا الْخُطَا، وَالْقَلْبُ يَهْوِي وَ يَتَمَنّٰى وَيُصَدِّقُ ذٰلِكَ الْفَرْجُ أَوْ يُكَذِّبُهُ »[1]

"انسان پر زنا میں سے اس کا حصہ لکھ دیا گیا ہے، جس سے وہ لازمی طور پر دوچار ہوگا۔ آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے، کانوں کا زنا سننا ہے، زبان کا زنا بولنا ہے، ہاتھوں کا زنا پکڑنا ہے، پاؤں کا زنا چلنا ہے، دل خواہش اور آرزو کرتا ہے، اس کے بعد شرم گاہ اس (خواہش) کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے۔"

یعنی ایسی جگہ پر جا کر تم اپنی آنکھوں، کان، ہاتھ، پاؤں اور ناک وغیرہ کے زنا کے مرتکب ہو گے اور بالآخر ان اعضا کا زنا شرم گاہ کے زنا کی راہ ہموار کرے گا۔ ایسی جگہوں پر شریعت کی حدود و قیود پر قائم رہنا بہت مشکل اور حرام کاموں میں پڑنا بہت آسان بن جاتا ہے۔

نوجوان: اس کا حل کیا ہے؟

استاد: تم فوراً اس کام کو چھوڑ دو اور حلال ذریعے سے روزی تلاش کرو، کیونکہ یہ کام اور اس کی اجرت حرام ہے۔

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [6243] صحيح مسلم، رقم الحديث [2657]

اٹھاسیواں باب

بھیک مانگنا

عمار: سائل کہتا ہے: استاد صاحب بغیر ضرورت کے لوگوں سے سوال کرنا یا بھیک مانگنے کا کیا حکم ہے؟

استاد: سائل کے علاوہ دیگر تمام لوگوں کو بھی اچھی طرح جان لینا چاہیے کہ ضرورت کے بغیر لوگوں سے مانگنا، سوال کرنا وغیرہ شرعی اعتبار سے حرام ہے۔

حضرت سہل بن حنظلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« مَنْ سَأَلَ وَعِنْدَهُ مَا يُغْنِيهِ فَإِنَّمَا يَسْتَكْثِرُ مِنْ جُمُرِ جَهَنَّمَ. قَالُوا: وَمَا الْغِنىٰ الَّذِي لَا تَنْبَغِي مَعَهُ الْمَسْأَلَةُ؟ قَالَ: قَدْرُ مَا يُغَدِّيهِ وَيُعَشِّيهِ »[1]

”جو شخص مانگتا ہے، حالانکہ بہ قدر کفایت اس کے پاس موجود ہو، وہ اپنے لیے جہنم کے انگارے کا اضافہ کرتا ہے۔ لوگوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کیا (مقدار) ہے جو انسان کو کافی ہوتی ہے اور اس کے لیے سوال کرنا جائز نہیں ہوتا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: جس کے پاس صبح و شام کا کھانا ہو۔“

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [1629] صحيح الجامع، رقم الحديث [6280]

« مَنْ سَأَلَ وَعِنْدَهُ مَا يُغْنِيهِ جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ خَدُوشًا أَوْ كَدُوشًا فِي وَجْهِهِ »[1]

''جس شخص نے سوال کیا، حالانکہ اس کے پاس بہ قدر ضرورت (مال) تھا، وہ قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر خراشیں اور زخم ہوں گے۔''

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ﴾ [البقرة: 273]

''(یہ صدقات) ان محتاجوں کے لیے ہیں، جو اللہ کے راستے میں روکے گئے ہیں، زمین میں سفر نہیں کر سکتے، ناواقف انھیں سوال سے بچنے کی وجہ سے مال دار سمجھتا ہے، تو انھیں ان کی علامت سے پہچان لے گا، وہ لوگوں سے لپٹ کر نہیں مانگتے۔''

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو آپ نے مجھے دے دیا، میں نے پھر سوال کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر دے دیا، میں نے پھر (تیسری دفعہ) سوال کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر دے دیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« يَا حَكِيمُ! إِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرٌ حُلْوٌ، فَمَنْ أَخَذَهُ بِسَخَاوَةِ نَفْسٍ بُورِكَ فِيهِ، وَمَنْ أَخَذَهُ بِإِشْرَافِ نَفْسٍ لَمْ يُبَارَكْ لَهُ فِيهِ،

[1] صحیح الجامع، رقم الحدیث [6278]

وَكَانَ كَالَّذِي يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ، وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى، قَالَ حَكِيمٌ: فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا أَرْزَأُ أَحَداً بَعْدَكَ شَيْئًا حَتَّى أُفَارِقَ الدُّنْيَا...... »[1]

''اے حکیم! یہ مال خوشگوار اور میٹھا ہے اور جو شخص اسے دلی سخاوت کے ساتھ لیتا ہے، اس کے لیے اس میں برکت ڈال دی جاتی ہے اور جو شخص اسے حرص و طمع کے ساتھ لیتا ہے، اس کے لیے اس میں برکت نہیں رکھی جاتی اور وہ اس شخص کی طرح بن جاتا ہے جو کھاتا ہے، لیکن سیر نہیں ہوتا اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے۔ حضرت حکیم فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے! میں آپ کے بعد کسی سے یہ تمنا نہیں کروں گا، یہاں تک کہ دنیا چھوڑ جاؤں۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« لَا تُلْحِفُوا فِي الْمَسْأَلَةِ فَوَاللّٰهِ لَا يَسْأَلُنِي أَحَدٌ مِنْكُمْ شَيْئًا فَتُخْرِجُ لَهُ مَسْأَلَتُهُ مِنِّي شَيْئًا وَ أَنَا لَهُ كَارِهٌ فَيُبَارَكُ لَهُ فِيمَا أَعْطَيْتُهُ »[2]

''پیچھے پڑ کر سوال نہ کیا کرو، اللہ کی قسم تم میں سے کوئی شخص مجھ سے کوئی چیز نہیں مانگتا کہ اس کا سوال مجھ سے کوئی چیز نکلوا دے، جب کہ میں اسے ناپسند کرتا ہوں اور پھر میں اسے دوں اور اس میں برکت بھی ڈال دی جائے۔''

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [1472] صحيح مسلم، رقم الحديث [1035]

[2] صحيح مسلم، رقم الحديث [1038]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَا تَزَالُ الْمَسْأَلَةُ بِأَحَدِكُمْ حَتَّى يَلْقَى اللّٰهَ تَعَالىٰ وَلَيْسَ فِي وَجْهِهِ مُزْعَةُ لَحْمٍ»[1]

”تم میں سے کوئی مسلسل مانگتا رہتا ہے، پھر وہ اللہ تعالیٰ کو اس حال میں ملے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت کا کوئی ٹکڑا نہ ہوگا۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا:

«ذَكَرَ الصَّدَقَةَ وَالتَّعَفُّفَ عَنِ الْمَسْأَلَةِ، اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلىٰ، وَالْيَدُ الْعُلْيَا هِيَ الْمُنْفِقَةُ، وَالسُّفْلىٰ هِيَ السَّائِلَةُ»[2]

”آپ نے صدقے کا ذکر کیا اور سوال کرنے سے بچنے کا ذکر کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اور اوپر والا ہاتھ خرچ کرنے والا ہے، جب کہ نیچے والا ہاتھ مانگنے والا ہے۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ سَأَلَ النَّاسَ تَكَثُّراً فَإِنَّمَا يَسْأَلُ جَمْراً فَلْيَسْتَقِلَّ أَوْ لِيَسْتَكْثِرْ»[3]

”جو شخص اپنا مال بڑھانے کے لیے لوگوں سے مانگتا ہے تو وہ صرف انگارے مانگتا ہے چاہے وہ کم لے یا زیادہ لے۔“

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ الْمَسْأَلَةَ كَدٌّ يَكِدُّ بِهَا الرَّجُلُ وَجْهَهُ إِلَّا أَنْ يَّسْأَلَ الرَّجُلُ سُلْطَانًا، أَوْ فِي أَمْرٍ لَا بُدَّ مِنْهُ»[4]

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [1474] صحيح مسلم، رقم الحديث [1040]

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث [1429] صحيح مسلم، رقم الحديث [1033]

[3] صحيح مسلم، رقم الحديث [1041]

[4] سنن أبي داود، رقم الحديث [1639]

''سوال کرنا اپنے آپ کو نوچنا ہے، اس سے انسان اپنا چہرہ نوچتا ہے، الا یہ کہ کوئی حکمران سے سوال کرے یا وہ سوال کرے جو بہت زیادہ مجبور ہو۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« مَنْ أَصَابَتْهُ فَاقَةٌ فَأَنْزَلَهَا بِالنَّاسِ لَمْ تُسَدَّ فَاقَتُهُ، وَمَنْ أَنْزَلَهَا بِاللّٰهِ فَيُوْشِكُ اللّٰهُ لَهُ بِرِزْقٍ عَاجِلٍ أَوْ آجِلٍ »[1]

''جس شخص کو انتہائی ضرورت آ پڑے اور وہ اسے لوگوں پر پیش کر دے تو اس کی وہ ضرورت پوری نہیں ہو گی اور جو اس (ضرورت) کو اللہ پر پیش کرے تو عنقریب اللہ تعالیٰ اسے جلد یا بدیر ضرور رزق دے گا۔''

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« مَنْ تَكَفَّلَ لِي أَنْ لَّا يَسْأَلَ النَّاسَ شَيْئًا، وَأَتَكَفَّلُ لَهُ بِالْجَنَّةِ؟ فَقُلْتُ: أَنَا، فَكَانَ لَا يَسْأَلُ أَحَداً شَيْئًا »[2]

''کون ہے جو مجھے یہ ضمانت دے کہ وہ لوگوں سے کچھ نہیں مانگے گا تو میں اس کو جنت کی ضمانت دوں گا۔ (ثوبان کہتے ہیں) میں نے کہا: میں، چنانچہ وہ کسی سے کچھ نہ مانگا کرتے تھے۔''

یہ تمام نصوص تقاضا کرتی ہیں کہ انسان کو ضرورت کے بغیر کسی سے کچھ مانگنا نہیں چاہیے۔

آج کل بعض بھکاری مساجد میں کھڑے ہو کر مانگتے ہیں، نماز مکمل ہوتے ہی کھڑے ہو جاتے ہیں، اپنی دکھ بھری داستان شروع کر دیتے ہیں، کچھ بھکاری

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [1645]

[2] سنن أبي داود، رقم الحديث [1643]

جھوٹی اور من گھڑت کہانیاں سنا کر اپنی مظلومیت پیش کرتے ہیں، نہ وہ خود ذکر و اذکار کرتے ہیں اور نہ دوسرے نمازیوں کو اطمینان سے اذکار کرنے دیتے ہیں۔ وہ اپنے خاندان کو مسجد کے باہر بٹھا دیتے ہیں، تاکہ لوگ واپس جاتے ہوئے ان کو خیرات دیتے جائیں، پھر یہاں سے اٹھتے ہیں اور کسی دوسری مسجد میں جا کر کھڑے ہو جاتے ہیں، ایسے لوگوں کی حقیقت تو بہر حال اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ واقعی مستحق ہوتے ہیں یا نہیں، البتہ دوسرے بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں، جو حقیقت میں ضرورت مند ہوتے ہیں، لیکن وہ زبان پر سوال نہیں لاتے، گداگروں کی طرح مانگتے نہیں، انھی لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ﴾ [البقرة: 273]

”ناواقف انھیں سوال سے بچنے کی وجہ سے مال دار سمجھتا ہے، تو انھیں ان کی علامت سے پہچان لے گا، وہ لوگوں سے لپٹ کر نہیں مانگتے۔“

لہٰذا ان دوسری قسم کے لوگوں کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔

عمار: استاد صاحب! آپ نے اپنی گفتگو میں کہا کہ شرعی ضرورت کے علاوہ سوال کرنا حرام ہے، ذرا یہ وضاحت فرما دیں کہ شرعی ضرورت کون سی ہوتی ہے؟

استاد: ہاں، میں کچھ شرعی ضرورتوں کی طرف اشارہ کرتا ہوں۔

حضرت قبیصہ بن مخارق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مالی ذمے داری قبول کر لی تو میں اس بارے میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں سوال کرنے کے لیے گیا، آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَقِمْ حَتَّى تَأْتِيَنَا الصَّدَقَةُ فَنَأْمُرُ لَكَ بِهَا ثُمَّ قَالَ: يَا قَبِيصَةُ إِنَّ الْمَسْأَلَةَ لَا تَحِلُّ إِلَّا لِأَحَدِ ثَلَاثَةٍ: رَجُلٌ تَحَمَّلَ حَمَالَةً فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ حَتَّى يُصِيبَهَا، ثُمَّ يُمْسِكُ، وَرَجُلٌ أَصَابَتْهُ جَائِحَةٌ اِجْتَاحَتْ مَالَهُ فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ حَتَّى يُصِيبَ قِوَاماً مِنْ عَيْشٍ، أَوْ قَالَ: سِدَاداً مِنْ عَيْشٍ، وَرَجُلٌ أَصَابَتْهُ فَاقَةٌ حَتَّى يَقُولَ ثَلَاثَةٌ مِنْ ذَوِي الْحِجٰى مِنْ قَوْمِهِ: لَقَدْ أَصَابَتْ فُلَاناً فَاقَةٌ، فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ حَتّٰى يُصِيبَ قِوَامًا مِنْ عَيْشٍ أَوْ قَالَ: سِدَاداً مِنْ عَيْشٍ، فَمَا سِوَاهُنَّ مِنَ الْمَسْأَلَةِ يَا قَبِيصَةُ سُحْتٌ، يَأْكُلُهَا صَاحِبُهَا سُحْتاً» [1]

''ٹھہرو! یہاں تک کہ ہمارے پاس صدقے کا مال آجائے، پھر ہم تمھارے لیے اس بارے میں حکم دیں گے۔ وہ کہتے ہیں: آپ ﷺ نے فرمایا: اے قبیصہ! سوال کرنے کی صرف تین میں سے ایک کو اجازت ہے: وہ شخص جو مال کی ذمے داری (تاوان) اٹھائے، اس کے لیے مانگنا جائز ہے، یہاں تک کہ وہ اسے حاصل کر لے، پھر وہ اس (سوال) سے رک جائے، ایک وہ شخص جس پر کوئی مصیبت آئے جو اس کے مال کو ضائع کر دے، اس کے لیے سوال کرنا جائز ہے، یہاں تک کہ اس کی معیشت کے لیے سہارا مل جائے یا معیشت کا رخنہ بھر جائے اور ایک وہ شخص جسے فاقے کا سامنا ہو، یہاں تک کہ اس کی قوم کے تین سمجھ دار لوگ گواہی دیں کہ فلاں شخص کو فاقے

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث [1044] سنن أبي داود، رقم الحديث [1640]

نے گھیر لیا ہے تو اس کے لیے سوال جائز ہے، یہاں تک کہ اس کی معیشت کے لیے سہارا مل جائے یا معیشت کا رخنہ بھر جائے، اے قبیصہ! ان کے علاوہ سوال کرنا حرام اور اس کا مرتکب حرام کھاتا ہے۔“

یعنی ان تین صورتوں میں سوال کرنا جائز ہے:

1. مالی ذمے داری اٹھانے کی صورت میں، یعنی دو گروہوں کی صلح وغیرہ کرواتے وقت ان کے مالی معاملات کی ذمے داری اٹھانا یا کسی کی ضمانت اٹھانا وغیرہ۔
2. کوئی مصیبت آجائے، جس سے سارا مال ضائع ہو جائے۔
3. شدید فقر و فاقہ، یعنی جب انسان کے پاس کچھ بھی نہ بچے۔

ایک چوتھی صورت بھی ہے کہ آدمی حکمران سے زکات یا خمس وغیرہ کا سوال کرلے۔

انانواں باب:

چوری اور ڈاکا زنی سے مال حاصل کرنا

عمار: سائل پوچھتا ہے کہ استاد صاحب! میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ اسلام میں چوری اور ڈاکا زنی سے لوگوں کا مال کھانے کا کیا حکم ہے؟

استاد: نعوذ بالله! اللہ کے عذاب اور اس کی پکڑ سے ڈرنا چاہیے کہ اللہ ہمیں ایسے شر پسند لوگوں سے اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ چوری اور ڈاکا زنی کا شمار سب سے بڑے حرام کاموں میں ہوتا ہے اور یہ ایک خطرناک جرم ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَ السَّارِقُ وَ السَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾ [المائدة: 38]

”اور جو چوری کرنے والا اور جو چوری کرنے والی ہے سو دونوں کے ہاتھ کاٹ دو، اس کی جزا کے لیے جو ان دونوں نے کمایا، اللہ کی طرف سے عبرت کے لیے اور اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔“

چور کے لیے اتنی سخت سزا اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو ذرا برابر بھی اہمیت نہیں دیتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« لَقَدْ جِيءَ بِالنَّارِ حَتَّى رَأَيْتُ فِيهَا صَاحِبَ الْمِحْجَنِ يَجُرُّ قُصْبَهُ۔أَمْعَاءَهُ۔ فِي النَّارِ كَانَ يَسْرِقُ الْحَاجَّ بِمِحْجَنِهِ، فَإِنْ

فُطِنَ لَهُ قَالَ: إِنَّمَا تَعَلَّقَ بِمِحْجَنِي، وَإِنْ غُفِلَ عَنْهُ ذَهَبَ بِهِ »[1]

''میرے پاس آگ لائی گئی، یہاں تک کہ میں نے اس میں کھونڈی والے کو بھی دیکھا، جو آگ میں اپنی آنتیں گھسیٹ رہا تھا۔ وہ اپنی کھونڈی سے حاجیوں کی چوری کرتا تھا، اگر اس حاجی کو پتا لگ جاتا تو وہ کہتا کہ یہ میری کھونڈی سے اٹک گیا تھا اور اگر پتا نہ لگتا تو وہ اسے لے اڑتا۔''

مفاد عامہ یعنی عام مسلمانوں کا مال چوری کرنا یا اچک لے جانا سب سے بڑی چوری ہے، اس سے انسان صرف ایک فرد کا نہیں، بلکہ پورے معاشرے کا مجرم بنتا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جس طرح دوسرے لوگ مفاد عامہ کی چیزیں لے جا رہے ہیں۔ اسی طرح ہم بھی لے جاتے ہیں، حالانکہ وہ اس حقیقت سے آشنا نہیں کہ یہ کتنا بڑا جرم ہے اور ان کے پاس لوگوں کی تقلید کے سوا کوئی اور دلیل نہیں ہوتی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« لَعَنَ اللّٰهُ السَّارِقَ يَسْرِقُ الْبَيْضَةَ فَتُقْطَعُ يَدُهُ »[2]

''چور پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو! جو ایک انڈہ بھی چراتا ہے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے۔''

جس آدمی نے مفاد عامہ کی کوئی چیز اٹھائی ہے، اسے چاہیے کہ فوراً اس چیز کو اس کی جگہ پر رکھ آئے، خواہ کسی کو اس کا علم ہوا ہے یا نہیں۔ ایمانداری کے ساتھ اپنے دامن کو اس داغ سے صاف کرے۔ اگر کسی آدمی کی کوئی چیز اٹھائی ہے تو اسے تلاش کر کے فوراً اس کی چیز اسے واپس کرے اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے۔

---

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث [904]

[2] صحیح البخاري، رقم الحدیث [6783] صحیح مسلم، رقم الحدیث [1687]

نوواں باب

قرض ادا نہ کرنے کا بیان

عمار: شریعت میں اس آدمی کا کیا حکم ہے، جو لوگوں سے قرض لیتا ہے، لیکن اس کا ارادہ واپس کرنے کا نہیں ہوتا؟

استاد: اللہ تعالیٰ کے ہاں حقوق العباد کا بہت بڑا مقام ہے۔ حقوق اللہ میں کی گئی کمی بیشی توبہ کے ساتھ معاف ہو جاتی ہے، لیکن حقوق العباد کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ یہ اس وقت تک معاف نہیں ہوتے، جب تک متعلقہ آدمی معاف نہیں کر دیتا، حتی کہ قیامت کے دن اسے اس وقت تک کامیابی کا پروانہ جاری نہیں ہوگا، جب تک وہ حقوق العباد کے معاملے میں سرخرو نہیں ہو جائے گا، جب کہ اس وقت انسان کے پاس درہم و دینار نہیں ہوں گے، بلکہ وہاں پر نیکیوں اور برائیوں کے ذریعے سے حقوق العباد کا فیصلہ کیا جائے گا، اسی لیے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ﴾ [النساء: 58]

”بے شک اللہ تمھیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے حق داروں کو ادا کرو۔“

قرض کے معاملے میں معاشرے میں بے شمار ایسے مسائل پھیلے ہوئے ہیں، جن میں لوگ کوتاہی کا شکار ہوتے ہیں، مثلاً بعض لوگ کسی مجبوری کی وجہ سے قرض نہیں لیتے، بلکہ وہ محض مالدار نظر آنے یا اثاثے بنانے کی خاطر قرض

لیتے ہیں۔ اسی طرح بعض لوگ عیش و عشرت کی زندگی گزارنے کے لیے قرض اٹھاتے ہیں یا بعض لوگ فضول رسم و رواج اور مذموم مقاصد کی خاطر لوگوں سے قرض لیتے ہیں۔ یقیناً کچھ ایسے بھی لوگ ہوں گے، جو اس نیت سے قرض لیتے ہوں گے کہ ہم نے کون سا واپس کرنا ہے، لہٰذا خصوصاً اس بری نیت کے ساتھ قرض لینا اور عموماً قرض لے کر واپس نہ کرنا، لڑائی جھگڑوں اور فساد کا سبب بنتا ہے۔ یہ دوسروں کے مال کو ہڑپ کرنے اور تلف کرنے کا ایک ذریعہ بنتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کام کے انجام سے خبردار کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ أَخَذَ أَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيْدُ أَدَاءَهَا أَدَّى اللّٰهُ عَنْهُ، وَ مَنْ أَخَذَهَا يُرِيْدُ إِتْلَافَهَا أَتْلَفَهُ اللّٰهُ»[1]

”جو شخص واپسی کے ارادے سے لوگوں کا مال لیتا ہے (قرض لیتا ہے) تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے ادا کریں گے (ادا کرنے کے اسباب مہیا کریں گے) اور جو شخص ضائع کرنے کے ارادے سے مال لے، اللہ تعالیٰ اسے تباہ و برباد کریں گے۔“

لوگ دین کے بے شمار کاموں میں سستی کا مظاہرہ کرتے ہیں اور ان کاموں کو بالکل معمولی اور حقیر سمجھتے ہیں، جب کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نظروں میں اتنے معمولی نہیں ہوتے، یہاں تک کہ شہادت جیسا عظیم رتبہ اور اعزاز حاصل کرنے والا شخص بھی قرض کی وجہ سے پھنس جائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«سُبْحَانَ اللّٰهِ! مَاذَا أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ التَّشْدِيْدِ فِي الدَّيْنِ، وَالَّذِي نَفْسِي

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [2387]

بِيَدِهِ لَوْ أَنَّ رَجُلًا قُتِلَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، ثُمَّ أُحْيِيَ ثُمَّ قُتِلَ، ثُمَّ أُحْيِيَ ثُمَّ قُتِلَ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ مَا دَخَلَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يُقْضٰى عَنْهُ دَيْنُهُ»[1]

''سبحان اللہ، اللہ تعالیٰ نے قرض کے معاملے میں کتنی سختی نازل کی ہے، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر بے شک ایک آدمی اللہ کے راستے میں شہید کیا جائے، پھر زندہ کیا جائے، پھر شہید کر دیا جائے، پھر زندہ کیا جائے اور پھر شہید کر دیا جائے اور اس پر قرض ہو تو وہ آدمی جنت میں داخل نہیں ہوگا، یہاں تک کہ اس کا قرض ادا کیا جائے۔''

کیا اتنی سختی اور وعید کے بعد بھی لوگوں کو کوتاہی کرنی چاہیے؟

[1] سنن النسائي، صحيح الجامع، رقم الحديث [3594]

اکیانواں باب

کیفے اور کلبوں وغیرہ میں کام کرنا

عمار: استاد صاحب! شیشہ کیفے اور کلبوں وغیرہ پر ملازمت کرنے کا کیا حکم ہے؟

استاد: شیشہ کیفے کے بارے میں تو میں یہی کہوں گا کہ علمائے کرام کے نزدیک ایسی جگہوں پر محض بیٹھنا ہی ناپسندیدہ اور مکروہ خیال کیا گیا ہے۔

علما فرماتے ہیں:

''ایسی جگہوں پر وہی شخص بیٹھتا ہے جو عقل و دانش سے خالی ہے، کیونکہ آج کل ایسی جگہوں پر وہ لوگ جمع ہوتے ہیں، جو جرائم پیشہ، بے عقل اور بری عادات والے ہوتے ہیں، وہاں پر کسی معزز اور باوقار آدمی کا جانا بہت معیوب ہے۔''[1]

اب تم خود اندازہ لگا لو کہ جس جگہ پر بیٹھنا مکروہ اور ناپسندیدہ سمجھا جاتا ہے، وہاں پر ملازمت کرنے کا حکم کیا ہوگا؟

اگر تم وہاں پر کام کرو گے تو لازمی بات ہے کہ تم وہاں آنے والوں کو سیگرٹ، پان، چرس اور افیون وغیرہ پیش کرو گے۔ اگر تم یہ کہو کہ میں وہاں پر یہ کام نہیں کروں گا تو کم از کم ان محرمات کا ارتکاب ہوتا تو دیکھو گے، لہٰذا دونوں صورتوں میں تم گناہ میں برابر کے شریک ہوگے۔ رہی بات کلبوں اور قحبہ خانوں

[1] صلاة الأمة [347/5]

کی تو یاد رکھو کہ اگر تم کیفے میں سیگرٹ پیش کرتے تھے تو یہاں شراب پیش کرو گے، اگر تم کیفے میں صرف فاسق و فاجر مردوں کو دیکھو گے تو کلبوں اور قحبہ خانوں میں ان کے ساتھ بے پردہ اور فحش عورتیں بھی ہوں گی، یعنی کلبوں اور قحبہ خانوں کا معاملہ کیفے سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ﴾ [المائدة: 2]

''اور گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔''

مندرجہ بالا جگہوں پر کام کر کے ہر صورت میں تم گناہ اور زیادتی کے کاموں پر تعاون کرنے والے کی طرح ہو گے، جب کہ یہ شیطان کی پیروی اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔

بانواں باب

ہوٹل، ریسٹوران، سیاحتی مراکز اور دیگر شور وغوغا والی جگہوں کی تعمیر میں کام کرنا

عمار: استاد صاحب! اگر ایسی جگہوں پر ملازمت کرنا حرام ہے تو جب یہ جگہیں تعمیر ہو رہی ہوتی ہیں، اس وقت ان کی تعمیر میں کام اور مزدوری وغیرہ کرنے کا کیا حکم ہے؟

استاد: ہمارے نزدیک اصل کی پیروی کرتی ہے اور حرام کاموں کے لیے بنائی گئی جگہیں یہ سب اصل کی فرع ہیں، یعنی اصل یہ ہے کہ ایسی جگہوں پر جو کام ہوتا ہے وہ حرام ہے، پیچھے تفصیل کے ساتھ ہم بیان کر چکے ہیں کہ یہ سب چیزیں منکرات، فحاشی، عریانی، گناہ اور زیادتی کے زمرے میں آتی ہیں، لہٰذا جب یہ تمام چیزیں حرام ہیں تو لازمی بات ہے کہ ایسی جگہوں پر کام کرنا بھی حرام ہے جو خاص ان کے لیے بنائی جا رہی ہوں۔ ایسی جگہوں کی تعمیر میں کام کرنے والا اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے اعلانِ جنگ کرتا ہے اور وہ ایسے لوگوں کی مدد کر رہا ہوتا ہے، جو منکرات کا ارتکاب کرتے ہیں۔

ترانواں باب

قبروں کو پختہ کرنے کا کام کرنا

عمار: شریعت میں قبروں کو پختہ بنانے کا کیا حکم ہے؟

استاد: حدیث میں آتا ہے:

« نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَن يُّجَصَّصَ الْقَبْرُ وَأَن يُّقْعَدَ عَلَيْهِ وَأَن يُّبْنَىٰ عَلَيْهِ »[1]

"رسول اللہ ﷺ نے قبروں کو پختہ بنانے، ان پر بیٹھنے اور ان پر عمارت بنانے سے منع کیا ہے۔"

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے قبروں کو پختہ بنانے سے منع فرمایا ہے اور اس نہی کا تعلق بہ ذات خود فعل سے ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ حرام اور فاسد ہے۔ اللہ تعالیٰ جب کسی چیز کو حرام کرتے ہیں تو اس کی قیمت کو بھی حرام ٹھہراتے ہیں۔

لہٰذا قبروں کو پختہ بنانا، اس کی اجرت وصول کرنا اور مزدوری کرنا وغیرہ سب حرام امور ہیں۔

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث [970]

چورانواں باب

شادیوں کے موقع پر گانے بجانے اور بینڈ باجے والوں کے ساتھ کام کرنا

عمار: استاد صاحب! کیا شادی کے موقع پر بینڈ باجے والوں کے ساتھ کام کرنے والے کا بھی یہی حکم ہے؟

استاد: (مسکراتے ہوئے بولے) جب موسیقی بذات خود حرام ہے تو موسیقی کا کام کرنے والوں کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے؟

اللہ تمھیں سلامت رکھے، شادی کے موقع پر رقص کرنا، باجے بجانا اور دیگر موسیقی کی محفلیں منعقد کرنا، یہ سب ناجائز اور حرام کام ہیں اور جو شخص ان کاموں میں کسی بھی طرح سے شامل ہوگا، گویا وہ حرام کام کا ارتکاب کر رہا ہے۔ اسی طرح اس کام کی اجرت لینا بھی حرام ہے، کیونکہ موسیقی زنا کا مقدمہ ہے اور یہ دل میں نفاق اور فتور پیدا کرتی ہے اور یہ شیطان کے ہتھیاروں میں سے ایک ہتھیار ہے، جس کے ساتھ وہ انسان کو گمراہ کرتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَيَكُونَنَّ فِي هَذِهِ الْأُمَّةِ خَسْفٌ وَقَذْفٌ وَ مَسْخٌ وَذٰلِكَ إِذَا شَرِبُوا الْخُمُورَ وَاتَّخَذُوا الْقَيْنَاتِ وَضَرَبُوا الْمَعَازِفَ»[1]

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث [2212] صححه الألباني فى الصحيحة [2203]

”ایک وقت ایسا آئے گا کہ میری امت کے لوگ (زمین میں) دھنسا دیے جائیں گے، ان پر پتھر برسائے جائیں گے اور ان کی شکلیں مسخ کی جائیں گی، ایسا اس وقت ہوگا جب وہ شراب پییں گے، مغنیہ عورتیں (گلوکارائیں) رکھیں گے اور آلاتِ موسیقی کو استعمال میں لائیں گے۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« لَيَكُونَنَّ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّونَ الْحِرَ وَالْحَرِيرَ وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ »[1]

”ایک وقت ایسا آئے گا کہ میری امت کے کچھ لوگ زنا، ریشم، شراب اور موسیقی کو حلال کر لیں گے۔“

یہ احادیث اس بات کی دلیل ہیں کہ موسیقی اور گانا بجانا اصلاً حرام ہے، جسے لوگوں نے حلال سمجھ رکھا ہے اور موسیقی کی تمام قسمیں اور اس کے وسائل و اسباب سب حرام ہیں۔

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5590]

پچانواں باب

کتوں کی خرید وفروخت

عمار: استاد صاحب! کتوں کی خرید وفروخت کا کیا حکم ہے، جب کہ وہ اچھی نسل کے ہوں؟

استاد: «نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَمَهْرِ الْبَغِيِّ وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ»[1]

"نبی اکرم ﷺ نے کتوں کی قیمت، بدکار عورت اور کاہن کی کمائی کھانے سے منع کیا ہے۔"

اس حدیث میں حکم عام ہے کہ ہر قسم کے کتے کی قیمت کھانا یا اس کی خرید وفروخت کرنا حرام ہے، خواہ وہ سدھایا ہوا ہو یا نہ سدھایا ہوا ہو، اس کا پالنا جائز ہو یا ناجائز ہو، جو آدمی کتے کی خرید وفروخت کرتا ہے وہ حرام کھاتا ہے، لہٰذا اسے اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنِ اقْتَنٰى كَلْبًا لَيْسَ بِكَلْبِ صَيْدٍ وَلَا مَاشِيَةٍ وَلَا أَرْضٍ فَإِنَّهُ يَنْقُصُ مِنْ أَجْرِهِ قِيرَاطَانِ كُلَّ يَوْمٍ»[2]

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [2237] صحيح مسلم، رقم الحديث [1567]

[2] صحيح مسلم، رقم الحديث [1575]

’’جو شخص کوئی کتا پالے، جب کہ وہ شکار کے لیے، جانوروں اور زمین کی حفاظت کے لیے نہ ہو تو روزانہ اس کے ثواب سے دو قیراط کم ہو جاتے ہیں۔‘‘

چھیانواں باب

فلموں اور ڈراموں وغیرہ میں کام کرنا

عمار: استاد صاحب! ٹیلی ویژن پر دکھائی جانے والی فلموں اور ڈراموں میں کام کرنے کا کیا حکم ہے؟

استاد: آج کل ٹیلی ویژن پر نشر کیے جانے والے ڈراموں، فلموں، مورننگ شوز اور دیگر فحش پروگراموں میں کام کرنے کا حکم جاننے کے لیے یہی کافی ہے کہ تم ان چند محاوروں اور جملوں پر غور کرو جو عموماً ٹیلی ویژن سکرین پر مردوں اور عورتوں کے درمیان بولے جاتے ہیں۔ عموماً مندرجہ ذیل چار محاوروں کا زیادہ استعمال ہوتا ہے:

① عشق و محبت کے بعد لڑائی ② لڑائی کے بعد عشق و محبت ③ شادی پھر طلاق ④ طلاق کے بعد پھر شادی۔

ان جملوں اور محاوروں کے علاوہ مردوں اور عورتوں کا بوس و کنار، ایک دوسرے کو ہاتھ لگانا اور دیگر فحش حرکات بھی سرِ عام ٹیلی ویژن سکرین پر نظر آتی ہیں۔ اس اعتبار سے یہ تمام پروگرام جو انٹرٹینمینٹ اور فنون لطیفہ کے نام سے دکھائے جاتے ہیں، وہ معاشرے میں فحاشی پھیلنے کا سبب بنتے ہیں۔ مثلاً:

عریانی اور لچرپن کا کلچر، مرد و زن کا اختلاط، موسیقی کا فروغ، تمام اعضا کا زنا۔ بچے اور نوجوان ایسے فاسق و فاجر لوگوں کو اپنے لیے آئیڈیل بناتے ہیں،

دینی اور اخلاقی قدروں کی پامالی، لادینیت کو فروغ ملتا ہے، مقدس چیزوں کا مذاق اُڑایا جاتا ہے، شرک کا پھیلاؤ، یعنی شوٹنگ کے دوران بعض ایسے مناظر بنائے جاتے ہیں، جن سے غیر اللہ کا تصور آتا ہے، لہٰذا اس میدان میں کام کرنا اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے اعلانِ جنگ کرنے کے مترادف ہے۔

ستانواں باب

منصوبہ بندی اور نسل بندی کے اداروں میں ملازمت کرنا

عمار: استاد صاحب! منصوبہ بندی اور نسل بندی کے اداروں میں کام کرنے کا کیا حکم ہے؟

استاد: سب سے پہلے تو ہم یہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ منصوبہ بندی کی مہم میں سب سے زیادہ سرگرم لوگ کون ہیں؟ اس کام کے لیے فنڈنگ، امداد، گاڑیاں، مشنری، ادویات اور اس مہم میں استعمال ہونے والی دیگر چیزیں کہاں سے آتی ہیں؟ وہ کون سے عالمی ادارے ہیں، جو اس کام کے لیے سرتوڑ کوششیں کر رہے ہیں اور بھاری رقوم بھی فراہم کر رہے ہیں؟

تو اس کا جواب یہ ملے گا کہ اس ساری سرگرمی کے پیچھے ہمارے دین کا دشمن سب سے بڑا شیطان امریکہ ہے۔ اس کام پر مامور جتنے بھی ادارے ہیں، ان کا تعلق امریکہ سے ہے۔ اس منصوبہ بندی کی مہم سے ان کی غرض و غایت اور مقاصد واضح ہیں کہ وہ مسلمانوں کی آبادی کو کم کرنا چاہتے ہیں، کیونکہ تجربات سے یہ بات ان پر واضح ہو چکی ہے کہ مسلمانوں کی آبادی کا تناسب یہود کے مقابلے میں چار گنا زیادہ ہے، یعنی اگر مسلمان آبادی میں چار بچوں کا اضافہ ہوتا ہے تو یہود میں ایک بچے کا اضافہ ہوتا ہے، اس لیے وہ نہیں چاہتے کہ مسلمانوں کی آبادی اس رفتار سے بڑھے، بلکہ ان کا خیال ہے کہ یہ مسلمان اپنی آبادی کو

کنٹرول کریں اور اپنے رسول ﷺ کی اس حدیث کی مخالفت کے مرتکب ہوں۔
آپ ﷺ نے فرمایا:

«تَزَوَّجُوا الْوَدُوْدَ الْوَلُوْدَ، فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ»[1]

"ایسی عورتوں سے شادی کرو جو زیادہ محبت کرنے والی اور زیادہ بچے جننے والی ہوں، بے شک میں تمھاری کثرت سے دیگر امتوں پر فخر کروں گا۔"

یہ بات بھی ایک حقیقت ہے کہ آبادی کو کم کرنے کے لیے جتنے وسائل مسلمان ملکوں میں بروئے کار لائے جا رہے ہیں اور جتنی توجہ اسلامی ملکوں میں دی جا رہی ہے، مغربی ممالک میں معاملہ اس سے بالکل مختلف ہے۔ جس طرح وہ مسلمان ملکوں میں اس مہم کی تشہیر کرتے ہیں، رقوم خرچ کرتے ہیں، اپنے ملکوں میں وہ ایسا نہیں کرتے۔ پھر ستم ظریفی یہ ہے کہ اس مہم میں استعمال ہونے والے اشتہارات، پوسٹرز اور بینرز کے ذریعے اولاد اور والدین کے ایسے مناظر دکھائے جاتے ہیں جو بالکل من گھڑت اور بے بنیاد ہوتے ہیں، جب کہ دیکھنے والے دیگر والدین ان تصاویر کو حقیقت سمجھ بیٹھتے ہیں، مثلاً منصوبہ بندی والے پوسٹرز اور بینرز وغیرہ پر ایک ایسی عورت کی تصویر بنائی گئی ہوتی ہے جس کے کپڑے گندے ہوتے ہیں، اس کی اپنی حالت بھی پراگندہ ظاہر کی گئی ہوتی ہے، اس کی شکل وصورت سے لگتا ہے کہ جیسے یہ غم اور پریشانیوں کی ماری ہوئی خاتون ہے، انتہائی تنگ مکان میں زیادہ بچے اس کے اردگرد نظر آ رہے ہوتے ہیں، یہ سارا منظر نامہ ظاہر کرنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ دیکھنے والے سمجھیں کہ زیادہ اولاد سے عورت اور گھر کی یہ کیفیت ہوتی ہے، جب کہ وہ لوگ مسلم معاشرے کی اس

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [2050] صحيح الجامع، رقم الحديث [2940]

جھلک کو کبھی نمایاں نہیں کریں گے کہ ایک ماں انتہائی عزت، وقار اور شان وشوکت سے بیٹھی ہوئی ہے، اس کا ایک بیٹا آیا اور اس کے پاؤں میں پڑ گیا، دوسرا بیٹا اس کے سر کو بوسہ دے رہا ہے، تیسرا بیٹا اسے کھلا رہا ہے اور چوتھا بیٹا اس کے ہاتھ چوم رہا ہے۔ یہ لوگ اس منظر کو کبھی پکچرائز نہیں کریں گے، کیونکہ یہ چیز ان کے مقاصد کے خلاف جاتی ہے۔

اس ساری گفتگو کو مدنظر رکھتے ہوئے تم یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ اس میدان میں کام کرنا، اس محکمہ میں ملازمت کرنا، آبادی کم کرنے کے لیے ان لوگوں کا معاون بننا وغیرہ؛ یہ سب چیزیں ناجائز اور حرام ہیں، اسی طرح اس کی کمائی بھی حرام ہے۔

یہ صرف میری رائے نہیں، بلکہ سعودی مجلسِ فتاویٰ کا فتویٰ ہے کہ شریعت اسلامیہ آبادی زیادہ کرنے اور مسلمان نسل کو پھیلانے پر زور دیتی ہے۔ اسلامی نقطہ نظر کے مطابق اولاد بہت بڑی نعمت اور بندوں پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی بے شمار احادیث اس نقطہ نظر کی حمایت کرتی اور نسل بندی کی مذمت کرتی ہیں، نیز اس بات کو تقویت دیتی ہیں کہ منعِ حمل انسانی فطرت کے خلاف ہے اور اسلامی شریعت ہی وہ واحد راستہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے پسند کیا ہے۔

آبادی کم کرنے کا ڈھنڈورا پیٹنے والے لوگ دراصل مسلمانوں کے ساتھ ایک چال چل رہے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ مسلمانوں کی آبادی کو کم کر کے ہم ان پر غالب آسکتے ہیں اور ان کے وسائل پر قبضہ کر سکتے ہیں، کیونکہ کم وبیش

تمام قدرتی ذخائر اسلامی ملکوں میں ہیں اور خصوصاً عرب ممالک پر تو اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ہے۔

اس ساری صورت حال کو مد نظر رکھتے ہوئے مجلس یہ فتویٰ صادر کرتی ہے کہ نسل بندی کروانا حرام ہے اور اولاد کے نان ونفقہ یا دیگر غیر شرعی عوامل کے ڈر سے حمل روکنا حرام ہے، کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ﴾ [الذاریات: 58]

''بے شک اللہ ہی بے حد رزق دینے والا، طاقت والا، نہایت مضبوط ہے۔''

﴿ وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا ﴾ [ھود: 6]

''اور زمین میں کوئی چلنے والا (جاندار) نہیں مگر اس کا رزق اللہ ہی پر ہے۔''

اسی طرح اس کام کے لیے مہم جوئی کرنا، فنڈنگ کرنا، بھاری رقوم خرچ کرنا اور اس کام کی ملازمت وغیرہ کرنا بھی ناجائز اور حرام ہے، البتہ بڑھتی ہوئی ضروریات سے نمٹنے کے لیے ضروری ہے کہ جو وسائل اور رقوم منصوبہ بندی کی مہم پر خرچ کی جا رہی ہیں وہی اقتصادی ترقی اور لوگوں کی معاشی بدحالی کو بہتر کرنے کے لیے خرچ کی جائیں۔

عمار: یعنی آپ کے خیال میں نسل بندی اور منع حمل مطلقاً حرام ہے؟

استاد: نہیں، مطلقاً حرام نہیں بلکہ کچھ صورتوں میں نسل بندی اور منع حمل جائز ہے، لیکن اس کا اطلاق فرداً فرداً ہر عورت کی صورت حال دیکھ کر ہوگا کہ کس عورت کے لیے نسل بندی جائز ہے اور کس کے لیے جائز نہیں۔ اس کا حتمی فیصلہ عورت کی صحت کو مد نظر رکھتے ہوئے کوئی ماہر اور ایماندار ڈاکٹرز کرے گا۔

اٹھانواں باب

سودی بنکوں اور انشورنس کمپنیوں میں ملازمت کرنا

عمار: استاد صاحب! سودی بنکوں اور انشورنس کمپنیوں میں ملازمت کرنے کا کیا حکم ہے؟

استاد: اس سے پہلے ہم قرآن وسنت کی روشنی میں سود کا حکم بیان کر چکے ہیں کہ یہ ناجائز، حرام اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اعلانِ جنگ کے مترادف ہے۔ سود کے معاملات میں کسی بھی طرح سے شامل ہونا حرام ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« لَعَنَ اللّٰهُ الرِّبَا، وَآكِلَهُ، وَمُوكِلَهُ وَكَاتِبَهُ، وَشَاهِدَهُ، وَهُمْ يَعْلَمُونَ »[1]

”اللہ تعالیٰ نے سود کھانے والے، سود کھلانے والے، سودی معاملات لکھنے والے اور اس پر گواہ بننے والے پر لعنت فرمائی ہے، حالانکہ وہ (اس کی حرمت کو) جانتے ہیں۔“

ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:

« لَعَنَ اللّٰهُ الرِّبَا، وَآكِلَ الرِّبَا، وَمُوكِلَهُ، وَشَاهِدَيْهِ، وَكَاتِبَهُ، هُمْ فِيهِ سَوَاءٌ »[2]

---

[1] صحيح. الطبراني، الصحيحة، رقم الحديث [5094]

[2] صحيح مسلم، صحيح الجامع، رقم الحديث [5090]

''اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے سود پر، اس کے کھانے والے پر، اس کے کھلانے والے پر، اس پر بننے والے دو گواہوں پر، اس کے لکھنے والے پر، وہ اس (جرم) میں سب برابر ہیں۔''

سودی بنک کی ملازمت مندرجہ بالا صورتوں میں سے کسی ایک زمرے میں ضرور آئے گی، لہٰذا ایسی ملازمت کرنے والے شخص نے اگر موت سے قبل توبہ نہ کی تو وہ لعنتی کی موت مرے گا۔

دوسری چیز انشورنس کمپنی میں ملازمت کرنا، سب سے پہلے ہم یہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ انشورنس بذات خود کیا چیز ہے؟

عمار: جی بتائیں یہ کیا چیز ہے؟

استاد: انشورنس کی دو قسمیں ہیں:

① زندگی کی انشورنس:

اس سے مراد یہ ہے کہ بندہ کسی انشورنس کمپنی کے ساتھ اپنی زندگی کی انشورنس کرتا ہے اور ان کے درمیان یہ معاہدہ طے پاتا ہے کہ متعلقہ آدمی قسطوں کی صورت میں لمبے عرصے تک اتنی رقم کمپنی کو ادا کرے گا، پھر جب یہ آدمی فوت ہو جائے گا تو کمپنی اس کے ورثا کو اتنی رقم ادا کرے گی اور ماہانہ اس کا وظیفہ بھی مقرر کرے گی۔

② پراپرٹی کی انشورنس:

اس سے مراد یہ ہے کہ آدمی اپنی پراپرٹی مثلاً گاڑی، پلاٹ یا فیکٹری وغیرہ کی انشورنس کرواتا ہے اور کسی کمپنی کے ساتھ اس کا معاہدہ یہ طے ہوتا ہے کہ وہ متعلقہ چیز کی ماہانہ انشورنس کی مد میں اتنی قسط ادا کرے گا اور اس دوران میں جب کبھی اس چیز کو کوئی نقصان پہنچے گا یا اس کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آئے

گا تو اس کا تمام خرچہ کمپنی ادا کرے گی۔

یہ دونوں صورتیں جوئے کے مشابہ ہونے کی وجہ سے فاسد ہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ [المائدۃ: 90]

''بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور شرک کے لیے نصب کردہ چیزیں اور فال کے تیر سراسر گندے ہیں، شیطان کے کام سے ہیں، سو اس سے بچو، تاکہ تم فلاح پاؤ۔''

اس اعتبار سے ہم کہیں گے کہ جب انشورنس بذات خود حرام ہے، تو اس میں کام کرنا یا ملازمت کرنا کیسے حلال ہوسکتا ہے؟

عالمی مجلسِ فتاویٰ کا فتویٰ ہے کہ کسی انسان کے لیے جائز نہیں کہ وہ کاروباری انشورنس کمپنی کے ساتھ تعاون کرے، کیونکہ انشورنس کے تمام قواعد وضوابط اور شرائط نقصان، جہالت اور سود پر مبنی ہیں، جب کہ نقصان، جہالت اور سود پر مبنی قواعد وضوابط اسلامی شریعت میں حرام ہیں۔

انشورنس کمپنیاں اپنے معاملات میں جتنی بھی شرائط اور قواعد وضوابط لاگو کرتی ہیں، یہ سب جوئے کی مختلف صورتیں ہیں، جو آج ہمارے زمانے میں رائج ہیں۔

نناواں باب

کسی مسلمان کے سودے پر سودا کرنا اور اس کی خریدی ہوئی چیز خریدنا

عمار: سائل کہتا ہے کہ ہم نے نبی اکرم ﷺ کی یہ حدیث سنی ہے کہ آپ ﷺ نے مسلمان کو اپنے دوسرے مسلمان بھائی کے سودے پر سودا کرنے سے منع فرمایا ہے، آپ وضاحت کر دیں کہ اس سے کیا مراد ہے؟

استاد: یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ کسی مسلمان کے سودے پر سودا کرنا اور اس کی خریدی ہوئی چیز خریدنا حرام ہے اور اس ذریعے سے حاصل کیا گیا مال حرام کے زمرے میں آتا ہے، اس کی دلیل نبی مکرم ﷺ کی یہ حدیث ہے، جس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ»[1]

''تم میں سے کوئی کسی دوسرے کے سودے پر سودا نہ کرے۔''

عمار: اس کی صورت کیا بنتی ہے؟ ذرا وضاحت کر دیں۔

استاد: اس کی دو صورتیں بنتی ہیں:

① کسی دوسرے کے سودے پر اپنا سودا کرنا۔

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [2140] صحيح مسلم، رقم الحديث [1412]

اس کی صورت یہ ہے کہ محمد، احمد سے ایک ہزار پاؤنڈ میں ایک ریکارڈر خریدے اور ایک تیسرا آدمی زید، محمد کو جا کر کہے کہ اسی جیسا ریکارڈر میں تمھیں نو سو پاؤنڈ میں دیتا ہوں یا اس سے اچھی کوالٹی کا ایک ہزار میں دیتا ہوں، لہٰذا یہ چھوڑ دو اور مجھ سے لے لو، گویا زید نے احمد کے سودے پر اپنا سودا کیا۔

② کسی کی خریدی ہوئی چیز خریدنے کی صورت۔

اس کی صورت یہ ہے کہ سعد عمر کو ایک ہزار پاؤنڈ میں ایک گھڑی فروخت کرتا ہے۔ اب ایک تیسرا آدمی خالد سعد سے کہتا ہے کہ کیا تو نے یہ گھڑی ایک ہزار پاؤنڈ میں فروخت کی ہے؟ سعد جواب دیتا ہے ہاں، پھر خالد اسے کہتا ہے کہ میں تمھیں ایک ہزار بیس پاؤنڈ دیتا ہوں، لہٰذا مجھے دے دو، یعنی خالد نے عمر کی خریدی ہوئی چیز خرید لی۔

اس طرح کے سودے حرام ہیں، کیونکہ اس سے مسلمانوں میں آپس میں ایک دوسرے کے خلاف حسد، بغض اور دشمنی پیدا ہوتی ہے۔

لہٰذا ہم یہی کہیں گے کہ ایسے سودے باطل اور حرام ہیں، خواہ سودا مکمل ہونے سے پہلے ایسا کیا جائے یا بعد میں، یہ حرام کھانے کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔ ہم سب کو اس سے بچنا چاہیے۔

سوواں باب

مبہم اور جوئے سے مشابہت رکھنے والے انعامات کے ساتھ مقابلے منعقد کروانا

عمار: سائل پوچھتا ہے کہ بعض اوقات ہماری مساجد میں سرکاری یا غیر سرکاری سطح پر دینی موضوعات پر مقابلے منعقد ہوتے ہیں، مثلاً مندرجہ ذیل میں سے کسی ایک عنوان پر مقالہ لکھیں، مقالہ پچاس صفحات سے زائد نہ ہو، عنوانات یہ ہیں:

1. نبی ﷺ کا یہودیوں کے ساتھ طرزِ عمل۔
2. اسلام کا نظامِ عدل۔
3. نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کی اہمیت۔

ایک کمیٹی ان مقالہ جات کو چیک کرے گی اور پہلی پانچ پوزیشنیں حاصل کرنے والوں کو مندرجہ ذیل انعامات سے نوازا جائے گا۔

اول انعام: بہت زیادہ رقم۔
دوم انعام: قیمتی تحائف۔
سوم انعام: قیمتی کتب۔
چہارم انعام: مناسب تحفہ۔

پنجم انعام: مناسب تحفہ۔

استاد صاحب! کیا اس طریقے سے مقابلے منعقد کروانا جائز ہے؟

استاد: نہیں، اس طریقے سے مقابلے منعقد کروانا بالکل ناجائز ہے۔

عمار: کیوں؟

استاد: اس لیے کہ اس میں انعامی رقم واضح نہیں ہوتی۔

ہمارے نزدیک مقابلہ منعقد کروانے کی صحیح شرائط مندرجہ ذیل ہیں:

① انعامی رقم بالکل واضح ہو، مبہم قسم کے انعامات کا اعلان کرنا درست نہیں۔ اگر انعامات پیسوں کی صورت میں ہیں تو شروع میں بتایا جائے کہ اول انعام حاصل کرنے والے کو اتنی رقم دی جائے گی، دوم کو اتنی وغیرہ وغیرہ۔ اگر انعامات کتابوں کی صورت میں ہیں تو پہلے بتایا جائے کہ اول آنیوالے کو فلاں فلاں کتب دی جائیں گی، اسی طرح دوم اور سوم وغیرہ۔ تاکہ مقابلے میں حصہ لینے والے اس میں شامل ہونے سے پہلے غور و فکر اور تسلی کر لیں اور اس حساب سے محنت کریں، ایسا نہ ہو کہ حصہ لینے والے خوب محنت کریں، مشقت اٹھائیں اور انعامات کی باری آئے تو ان کو مایوسی ہو اور ان کا جیب خرچ بھی پورا نہ ہو۔

② انعامات میں ایسی چیزیں منتخب کی جائیں جو جائز اور حلال ہوں۔ ایسی چیزیں نہ رکھی جائیں جو بذات خود حرام ہوں، جیسے گھٹار وغیرہ ہے۔

عمار: استاد صاحب! ہمارے ہاں مقابلے کی ایک صورت یہ رائج ہے کہ مسجد میں مقابلے کے منعقد ہونے کا اعلان کیا جاتا ہے اور جو حصہ لینا چاہتا ہو وہ دس پاؤنڈ جمع کرواتا ہے، اس طریقے سے جتنی رقم جمع ہوتی ہے، بعد

میں اس سے دس انعامات خرید لیے جاتے ہیں، جنھیں پہلی دس پوزیشنیں حاصل کرنے والوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔

استاد: مقابلے منعقد کروانے کی یہ صورت بھی فاسد اور ناجائز ہے۔

عمار: کیوں؟

استاد: اس لیے کہ یہ جوئے کے مشابہ ہے، کیونکہ پیسے جمع کرنے میں سب برابر ہیں، لیکن فائدہ صرف ان دس لوگوں کو ہوتا ہے جو کامیاب ہوتے ہیں، بلکہ وہ اپنے دس پاؤنڈ سے کچھ زیادہ لے جاتے ہیں، جب کہ ناکام رہنے والوں کو خسارہ اٹھانا پڑتا ہے، اس اعتبار سے یہ چیز جوئے کے زمرے میں آتی ہے، کیونکہ جوا بھی یہی ہوتا ہے کہ دو یا دو سے زائد لوگ مقابلہ کرتے ہیں اور برابر کی رقم جمع کرتے ہیں، کھیل کے بعد جیتنے والا ساری رقم لے جاتا ہے، جو حرام ہے۔ اس کی دلیل رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث ہے، جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

« اَلْخَيْلُ ثَلَاثَةٌ: فَرَسٌ لِلرَّحْمٰنِ، وَفَرَسٌ لِلْإِنْسَانِ، وَفَرَسٌ لِلشَّيْطَانِ، فَأَمَّا فَرَسُ الرَّحْمٰنِ: فَالَّذِي يُرْبَطُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، فَعِلْفُهُ وَرَوْثُهُ وَبَوْلُهُ وَ ذَكَرَ مَا شَاءَ اللّٰهُ، أَجْرٌ، وَأَمَّا فَرَسُ الشَّيْطَانِ فَالَّذِي يُقَامِرُ وَيُرَاهِنُ عَلَيْهِ »[1]

”گھوڑوں کی تین قسمیں ہیں: رحمٰن کے لیے گھوڑا، انسان کے لیے گھوڑا، شیطان کے لیے گھوڑا۔ رحمٰن کے گھوڑے سے مراد اللہ کے راستے کے لیے تیار کیا گیا گھوڑا ہے، اس کا چارہ، گوبر، پیشاب اور اس کے علاوہ بھی جو اللہ نے چاہا اور آپ ﷺ نے ذکر کیا، وہ اجر

[1] مسند أحمد [395/1] صححه الألباني في الإرواء [1508]

ہے۔ شیطان کے گھوڑے سے مراد وہ گھوڑا ہے جو جوا کھیلنے کے لیے اور شرط لگانے کے لیے رکھا ہو۔''

عمار: استاد صاحب! کیا کوئی ایسی صورت نہیں ہے جسے اختیار کر کے ہم جوئے کی مشابہت سے بچ سکتے ہیں؟

استاد: اس کی بے شمار صورتیں ہیں:

عمار: کوئی دو تین بتائیں؟

استاد: ① انعامات صرف سرکاری ذرائع یا بیت المال کے خزانے سے دیے جائیں۔

② دو یا دو سے زیادہ لوگ مقابلے میں شریک ہوں، کچھ مقابلے کے شریک مال دیں اور کچھ دوسرے نہ دیں۔ برداشت کریں، کیونکہ اگر تمام شرکا مال جمع کروائیں گے تو یہ جوئے سے مشابہت ہوگی اور جب کچھ لوگ مال جمع کروائیں گے اور کچھ نہیں کروائیں گے تو یہ جوئے سے مشابہت نہ ہوگی۔

③ مقابلے میں ان کے ساتھ ایک نیا حصے دار اس شرط پر اشامل ہو کہ وہ کوئی مال جمع نہیں کروائے گا اور اس نئے داخل ہونے والے کا نام علما ''محلل'' رکھتے ہیں اور اس میں یہ شرط ہوگی کہ انعام اسے ملے گا جو کامیاب ہوگا، حتیٰ کہ اگر ''محلل'' کامیاب ہو تو وہ انعام لے جائے گا۔

عمار: کیا اس تیسری صورت میں محلل کوئی بھی شخص ہوسکتا ہے؟

استاد: نہیں، بلکہ محلل وہ شخص ہوگا جس پر چند شرائط عائد ہوں۔

عمار: وہ شرائط کیا ہیں؟

استاد: وہ شرائط درج ذیل ہیں:

1 محلل انعام خریدنے کے لیے کوئی رقم جمع نہیں کروائے گا۔

۲ محلل ایک ہوگا زیادہ نہیں۔

۳ یہ کہ اس (محلل) کی سواری ان دو (محلل کے علاوہ دو شرکا) کی سواریوں کے برابر ہوگی اور وہ خود ان دونوں کے برابر ہوگا۔

۴ اس (محلل) کی تیر اندازی ان دو (محلل کے سوا دو آدمی) کی تیر اندازی کے برابر ہوگی، پس یہ درست نہ ہوگا کہ دوسرے شرکاے مقابلہ تو جوان مرد ہوں اور محلل چھوٹا بچہ ہو۔

عمار: محلل والی صورت اختیار کرنے کا کیا سبب ہے؟

استاد: یہ صورت اس لیے اختیار کی گئی ہے، تا کہ اس کے ذریعے سے جوئے کے شک و شبہے سے بچا جا سکے، کیوں کہ اگر مقابلے میں شرکت کرنے والوں میں سے ہر ایک مال جمع کروئے تو ہر ایک جیتنے اور ہارنے کی امید رکھے گا اور جوئے کھیلنے والوں کی یہی صورت حال ہوتی ہے، لیکن اگر وہ اس میں ایک تیسرے آدمی کو شامل کرلیں، جو اس میں کوئی مال شامل نہ کرے تو یہ صورت جوئے کی صورت سے دور اور الگ ہو جائے گی۔ واللہ اعلم

عمار: استاد صاحب! بہت سی مساجد کے لوگ تو اس طرح کے مقابلے کرواتے رہتے ہیں۔

استاد: تم جس کو ایسا کرتے ہوئے دیکھو تو تمھیں چاہیے کہ اسے اس قسم کے مقابلے کے غلط ہونے پر آگاہ کرو، تا کہ وہ اس سے بچ جائے۔

عمار: اے ہمارے استاد! اللہ تعالیٰ آپ کو برکت عطا فرمائے، اللہ تعالیٰ آپ کے علم میں اضافہ کرے اور آپ کی وجہ سے مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچائے۔

جمع و ترتیب

فضیلۃ الشیخ محمد امین انصاری حفظہ اللہ

ترجمہ

حافظ عبداللہ سلیم حفظہ اللہ

مدرس جامعہ نصر العلوم اہل حدیث
گوجرانوالہ

مکتبہ بیت السلام الریاض

500

سوال و جواب برائے

خرید و فروخت

لأصحاب الفضيلة

الإمام ابن باز   العلامة العثيمين

العلامة الفوزان   سعودی فتوی کمیٹی

ترجمہ

پروفیسر حافظ عبدالجبار حفظہ اللہ

فاضل کنگ سعود یونیورسٹی ریاض

مکتبہ بیت السلام

ریاض۔ لاہور

لأصحاب الفضيلة

الإمام ابن باز — العلامة العثيمين

العلامة الفوزان — سعودی فتوی کمیٹی

ترجمہ

فضیلۃ الشیخ مولانا محمد یاسر عرفات حفظہ اللہ تعالیٰ

مکتبہ بیت السلام

ریاض۔ لاہور

عالمِ اسلام کے کبار علماءِ کرام کے فتاویٰ کی روشنی میں
جسمانی و روحانی مریضوں اور معالجین و عاملین کے لیے راہنما کتاب

450

سوال و جواب برائے

صحت و علاج

اور

میڈیکل سٹاف

لأصحاب الفضيلة

الإمام ابن باز العلامة العثيمين
العلامة الفوزان سعودی فتوی کمیٹی

ترجمہ
حافظ عبداللہ سلیم حفظہ اللہ

مکتبہ بیت السلام
ریاض۔ لاھور
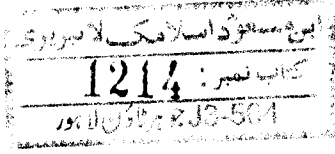
تحذير الكرام
من
مائة باب من أبواب الحرام

تالیف

إبراهيم بن فتحی بن عبد المقتدر

مکتبہ بیت السلام لاهور ریاض

Tel: 4381155 - 4381122 Fax: 4385991
Mob: 0542666646,0566661236,0532666640

رحمان مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور
Tel: 042-37361371
Mob: 0321-9350001
Email: bait.us.salam1@gmail.com
Web: baitussalam.exai.com
Facebook page :Baitussalam book store